وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا

اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو

جمال الفرقان

فی

تجوید القرآن

تصنیف

استاذ القراء قاری محمد نور جمال مظہری علیہ الرحمہ

والضحیٰ پبلی کیشنز

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا

اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو

جمال الفرقان

فی

تجوید القرآن

مدلل

تصنیف

استاذ القراء قاری محمد نور جمال مظہری علیہ الرحمہ

والضحیٰ پبلی کیشنز

بادیہ سنٹر قرآن شریف اردو بازار لاہور پاکستان

Call:0300-7259263,0315-4959263

جمال الفرقان فی تجوید القرآن

مبارک

والضحیٰ پبلی کیشنز

سیل پوائنٹ

مکتبہ فیضانِ مدینہ

نزد فیضان مدینہ، مدینہ ٹاؤن فیصل آباد

0311-3161574

والضحیٰ پبلی کیشنز

بادیہ حلیمہ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور پاکستان

0300-7259263,0315-4959263

تصنیف : استاذ القراء قاری محمد نور جمال شطبی مد ظلہ

پروف ریڈنگ : خادم القرآن قاری عبدالقادر نقشبندی

لیگل ایڈوائزر : محمد صدیق الحسنات ڈوگر، ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور

تاریخ اشاعت : ستمبر 2016ء، ماہ ذوالحجہ ۱۴۳۷ھ

قیمت : =/200

فہرست

کلمات تشکر

اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں جن احباب نے مجھے مفید مشوروں سے نوازا۔ یا کسی بھی طور پر اپنی محبت کا اظہار فرمایا میں ان سب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اور بارگاہ رب العزت میں دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے علم وعمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے والضحیٰ پبلی کیشنز (لاہور) کا ممنون احسان ہوں جنہوں نے فراخ دلی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اس کتاب کی اشاعت فرمائی۔

چند احباب کے اسمائے گرامی:

حضرت علامہ مولانا میاں سراج الدین رضوی صاحب مدرسہ جامعہ عربیہ احیاء العلوم

حضرت علامہ مولانا قاری عطاء الرحمن صدیقی صاحب مدرسہ جامعہ عربیہ احیاء العلوم

زینت القراء قاری محمد طارق قادری صاحب مدرس شعبہ تجوید وقرأت دعوت اسلامی لاہور

مولانا قاری ظفر اقبال مظہری صاحب

مولانا قاری غلام مصطفی اویسی صاحب

محترم المقام حاجی مقبول جمال صاحب

محترم حاجی منظور جمال صاحب

شکر گزار

خادم القرآن قاری محمد مسعود جمال مظہری

مدرس عربیہ احیاالعلوم وخطیب جامعہ مسجد طوبیٰ بورے والا

مصنف کے وصال کے بارے میں

افسوس کہ............فن تجوید وقرأت کے منفرد استاد جناب أستاذ القرا فخر المجودین حضرت علامہ مولانا قاری محمد نور جمال مظہری علیہ الرحمہ 16 رجب المرجب 1432ھ بمطابق 18 جون 2011ء بروز ہفتہ صبح 3 بجے اپنے خالق حقیقی سے جاملے انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تبارک وتعالیٰ جل وعلا بجاہ سید الانبیاء ﷺ قبلہ قاری صاحب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے............آپ کا وصال مبارک کچھ اس طرح ہوا کہ آپ نے خطبہ جمعۃ المبارک دیا جس میں آپ نے تقریباً ایک ماہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر خیر شروع کر رکھا تھا اس آخری جمعہ شریف میں یوسف علیہ السلام کا ذکر خیر مکمل فرمایا۔ جمعہ شریف سے فراغت کے بعد آپ اپنے آبائی گاؤں چک نمبر 541 اڈا ظہیر نگر بورے والا تشریف لے گئے آپ نے نماز عصر ومغرب وعشاء گاؤں کی مسجد میں ادا فرمائی نماز عشاء کے بعد رات گئے تک آپ گھر والوں سے بڑے خوش گوار لہجے میں باتیں فرماتے رہے پھر اپنے بستر پر آرام فرما ہو گئے صبح کو جب آپ کو نماز کے لئے اٹھایا گیا تو آپ کی روح مبارک پرواز کر چکی تھی وہ دن آپ کے گھر والوں تلامذہ اور احباب کے لئے قیامت صغریٰ کا دن تھا ہر آنکھ اشک بار تھی گاؤں کے امام صاحب جب آپ کا اعلان وفات کرنے لگے تو جب آپ کا نام آیا سپیکر میں ہی بلند آواز سے رونے لگے انہوں نے تو پورے گاؤں کو رلا دیا۔ آپ کے جنازے میں کثیر تعداد میں مشائخ عظام بالخصوص صوفی باصفا ملک المدرسین حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حسنین اویسی صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ احیاء العلوم نے ودیگر علماء کرام وقراء کرام وحفاظ نے شرکت فرمائی گاؤں میں پہلی مرتبہ اتنا بڑا جنازہ دیکھا گیا آپ کی نماز جنازہ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا پیر سید محمد محفوظ الحق شاہ صاحب نے پڑھائی آپ کا مزار مبارک گاؤں والے

قبرستان میں بنایا گیا ہے۔

آپ کا عرس مبارک ہر سال 16 رجب المرجب کے دن کو شایان شان طریقے سے منایا جاتا ہے۔

وصال مبارک کے بعد کافی احباب کو خواب میں آپ کی زیارت ہوئی۔

کسی نے آپ کو دیکھا کہ آپ قبر مبارک میں قرآن پاک کی تلاوت فرمارہے ہیں کسی نے آپ کو دیکھا کہ آپ مدینہ شریف کی گلیوں میں پھر رہے ہیں۔ تو کسی نے آپ کو دیکھا کہ آپ جنت کی سیر فرمارہے ہیں سبحان اللہ! اللہ رب العزت اپنے پیاروں کو ایسی ہی جزا عطاء فرماتا ہے اب آپ کی مسند پر آپ کے خلف الرشید صاحبزادہ قاری محمد مسعود جمال مظہری تمام فرائض سرانجام دے رہے ہیں اللہ رب العزت صاحبزادہ صاحب کو آپ کا صحیح جانشین بنائے۔ تاکہ آپ کی مسند نور علی نور ثابت ہو اور اللہ رب العزت آپ کی وراثت قرأت کو زندہ تا بندہ رکھنے کی توفیق بخشے۔ اللہ رب العزت آپ کے معتقدین متعلقین اور تلامذہ کو آپ کے روحانی فیض سے مستفیض فرمائے۔

آمین بجاہ طٰہٰ ویٰس

دعا گو

خادم القرآن قاری محمد سرور مظہری

مہتمم مدرسہ جامعہ نوریہ مظہر القرآن چشتیاں شریف

بسم اللہ لرحمن الرحیم

نورِ قراءت

ادیب ملت : حضرت علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری مدظلہ

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان

قرآن مجید فرقان حمید کی تلاوت، سماعت اور زیارت باعث برکات وثواب ہے۔ جیسے ہر عبادت، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کی ادائیگی میں فرائض وواجبات، سنن ومستحبات کا بجالانا اور ان کا لحاظ رکھنا قبول کا سبب ہے ویسے ہی قرآن کریم کی تلاوت وسماعت اور زیارت کے بھی اصول وضوابط ہیں۔ یہاں تک حکم ہے کہ لایمسہ الاالمطھرون اسے بلاطہارت مت چھوؤ اور سماعت کے لیے ارشاد ہے۔

(یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ)

اے ایمان والو جب قرآن کریم کو پڑھا جارہا ہو تو کان لگا کر اور نہایت خاموشی سے سنتے رہو تاکہ تم پر رحمت نازل ہوتی رہے۔

جب بلاطہارت چھونا اور سستی سے سننا خلافِ ادب واحترام ہے تو صحت الفاظ کے ساتھ قراءت کرنا تو انتہائی لازم وضروری ہے۔ چنانچہ ائمہ قراءت نے صحیح تلفظ کے ساتھ قراءتِ قرآن کے قواعد وضوابط اور اصول وضع کیے اور قراءت کی اقسام اور اس کے فوائد وثمرات پر اپنے اپنے دور میں اہل اسلام کے لیے بڑی بڑی مفید کتابیں تصنیف فرمائی جو مدارسِ اسلامیہ کے نصاب میں شامل ہیں۔ انہیں ائمہ وقراء حضرات کی روش پر چلتے ہوئے، اہلسنت وجماعت کے معروف ومشہور عالم حافظ قاری الحاج مولانا محمد نور جمال مظہری مدظلہ نے اپنی عمر بھر کی جدوجہد اور مساعی جمیلہ کو بروئے کار لاتے ہوئے زیرِ نظر کتاب قراءت کے

جملہ قوانین وقواعد پر تصنیف فرما کر حفاظ کرام اور طلباء پر خصوصی کرم فرمایا اور تجوید وقراءت کے اُصول وقواعد کو نہایت عمدگی اور آسان وسہل اُردو زبان میں ترتیب دے کر ملت اسلامیہ پر بڑا احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس نورانی خدمت کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے۔ آمین

آپ کی اس تصنیف لطیف پر عزیز القدر حافظ مولانا القاری محمد ظفر اقبال زید علمہٗ نے تاثرات لکھنے کے متعلق کہا تو راقم الحروف نے حضرت مولانا قاری محمد نور جمال مظہری مدظلہ کے تعارف کی بات کی۔ چنانچہ حضرت قاری صاحب نے اپنی عملی زندگی کے چند گوشوں سے آگاہ کیا جسے راقم نے اپنے الفاظ کا جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے اور سوچئے ہمارے ہاں اہل سنت وجماعت میں کیسے کیسے ہر علم وفن کے ماہر موجود ہیں۔

میرے ممدوح حضرت مولانا الحاج قاری حافظ محمد نور جمال مظہری مدظلہ حاجی سلطان احمد ڈھڈی کے ہاں ۱۹۴۹ء کو چک نمبر ۱۵۴۱ ای۔ بی نزد بورے والا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد ریاست بیکانیر بھارت سے ہجرت کر کے اس چک میں آباد ہوئے اس چک کی نصف آبادی اسی خاندان سے متعلق ہے۔ قاری صاحب موصوف کے دو اور بھائی حاجی نور احمد صاحب اور حاجی بشیر احمد صاحب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قاری صاحب کو اولاد کی نعمت سے بھی نوازا ہے۔ چنانچہ آپ کے چار بیٹے اور چار ہی بیٹیاں ہیں۔ جو بحمدہٖ تعالیٰ اپنے اپنے گھروں میں سکون واطمینان اور عزت سے زندگی کا سفر طے کر رہے ہیں۔ ایک بیٹے کی شادی ہونے والی ہے۔ دیگر بیٹے، بیٹیوں کے گھر خوب آباد ہیں۔ آپ کے تین بیٹے سعودیہ میں کام کاج میں مصروف ہیں آپ کے چھوٹے دونوں بیٹے بہترین حافظ وقاری ہیں۔ آپ کے ایک صاحبزادے مولانا قاری مسعود احمد (زید علمہ وعملہ) پاکستان کی معروف علمی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے سند فراغت اور دستار فضیلت حاصل کر چکے ہیں۔

آپ کے والدین نہ صرف اپنے گاؤں بلکہ علاقہ بھر میں اپنی شرافت، دیانت، تواضع، انکساری میں مشہور اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے اور کاشتکاری انکا پیشہ تھا خاصی اراضی کے مالک تھے۔ انہوں نے دو بار حج وزیارت کی سعادت حاصل کی۔ ۱۹۸۵ء میں وصال فرمایا

تو گاؤں کے تمام مرد اور عورتیں کہہ رہی تھیں کہ آج ایک اللہ تعالیٰ کے ولی کا جنازہ جا رہا ہے۔ یوں ہی آپ کی والدہ ماجدہ مرحومہ کا حال تھا۔ بڑی معاملہ فہمی اور سچائی میں مشہور تھیں خاندان کے افراد ان سے مشورہ لیتے اور عمل کرتے تھے۔

حضرت مولانا الحاج حافظ قاری محمد نور جمال مظہری مدظلہ نے قرآن مجید سے اپنی تعلیم کا آغاز اپنے گاؤں کے امام حضرت مولانا نیک محمد مرحوم صاحب سے کیا۔ سکول وغیرہ نہ ہونے کے باعث دینی تعلیم کو ہی اہمیت دی۔ قرآن مجید، تجوید وقرات کے ساتھ حفظ کیا۔ فارسی کے ساتھ ساتھ صرف ونحو سے بھی رغبت رہی اور ہدایۃ النحو تک اس علم سے پیاس بجھائی۔ آپ کے حفظ وقراءت کے اساتذہ کرام میں یہ نام آتے ہی حضرت مولانا حافظ قاری رحمت علی صاحب اور حضرت مولانا قاری تاج محمد صاحب سے مدرسہ عربیہ اسلامیہ بورے والا اور جامعہ غوثیہ کہروڑ پکا اور جامعہ انوار العلوم ملتان سے پڑھا۔ ان کے علاوہ مولانا قاری گوہر علی قادری صاحب، قاری محمد یار نقشبندی ملتانی اور حضرت مولانا محمد حسین سے بھی خوب استفادہ کیا۔

۱۹۶۸ء میں آپ نے حضرت خواجہ محمد باقر قریشی نقشبندی مجددی علیہ الرحمتہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور پیر صاحب قبلہ نے آپ کی صلاحیتوں کے پیش نظر اجازت وخلافت سے بھی بہرہ مند فرمایا۔ حضرت پیر صاحب سچے عاشق تھے۔ نبی کریم ﷺ کا نام نامی اسم گرامی سنتے ہی آنکھیں پرنم ہو جاتیں۔ شب بیداری سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ نہایت شفیق اور مہربان تھے۔ ان کی زیارت سے خدا یاد آجاتا تھا۔ حضرت مولانا محمد نور جمال صاحب نے ۱۹۸۲ء میں حج وزیارت اور ۲۰۰۵ء میں زیارت وعمرہ کی نعمت عظمیٰ حاصل کی۔ مولانا موصوف نے اپنی حیات مبارکہ کو خدمت دین متین اور مسلک حق اہلسنت وجماعت کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ آپ نے درج ذیل مقامات پر درس وتدریس اور امامت وخطابت کی ذمہ داریوں کو باحسن وجوہ نبھایا۔ مدرسہ عربیہ نور المدارس منڈی یزمان ضلع بہاول پور ۱۹۷۱ تا ۱۹۸۶ء مدرسہ عربیہ احیاء العلوم بورے والا ضلع وہاڑی ۱۹۹۲ء سے تا حال ۲۰۱۰ء یہی خدمت سرانجام دے رہے ہیں ہاں سب سے پہلے آپ نے اپنے گاؤں میں ہی پڑھانے کا آغاز فرمایا وہاں

تقریباً چار سال تک فی سبیل اللہ خدمتِ قرآن کریم میں مصروف رہے اور خطابت کے فرائض پورے کئے۔ اس وقت آپ جامع مسجد طوبیٰ بورے والا میں امامت و خطابت کے امور کو نہایت خوش اسلوبی سے نبھا رہے ہیں۔ یہ مسجد اپنے حسن و جمال کے باعث قابل دید ہے۔
حضرت مولانا موصوف سے اپنی زندگی کے کسی اہم واقعہ کے بارے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یوں تو میری زندگی کے سنہری واقعات کافی ہیں مگر دو واقعات کی بابت عرض کیے دیتا ہوں ایک یہ کہ جب میں نے اپنے پیر و مرشد کے حضور کراچی میں قرآن مجید سنانے کی سعادت حاصل کی تو آپ نے خوشی و مسرت کے عالم میں فرمایا۔ قاری صاحب جب آپ قرآن کریم کی تلاوت فرماتے ہیں تو جہاں تک تمہاری آواز جاتی ہے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی ہے پیر و مرشد کے یہ ایمان افروز، روح پرور کلمات میری زندگی کا بہترین اثاثہ ہیں۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب میں نے ۱۹۸۲ء میں حج و زیارت کی سعادت حاصل کی تو میرے رفقاء میں میرے ایک شاگرد حافظ محمد بوٹا بھی تھے جو منڈی یزمان کے ایک معروف زمیندار تھے۔ حسن اتفاق کہ حرم بیت اللہ شریف میں ایک مصری قاری سے ہماری ملاقات ہوگئی۔ دوران گفتگو حافظ محمد بوٹا نے اسے تعارف کراتے ہوئے کہا یہ میرے استاذ صاحب حافظ اور قاری قرآن ہیں یہ سنتے ہی مصری صاحب نے فرمایا تھوڑا سا قرآن مجید تو سنائیے۔ جب میں نے چند آیات تلاوت کیں تو وہ بے حد خوش ہوئے اور فرمایا ہم تو سمجھتے تھے کہ پاکستان میں قرآن کریم صحیح نہیں پڑھا جاتا مگر آج یقین ہوگیا کہ پاکستان میں نہایت خوش الحان اور دلکش انداز میں قرآن کریم پڑھنے والے موجود ہیں۔ ان کی اس تائید پر مجھے جو فرحت و راحت اور مسرت و خوشی محسوس ہوئی اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ فللہ الحمد۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحب کی اس کتاب کو قبولیت و محبوبیت عطا فرمائے اور طلباء کے لیے خضر راہ ثابت ہو۔

☆☆☆☆☆

آپ کے تلامذہ کرام

یوں تو تلامذہ کی تعداد سینکڑوں میں ہے مگر یہاں چند نام تحریر کر رہا ہوں۔ جو الحمدللہ خدمت دین میں مصروف ہیں۔

☆ قاری محمد سرور مظہری صاحب دربار عالیہ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی چشتیاں
☆ قاری عبدالرشید صاحب
☆ قاری محمد مسعود جمال مدرسہ عربیہ احیاء العلوم بورے والا
☆ قاری محمد عبدالعزیز صاحب مدرس جامعہ حنفیہ غوثیہ عارف والا
☆ قاری عبداللطیف صاحب شاکر۔ خطیب 475 ای بی بورے والا
☆ قاری محمد عمران رسول صاحب بورے والا
☆ علامہ مولانا قاری غلام رسول صاحب مدرس لاہور
☆ علامہ مولانا قاری علی رضا صاحب، نائب مہتمم مدرسہ عربیہ احیاء العلوم بورے والا
☆ قاری مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس لڈن ضلع وہاڑی
☆ قاری محمد انوار اللہ صاحب ہاشمی بی اے لاہور
☆ علامہ مولانا قاری صغیر احمد صاحب مدرس فیضان مصطفیٰ لڈن
☆ علامہ مولانا قاری قاضی فیاض احمد صاحب مدرسہ فیضان مصطفیٰ لڈن
☆ قاری سجاد اختر صاحب مدرس سرگودھا
☆ حافظ قاری محمد اورنگزیب صاحب خطیب چک 421 بورے والا
☆ قاری محمد اسحاق صاحب مدرس داد جملیرا بوریوالا
☆ مولانا قاری محمد ظفر اقبال مظہری صاحب چک 319 بورے والا
☆ قاری سلطان احمد مظہری صاحب چک 319 بورے والا

- ☆ حافظ قاری محمد رمضان فریدی صاحب مدرس چک 321 بورے والا
- ☆ حافظ قاری محمد اختر صاحب منچن آباد (بہاولنگر)
- ☆ علامہ مولانا قاری ممتاز احمد صاحب مدرس مدرسہ عربیہ احیاء العلوم بورے والا
- ☆ مولانا قاری محمد شعیب چشتی۔۔مدرس چشتی پیر خانہ بہاولنگر
- ☆ قاری محمد اکرم ڈھڈی صاحب دربار قبلہ عالم علیہ الرحمہ چشتیاں
- ☆ مولانا قاری محمد اکمل صاحب خطیب چک نمبر 515 بورے والا
- ☆ قاری محمد اشرف صاحب امام مسجد لاری اڈہ وہاڑی
- ☆ قاری محمد شفیع صاحب مدرس کراچی
- ☆ حافظ قاری محمد اکرم لکھویرا (بدانہ) چشتیاں مدرس لاہور
- ☆ قاری محمد صدیق صاحب چک چوبہ چشتیاں مدرس لاہور
- ☆ قاری محمد اصغر صاحب مظہری پرانی چشتیاں مدرس لاہور
- ☆ قاری محمد امجد سعید خطیب ہارون آباد
- ☆ حافظ قاری عبدالشکور صاحب۔مہار شریف چشتیاں
- ☆ قاری سید شاہد نصیر شاہ صاحب۔خطیب چک 44 حاصل پور
- ☆ مولانا قاری محمد امین صاحب خطیب چک عبداللہ بہاول نگر
- ☆ قاری محمد ارشاد صاحب مدرس جامع مسجد رائے ونڈ
- ☆ قاری کبیر احمد صاحب قادری خطیب و مدرس لاٹ بھٹیاں بورے والا
- ☆ قاری اعجاز احمد صاحب مدرس عیدگاہ چشتیاں
- ☆ قاری اللہ بخش صاحب منگھیر شریف چشتیاں
- ☆ قاری محمد الیاس صاحب منگھیر شریف چشتیاں
- ☆ علامہ قاری عطاء الرحمن صاحب مدرس عربیہ احیاء العلوم بورے والا

☆ قاری مولانا وحید النبی کھاتاں ہارون آباد

☆ علامہ قاری محمد عباس ڈاک خانہ چک جادے کا بہاول پور

☆ قاری عبد الغفار صاحب بستی گل پور شاہ پور ضلع بہاول پور

☆ مولانا قاری محمد اشفاق احمد مدرس عربیہ نور المدارس منڈی یزمان ضلع بہاول نگر

☆ علامہ مولانا قاری بشیر احمد چشتی صاحب مدرس عربیہ نور المدارس یزمان

☆ حافظ قاری محمد اعظم مظہری صاحب مہتمم مدرسہ مظہر القرآن یزمان

☆ حافظ قاری محمد نواز صاحب مدرس منڈی یزمان ضلع بہاولپور

☆ علامہ مولانا شاہ محمد شائق صاحب خطیب دد.بی والی مسجد ضلع بہاولپور

☆ علامہ مولانا اقبال احمد صاحب مہتمم مدرسہ نور المدارس ضلع بہاولپور

☆ حافظ قاری عبد الرحمن صاحب ۔ رانا ٹاؤن حاصل پور

☆ علامہ قاری عبد الرحمن عابد صاحب۔ مہتمم جامعہ شوکت العلوم 90 موڑ میاں چنوں

☆ قاری غلام مصطفیٰ اویسی صاحب۔ امام وخطیب مسجد بلال بورے والا

☆ قاری اللہ رکھا صاحب۔ بورے والا

☆ علامہ مولانا قاری رسول بخش صاحب۔ موضع تلہو حاصل پور

☆ علامہ مولانا قاری گل محمد صاحب احمد پور ڈاھا ضلع بہاول پور

☆ حافظ قاری واحد بخش صاحب مدرس حافظ صاحب والی مسجد جلال پور پیر والا

☆ حافظ قاری الٰہی بخش صاحب جلال پور پیر والا

☆ حافظ قاری رحیم بخش صاحب جلال پور پیر والا

☆ علامہ مولانا قاری عبد الغفور صاحب خطیب چک 32 / ایس پی پاکپتن

☆ قاری محمد احمد صاحب۔ حویلی لکھا

☆ حافظ قاری محمد یوسف صاحب مدرس چک 89/ ایل میاں چنوں

- ☆ علامہ مولانا قاری محمد امتیاز صاحب خطیب 155 /ایل ساہیوال
- ☆ قاری فاروق ارشد صاحب چک 14/72 ایل ساہیوال
- ☆ علامہ مولانا قاری مختار احمد صاحب مدرس جامعہ غوثیہ کھروڑ پکا
- ☆ حافظ قاری محمد منصف علی صاحب چک 743 / گ۔ب کمالیہ ضلع ٹوبہ
- ☆ قاری محمد طاہر صاحب چک ماڑھو۔حال لاہور
- ☆ حافظ قاری محمد حسین صاحب چک 92 پی ضلع رحیم یار خان
- ☆ قاری محمد ندیم صاحب قبولہ شریف۔مدرس چیچہ وطنی
- ☆ حافظ قاری عبد الستار صاحب مدرس انوار غوثیہ ماچھی وال۔وہاڑی
- ☆ حافظ قاری حاکم علی صاحب خطیب چک 9/107 ایل ساہیوال
- ☆ قاری سعید جمال چک نمبر 541 حال سعودی عرب
- ☆ قاری محمد اکمل صاحب چک 541 ای بی حال سعودی عرب
- ☆ قاری محمد حامد سرور چشتیاں۔حال سعودی عرب
- ☆ حافظ قاری غلام مرتضیٰ صاحب مدرس جامع مسجد طوبیٰ بورے والا
- ☆ حافظ قاری فرحان نذیر صاحب معروف نعت خواں بورے والا (وہاڑی)
- ☆ حافظ محمد بوٹا صاحب چک 110 ڈی بی منڈی بہاول پور

فقط: محمد منشا تابش قصوری مرید کے

مدرس: جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔(۲۶ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۴ دسمبر ۲۰۰۹ء دوشنبہ)

☆☆☆☆☆

تقریظ جلیل

شیخ المجودین استاذ القراء حضرت مولانا قاری ابوالارشد گوہر علی قادری دام فیوضہٗ

الحمدللہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد

بندۂ ناچیز نے عزیز محترم حضرت مولانا قاری نور جمال مظہری سلمہ کی تصنیف شدہ کتاب جمال الفرقان فی تجوید القرآن کا کئی جگہ سے مطالعہ کیا۔ دورِ حاضر میں فن تجوید و قراءت میں یہ نایاب نسخہ ہے۔ اس فن کے شائقین طلباء کے لیے یہ کتاب گراں قدر تحفہ ہے اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ تجوید و قراءت کے دقیق مسائل کو نہایت آسان اور سہل عبارت میں لکھا ہے۔ مولا تعالیٰ اپنے حبیب لبیب محمد مصطفی احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے وسیلہ جلیلہ سے حضرت قاری صاحب موصوف سلمہ کی عمر میں برکتیں فرمائے۔ اور اس کتاب کو دنیا و مافیھا اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔

آمین! بجاہِ حبیبہ الکریم ﷺ

خادم الفقراء فقیر ابوالارشد گوہر علی قادری غفرلہٗ

12-07-2009

☆☆☆☆☆

تقریظ

استاذ القراء حضرت مولانا قاری برخوردار احمد سدیدی مدظلہ العالی

جامعہ کریمیہ سدیدیہ لاہور

نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم جناب قاری نور جمال مظہری صاحب کی تجوید و قراءت کے موضوع پر تصنیف کردہ کتاب جمال الفرقان فی تجوید القران کے بعض مواقع کا مطالعہ کیا موصوف نے فن تجوید کے مسائل کو بہت آسان انداز میں بیان کیا ہے اور بڑی تحقیق کی ہے جو علم تجوید کے شائقین کے لیے ایک انمول تحفہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کی اس کوشش اور سعی
کو اپنی بارگاہِ اقدس میں شرف قبولیت عطا
فرمائے اور اس کتاب کو نافع بنائے۔(آمین)

والسلام

محمد برخوردار غفرلہ

20-07-2009

☆☆☆☆☆

تقریظ

استاذ القرآء القاری والمقری حضرت مولانا قاری ظہور احمد سیالوی مدظلہ العالی

مدرس شعبہ تجوید جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بندہ ناچیز نے محترم استاذ القرآء قاری نور جمال صاحب مظہری مدظلہ کی تصنیف شدہ کتاب جمال الفرقان فی تجوید القرآن کو مختلف جگہ سے دیکھا جس میں بڑی آسانی اور وضاحت سے مسائل کو پیش کیا گیا۔ محنتی طلباء کے لیے بہترین تحفہ ہے۔ مگر جب استاذ بھی سمجھانے والا ہو۔ اگر استاذ خود ہی محنتی نہیں (جیسے آج کل بدمحنت استاذ بھی ہیں) تو طلباء کو کیا سمجھائے گا۔ دعا ہے کہ اللہ کریم بجاہ النبی ﷺ موصوف قاری صاحب کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول و منظور فرمائے اور اساتذہ کو محنت سے پڑھانے کی توفیق بخشے تاکہ فریقین کے لیے فائدہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اسے مقبول عام فرمائے۔ آمین

دعا گو!

خادم القرآن قاری ظہور احمد سیالوی

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

☆☆☆☆☆

تقریظ

فخرالقرآء زینت القرآء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد رمضان سیالوی حفظہ اللہ

مکرمی و محترمی شیخ التجوید استاذ القرآء قاری محمد نور جمال مظہری زید مجدہ' کی تصنیف لطیف بنام "جمال الفرقان فی تجوید القرآن" نظر سے گزر کر زیادتی نور بصیرت و بصارت کا سبب بنی! کتاب جہاں فن تجوید کے تمام مسائل کو محیط ہے وہاں مسائل کے بیان میں انتہائی بسیط بھی ہے اور آخر میں سابقہ عنوان کے مطابق سوالات کا اضافہ یقیناً فائدہ مزید ہے کہ عام کتب اس سے خالی ہیں۔ البتہ بہت مفصل ہونے کے سبب مبتدی طلبہ کے لیے زیادہ موزوں نہیں ہے اور ابتداء یا آخر میں فہرست کا اضافہ کتاب کے استفادہ میں مزید مدد دے گا اور اگر عمدہ کاغذ خوبصورت ٹائٹل اور مضبوط جلد بندی بھی ہو تو صوری اعتبار سے بھی تجوید کے شائقین کے لیے بے مثال تحفہ ثابت ہوگی۔ رب کریم بوسیلہ رسول کریم ﷺ اسے نافع فرمائے اور مصنف کے لیے صدقہ جاریہ قرار فرمائے۔

آمین! بجاہ سید المرسلین علیہ اکرم التسلیم

حررہ' قاری مفتی محمد رمضان سیالوی عفی عنہ

سابق شیخ التجوید جامعہ تجوید القرآن کراچی

خطیب جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ

۲ شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ، 30 جولائی 2009ء بروز جمعرات

☆☆☆☆☆

تقریظ

استاذ القراء حضرت مولانا قاری ذوالفقار احمد برسالوی سلمہ اللہ تعالیٰ

مدرس شعبہ تجوید جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بندہ ناچیز نے کتاب جمال الفرقان فی تجوید القران کو بعض مقامات سے دیکھا الحمدللہ حضرت مولانا قاری ومقری محمد نور جمال مظہری صاحب نے انتہائی محنت اور تجربہ کے بعد بڑی جامع اور ضخیم دستاویز تیاز فرمائی ہے۔ جس میں مسائل تجوید وقراءت کو عام فہم اور آسان الفاظ میں بیان کیا ہے اور یہ کتاب بہت ساری کتب سے بے نیاز کرنے والی ہے اور بہت خوبیوں پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کی محنت کو قبول فرما کر اسے نافع عام بنائے۔ آمین

قاری ذوالفقار احمد برسالوی

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

☆☆☆☆☆

تقریظ

فخر القراء قاری محمد رفیق نقشبندی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

مدرس جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

اما بعد!

تجوید و قراءت کے مسائل پر مبنی کتاب زیر نظر رہی اس کے مختلف مقامات کو بغور دیکھا اور پڑھا استاذ القراء فخر القراء حضرت مولانا قاری محمد نور جمال مظہری صاحب نے تو ایسے تجربے کے بعد یہ ضخیم کتاب جمال الفرقان فی تجوید القرآن کو تصنیف فرمایا جس میں تجوید وقراءت پر کھلی تحریر فرمائی اور ایک نئے انداز کا مظاہرہ فرمایا اللہ رب العزت موصوف کی یہ کاوش قبول فرمائے اور آخرت میں قاری صاحب کے لیے نور بنائے اور تجوید وقراءت کے شائقین کے لیے نافع بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین

خادم العلماء والقراء محمد رفیق نقشبندی

معلم تجوید وقراءت جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

14-12-2009 بروز سوموار

☆☆☆☆☆

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين سيدنا ونبينا وحبيبنا و مولانا محمد و على اله واصحابه اجمعين

امابعد

قرآن مجید اللہ رب العزت کا مہتم بالشان کلام ہے۔ (کلام الملک ملک الکلام) کے تحت وہ اللہ خود بھی عظیم ہے اور اس کا کلام قرآن مجید بھی عظیم ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ تلاوتِ قرآن مجید میں اس کی صحیح ادائیگی اور عربی لب ولہجہ کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے۔ یاد رہے! قرآن پاک جب تک عرب میں رہا، صحیح پڑھا جاتا رہا کیونکہ قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا اور یہ زبان عربوں کی مادری زبان تھی اور وہ اس کے لب ولہجہ سے خوب واقف تھے۔ اس لیے وہ ایسے قرآن مجید کو جو غیر معرب اور غیر منقوط تھا۔ بلاتکلف بغیر کوئی غلطی کیے خوبصورت انداز میں پڑھتے تھے۔ مگر جب قرآن مجید عرب سے عجم میں آیا تو عربی سے ناواقفیت کی وجہ سے عجمیوں نے قرآن مجید غلط پڑھنا شروع کر دیا اور تلاوت کے دوران بڑی بڑی غلطیاں سرزد ہونے لگیں۔ نقطے نہ ہونے کی وجہ سے حروف کی پہچان ممکن نہ تھی۔ لہٰذا نقطے لگائے گئے اور اعراب نہ ہونے کی وجہ سے لفظی غلطیوں سے بچنا محال تھا پس اعراب یعنی زبر، زیر، پیش او جزم وغیرہ لگائے گئے۔ اب عجمیوں کو قدرے قرآن پاک پڑھنا تو آگیا مگر پڑھنے کا وہ معیار نہ تھا جو عربوں کا تھا پر باریک، غنہ، مد وغیرہ سے ناآشنائی اس کی خاص وجہ تھی اور پھر [illegible] ہجری کے قریب ان علماء کو جو قرآن کا درد رکھنے والے تھے۔ اس بات پر مجبور کر دیا کہ کچھ قواعد وضوابط ایسے مرتب کیے جائیں کہ جن پر عمل کر کے قرآن پاک کو مکمل صحیح اور منشاء الٰہی کے مطابق پڑھا جاسکے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جانِ ایمان اور جانِ کائنات آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّقْرَءَ الْقُرْاٰنُ كَمَآ اُنْزِلَ

اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ قرآن مجید جس طرح اترا ہے اسی طرح پڑھا جائے۔

(منح الفکریہ : عن خزیمہ)

چنانچہ ماہرین علماء نے اس پر جو قواعد و ضوابط وضع فرمائے۔ انہی قواعد و ضوابط کو علمِ تجوید کہتے ہیں۔ یوں تو اس علم پر بڑے بڑے اکابرین نے بہت محنت فرمائی اور زبردست کام کیا۔ بڑی بڑی کتابیں اس علم پر مرتب کر کے امت کے لیے قرآن پاک کو صحیح پڑھنا اور آسان کر دیا۔ مگر وہ کتابیں اکثر عربی میں لکھی گئیں جن کا سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات نہ تھی چنانچہ پھر ان کتابوں کے تراجم کیے گئے۔ برصغیر پاک و ہند میں اردو تراجم اور اہلِ فن کی اردو میں سعی و کاوشیں خوب رنگ لائیں اور آہستہ آہستہ لوگ ان فن سے واقف ہوتے گئے۔ اب الحمد للہ برصغیر بالخصوص پاکستان میں یہ فن عروج پر دکھائی دیتا ہے۔ بڑی چھوٹی بے شمار کتابیں اس فن پر دستیاب ہیں اور مزید کوششیں کی جا رہی ہیں۔ یہ مختصر رسالہ (جمال الفرقان فی تجوید القرآن) بھی انہی قواعد پر مشتمل ہے۔ گو یہ چھوٹی سی کتاب میری ملت کے اکابر قراء کی کتابوں کے سامنے اور بھی چھوٹی اور عام سی نظر آئے گی مگر صرف اس لیے قلم اٹھانے کی جسارت کر لی کہ اس بی بی کی طرح جو خریداران یوسف علیہ السلام میں نام لکھوانے کے لیے ہاتھ میں سوت کی انٹی لیے کھڑی یہ کہہ رہی تھی کہ مجھے پتہ ہے اس سے حضرت یوسف علیہ السلام خریدے نہیں جا سکتے مگر خریداروں میں میرا نام تو آ ہی جائے گا۔ پس اس کوشش سے یہ حقیر پر تقصیر محمد نور جمال مظہری اپنے کریم اللہ سے یہ امید رکھتا ہے کہ اس کے خاص کرم سے خدام قران میں کہیں نام آجائے۔ اٰمین! بجاہِ طٰهٰ ويٰسين

☆☆☆☆☆

علم التجوید

تعریف

تجوید کا لغوی معنی سنوارنا، عمدہ کرنا، کھرا کرنا اور اصطلاح قراء (قاریوں کی بول چال) میں ہر حرف کو اپنے مخرج سے نکالنا اور اس کی تمام صفات کو ادا کرنا ہے۔

تجوید کا موضوع

حروفِ تہجی، یعنی الف، با، تا، ثا...... یا تک، اُنتیس ۲۹ حروف۔

اس لیے کہ حروف ہی بنیاد ہیں۔ جب بنیاد درست ہو تو پوری عمارت درست بنتی ہے۔ ان حروف کو تہجی کہتے ہی اس لیے ہیں کہ ان سے ہجے (جوڑ) کرتے ہیں جس سے لفظ بنتے ہیں اور لفظوں کے اس مجموعے کا نام قرآن ہے جو حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ پر نازل فرمایا تو گویا یہ حروف قرآن پاک کی بنیاد ہیں۔ فن تجوید میں انہی حروف کے حالات و اوصاف ذاتیہ بیان کیے جاتے ہیں۔ اسی لیے بعض نے کہا تجوید کا موضوع ہوا (مخارج و صفاتِ حروف) مگر عرفِ عام میں جب حروفِ تہجی کہتے ہیں تو اس سے مراد یہی کلماتِ قرآنیہ کے حروف ہوتے ہیں۔ پس یہ کہنا کہ تجوید کا موضوع حروفِ تہجی ہیں۔ مناسب تر معلوم ہوتا ہے۔

غرض وغایت

تصحیح حروف یعنی حروف صحیح ہو جائیں۔ پس حروف صحیح ہو جائیں گے تو زبان قرآن مجید کی غلط ادائیگی سے بچ جائے گی اور قرآن پاک کو نازل شدہ طریقہ کے موافق پڑھنا آسان ہو جائے گا جس سے تلاوت عمدہ اور حسین ہو گی۔ یہی تجوید کی غرض وغایت ہے۔ چنانچہ کہا گیا کہ صَوْنُ اللِّسَانِ عَنِ الْخَطَاءِ فِیْ اَدَاءِ الْقُرْاٰنِ وَتِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ کَمَآ اُنْزِلَ وَ تَحْسِیْنُ الْقِرَآءَۃِ

یعنی زبان کو غلط ادائیگی سے بچانا اور قرآن کو نازل شدہ طریقہ کے موافق ادا کرنا اور

قراءت یعنی تلاوت کا عمدہ بنانا۔

فائدہ وثمرہ

رضائے الٰہی کا حصول اور فلاحِ دارین۔

تجوید کا حکم

هٰذَا الْعِلْمُ لَا خِلَافَ فِیْ اَنَّهٗ فَرْضُ کِفَایَةٍ وَالْعَمَلُ بِهٖ فَرْضُ عَیْنٍ
یعنی اس میں کسی کا نزاع نہیں کہ اس علم (تجوید) کو حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اور اس پر عمل کرنا فرضِ عین ہے۔ (المنح الفکریہ)

گویا علمِ تجوید کو کتابی صورت میں پڑھنا یا قواعد وقوانین یاد کرنا تو فرضِ کفایہ ہے اور اس کے قواعد کے مطابق قرآن مجید پڑھنا فرضِ عین ہے۔ فرضِ کفایہ اور فرضِ عین میں فرق بڑا واضح ہے جو اہلِ علم سے مخفی نہیں۔

فائدہ نمبر ۱

قرآن مجید کو تجوید سے پڑھنا فرض ولازم ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا۔

(وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِیْلًا) اَیْ اَنْزَلْنَاهُ بِالتَّرْتِیْلِ اَیْ بِالتَّجْوِیْدِ

نیز ارشاد فرمایا۔

(وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا) قَالَ الْبَیْضَاوِیْ اَیْ جَوِّدْهُ تَجْوِیْدًا الخ

نیز حضرت مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ ترتیل کا معنیٰ کیا ہے؟

فرمایا اَلتَّرْتِیْلُ هُوَ تَجْوِیْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ

حدیث شریف میں ارشاد ہے۔ اللہ رب العزت اس شخص کو محبوب بنا لیتا ہے جو قرآن مجید کو اس طرح پڑھے جیسا کہ وہ نازل ہوا ہے اور نزول کے بارے میں علامہ جزری علیہ الرحمۃ مقدمہ جزریہ میں فرماتے ہیں۔

لِاَنَّهٗ بِهِ الْاِلٰهُ اَنْزَلَا. وَهٰکَذَا مِنْهُ اِلَیْنَا وَصَلَا

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور اسی طرح ہم تک پہنچا ہے۔“ پس اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو ترتیل و تجوید سے پڑھنا نہایت ہی ضروری ہے۔

فائدہ نمبر ۲

تجوید میں اس بات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ الفاظ کی ادائیگی میں مساوات پائی جائے یعنی جس طرح اولاً ایک لفظ ادا کیا ہے اگر دوسرا لفظ بھی اسی جیسا آئے تو اس کو بھی اسی طرح ادا کرنا چاہیے۔ مثلاً ایک حرف کو پُر یا باریک یا مشدد یا مخفف یا مدغم یا مظہر ادا کیا اور دوسرا حرف بھی اسی کے ہم مثل آیا تو اس کو بھی بالکل اسی طرح ادا کرنا چاہیے جس طرح پہلے کو ادا کیا ہے تاکہ دونوں مساوی ادا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ ایک کو تو اچھی طرح اور توجہ سے ادا کیا اور دوسرے کو اس کے خلاف، ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

فائدہ ۳

تلاوتِ قرآن کی رفتار کے اعتبار سے تین درجے ہیں۔

۱ ترتیل

یعنی بہت ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرنا کہ مخارج اور صفات کا پورا پورا لحاظ رہے جیسے محافل میں قراء حضرات تلاوتِ قرآن کر کے ایمان والوں کو محظوظ کرتے ہیں۔

۲ حدر

یعنی قرآن مجید تیز پڑھنا۔ مگر اتنا تیز نہ پڑھے کہ الفاظ سمجھ نہ آئیں بلکہ ہر ہر حرف کو موتیوں کی طرح جوڑتا جائے۔ اس رفتار سے عام طور پر نمازِ تراویح میں پڑھا جاتا ہے۔

۳ تدویر

یعنی قرآن پاک کو ترتیل اور حدر کے درمیان پڑھنا کہ نہ تو زیادہ تیز ہو کہ حدر ہو

جائے اور نہ زیادہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھے کہ ترتیل ہو جائے بلکہ جس طرح فرض نمازوں میں درمیانی رفتار سے پڑھا جاتا ہے اسی کو تدویر کہتے ہیں۔

فائدہ ۴

تجوید کے ارکان چار ہیں۔

۱۔ مخارج الحروف کا جاننا

۲۔ صفات الحروف کا جاننا

۳۔ حروف کے تمام احکامات کو جاننا

۴۔ زبان کو حروف کی صحیح ادائیگی کا عادی بنانا۔

اور یہی رکن سب سے اہم ترین ہے کیونکہ صرف قواعد یاد کر لینے یا بعض کتابوں کے دیکھنے اور سننے سے تجوید حاصل نہیں ہوتی بلکہ اپنے مشائخ اساتذہ کی زبان سے الفاظِ قرآنی سن کر اسی طرح ادا کرنے کی کوشش، مشق اور ریاضت کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

علامہ جزری علیہ الرحمتہ مقدمہ جزریہ میں فرماتے ہیں۔

وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ تَرْكِهِ اِلَّا رِيَاضَةُ امْرِءٍ بِفَكِّهِ

ترجمہ: اور نہیں ہے فرق تجوید اور ترکِ تجوید میں، مگر یہ کہ آدمی کے منہ کی محنت

گویا زبان کو ادائیگی کا جتنا عادی بنائے گا، حروف کی ادائیگی اتنی ہی خوبصورت ہوگی اور یہی علمِ تجوید کا تقاضا و منشاء ہے۔

فائدہ ۵

علمِ تجوید کی وضع و ترتیب تقریباً ۱۵۰ ہجری سے شروع ہوئی اور اس کو وضع کرنے والوں میں......

۱۔ ابو عبد الرحمن خلیل بن احمد فراہیدی المتوفی ۱۷۰ ہجری

۲۔ عمرو بن عثمان قنبر الملقب بہ سیبویہ المتوفی ۱۸۸ ہجری

۳۔ محمد بن مستنیر عرف قطرب المتوفی ۲۰۹ ہجری

۴۔ یحییٰ بن زیاد فراء المتوفی ۲۰۷ ہجری

۵۔ مبرد المتوفی ۲۸۶ ہجری

شامل ہیں۔ اس علم کی فضیلت دیگر علوم پر ایسے ہی ہے جیسے قرآن پاک کی فضیلت دیگر تمام کتابوں پر کیونکہ اس کا تعلق کلام اللہ سے ہے جو اشرف الکلام ہے۔ نیز اس علم کا سیکھنا فرضِ کفایہ ہے کہ اڑتالیس میل میں ایک ماہرِ فن ہونا ضروری ہے۔ ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔

سوالات

۱۔ تجوید کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ کیا ہیں؟

۲۔ علم تجوید کا موضوع کیا ہے؟

۳۔ علم تجوید کی غرض و غایت کیا ہے؟

۴۔ حروف تہجی کون سے ہیں اور کتنے ہیں؟

۵۔ حروف تہجی کو تہجی کیوں کہتے ہیں؟ ۶۔ علم تجوید کا حکم کیا ہے؟

۷۔ تجوید کے ارکان میں سے اہم ترین رکن کون سا ہے؟

۸۔ حدر اور تدویر کی تعریف بیان کرو؟

۹۔ بہت ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کو کیا کہتے ہیں؟

۱۰۔ حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے فرمان پر ترتیل کے دو رکن ہیں ایک تجوید الحروف اور دوسرا..........؟

۱۱۔ علم تجوید کی ابتداء کب ہوئی؟

۱۲۔ اس کو وضع کرنے والوں کے نام بتائیں؟

۱۳۔ اس علم کی دیگر علوم پر فضیلت کس وجہ سے ہے؟

☆☆☆☆☆

لحن کی تعریف اور قسمیں

لحن کا لفظی معنی خطا کرنا اور غلطی اور اصطلاحی معنی قرآن مجید کو تجوید کے خلاف پڑھنا، غلط پڑھنا گو لحن کے لغوی معنی اور بھی بہت ہیں مثلاً سریلی آواز، لب ولہجہ، ذہانت، کلام کا مفہوم وغیرہ۔ مگر یہاں معنی وہی مراد ہیں جو اوپر لکھے گئے یعنی (غلطی) اور وہ اس لیے کہ جب لفظ لحن، لفظ تجوید کے مقابل اور ضد بن کر آئے تو یہی معنی ہونگے۔ تجوید کا معنی ہے (سنوارنا) ظاہر ہے اس کی ضد (خراب کرنا) ہوگی اور قرآن پاک کو خراب کرنا غلطی ہی تو ہے۔

لحن کی اقسام

لحن کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ لحن جلی ۲۔ لحن خفی

۱۔ لحن جلی

یعنی بڑی اور فاش غلطی کہ جسے ماہر وغیر ماہر دونوں طرح کے لوگ معلوم کرسکیں۔

۲۔ لحن خفی

یعنی چھوٹی اور پوشیدہ غلطی کہ جس کو صرف فن تجوید کے ماہر ہی معلوم کرسکیں۔

لحن جلی

پھر لحن جلی کی تفصیلی چھ صورتیں ہیں۔

۱۔ ابدال حرف بالحرف

یعنی کسی حرف کو حرف سے بدل دینا اور یہ تبدیلی خواہ مخرج کے بدل جانے سے ہو خواہ صفاتِ لازمہ کی وجہ سے دونوں کو شامل ہے۔ جیسے حا کی جگہ ھا یہ مخرج بدلنے سے ہوئی اور جیسے صاد کی جگہ سین کہ یہ تبدیل صفت ہے۔ نیز یہ تبدیلی عربی کے اُنتیس ۲۹ حرفوں میں سے ہو یا غیر عربی آواز جیسے ضاد کی ڈواد۔

۲۔ ابدال حرکت بالحرکت

یعنی زبر کی جگہ زیر، اور زیر کی جگہ پیش وغیرہ اور اکثر اس سے معنی بدل جاتے ہیں۔ جیسے اَنْعَمْتَ (تو نے انعام کیا اَنْعَمْتُ (میں نے انعام کیا) مگر معنی کی تبدیلی یہاں شرط نہیں صرف حرکت کی تبدیلی بھی لحن جلی ہے۔ (الجواہر)

۳۔ کسی حرف کو گھٹا دینا

مثلاً لَایَعْلَمُوْنَ کو لَیَعْلَمُوْنَ قَالُوْا کو قَالُ وغیرہ

۴۔ کسی حرف کو بڑھا دینا

مثلاً فَعَلَ کو فَعَلَا اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کو آ اللّٰہُ لَآ اِلٰہ اِلَّا ھُوَ وغیرہ

۵۔ سکون (جزم) کی جگہ حرکت پڑھ دی

مثلاً خَلَقْنَا کو خَلَقَنَا، ضَرَبْنَا کو ضَرَبَنَا وغیرہ

۶۔ حرکت کی جگہ سکون پڑھ دیا

مثلاً صَدَقَنَا کو صَدَقْنَا، جَمَعَ کو جَمْعَ وغیرہ ان تمام صورتوں میں یہ ضروری نہیں کہ تبدیلی معنی بھی ہو بلکہ یہ ہر صورت میں لحن جلی ہیں۔

۷۔ کسی مشدد کو مخفف کرنا یا مخفف کو مشدد پڑھنا بھی لحن جلی میں شامل ہے مثلاً بِرَبِّ الْفَلَقِ کو بِرَبِ الْفَلَقِ پڑھنا۔

۸۔ اور بعض نے مجہول حرکات کو بھی لحن جلی کہا ہے۔ ان دو کو شامل کرنے سے لحن جلی کی آٹھ صورتیں ہوگئیں۔ علامہ جزری علیہ الرحمتہ نے تمہید میں مکمل حرکت پر وقف کرنا اور مشدد کو مخفف کرنا یا مخفف کو مشدد کرنا کو لحن خفی میں شمار کیا ہے۔ لیکن علامہ مرعشی نے (جہد المقل) میں فرمایا کہ مشدد کو مخفف یا مخفف کو مشدد کرنے سے معنی بدل جائیں تو لحن جلی ہے اور اگر معنی نہ بدلیں تو لحن خفی جیسے وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا میں تا کو مخفف پڑھنے سے معنی نہیں بدلتے۔ لہٰذا یہ لحن

خفی ہے اور برب الفلق میں "با" کو مخفف پڑھنے سے معنی بدل جاتے ہیں۔لہٰذا یہ لحن جلی ہے اور حرکات کا ملہ پر وقف کرنا بہر حال لحن جلی ہے۔اس طرح لحن جلی کی صورتیں نو ہو گئیں۔ (حرکت پر وقف کو شامل کر کے) پس جن حضرات نے تشدید مخفف یا تخفیف مشدد میں معنی کی تبدیلی سامنے رکھی انہوں نے اس کو لحن جلی کہہ دیا اور جن حضرات نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی انہوں نے اسے لحن خفی کہا لیکن حق یہی ہے کہ اسے لحن جلی میں شمار کیا جائے کیونکہ قرآن شریف پڑھنے والوں کی اکثریت قرآن فہمی اور معانی سے ناواقف ہے۔انہیں کیسے معلوم ہو گا کہ یہاں معنی بدل جائیں گے یا نہیں۔پس تنبیہاً یہی کہا جائے کہ یہ لحن جلی ہے تو اسی خوف سے کسی مشدد کو مخفف یا مخفف کو مشدد کرنے سے باز رہیں گے۔

لحن خفی

وہ صفات جن کا تعلق حرف کے حسن سے ہو ان کو ادا نہ کرنا لحن خفی کہلاتا ہے یا یہ کہیں کہ صفاتِ عارضہ، محسنہ، محلیہ میں غلطی کرنا لحن خفی ہے جیسے اخفاء، اظہار، ادغام، مد، غنہ، صفتی، را کی تفخیم و ترقیق وغیرہ لحن جلی ہو جانے سے بعض اوقات معنی بدل جاتے ہیں۔جس سے نماز نہیں ہوتی اور ویسے بھی فسادِ معنی سے منشاءِ الٰہی کی مخالفت ہو گی جو تحریف کے زمرے میں آسکتی ہے۔اسی لیے لحن جلی کا پڑھنا حرام ہے اور لحن خفی سے معنی نہیں بدلتے صرف تحسین حروف میں فرق آتا ہے اس لیے اس کا پڑھنا مکروہ ہے مگر بچنا اس سے بھی ضروری ہے کیونکہ تجوید کا کمال یہی ہے کہ لحن جلی اور خفی دونوں سے بچا جائے۔

سوالات

۱۔ لحن کے لفظی معنی کیا ہے؟
۲۔ لحن کا معنی (غلطی) کب کرتے ہیں؟
۳۔ لحن جلی کی کتنی قسمیں ہیں؟ ۴۔ لحن خفی کی تعریف بیان کرو؟
۵۔ لحن جلی اور لحن خفی کا الگ الگ حکم بیان کرو؟
۶۔ حروف کی ذات میں نقص پیدا ہو تو لحن جلی ہو گی یا لحن خفی؟

۷۔ صفاتِ عارضہ ادا نہ ہوں تو حرف کی ذات ناقص ہو گی یا حرف کا حسن فوت ہو گا؟

۸۔ ابدال حرکت بالحرکت کی کوئی مثال دیں؟

۹۔ حرکت کاملہ پر وقف کرنا لحن جلی ہے یا لحن خفی؟

۱۰۔ لحن جلی سے اگر معنی نہ بدلیں تو بھی حرام ہو گی یا نہیں؟

استعاذہ اور بسملہ کا بیان

استعاذہ

قرآن مجید شروع کرنے سے پہلے استعاذہ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ پڑھنا ضروری ہے کیونکہ ابتداءِ قراءت یا تلاوت ہی استعاذہ کا محل اور موقع ہے۔ قولہ تعالیٰ فَاِذَا قَرَءْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ( )

فَاسْتَعِذْ صیغہ امر ہے جو وجوب کا فائدہ دیتا ہے اسی لیے امام ثوری داؤد ظاہری و دیگر کے نزدیک استعاذہ واجب ہے۔ مگر جمہور کا مشہور قول یہ ہے کہ تلاوت سے قبل استعاذہ سنت ہے۔ (الجواہر)

قراء کے ہاں ہر ابتداءِ تلاوت میں استعاذہ ضروری ہے۔ اس لیے کہ استعاذہ قرآن اور غیر قرآن میں فاصل ہے۔ پس جب بھی غیر قرآن سے قرآن میں آنا چاہیں تو درمیان میں استعاذہ ضروری ہے۔ تاکہ قرآن اور غیر قرآن میں امتیاز ہو جائے۔

شرعی اور عرفی حکم

ارشاد خداوندی فَاسْتَعِذْ کے تحت استعاذہ واجب ہے۔ مگر علماء و فقہاء کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے واجب کہا اور اکثر نے سنت، جیسا کہ اوپر گزرا۔ سوال یہ ہے کہ واضح حکم خداوندی کے باوجود علماء استعاذہ کے وجوب پر متفق کیوں نہیں؟ اس کا جواب جو قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ نے دیا وہی ہم تفسیر مظہری سے نقل کیے دیتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں : جمہور نے دیکھا کہ بعض اوقات سید عالم ﷺ نے قراءت سے قبل تعوذ نہیں فرمایا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو جمہور عدم وجوب پر ہرگز متفق نہ ہوتے۔

چنانچہ صحیحین کی متعدد روایات میں پیارے محبوب ﷺ کی قراءت سے قبل تعوذ مروی نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جانِ عالم ﷺ رات کے آخری حصہ میں بیدار ہوئے اور آسمان کی طرف نظر فرما کے اس طرح تلاوت فرمائی۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۝

حتیٰ کہ سورۃ ختم تک آپ نے پڑھا (گویا تلاوت سے قبل استعاذہ مروی نہیں) اور مسلم شریف میں بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ ایک روز اصل کائنات ﷺ تشریف فرما تھے کہ آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا۔ کچھ دیر بعد آپ نے سرِ انور اٹھایا اور متبسم ہو کر فرمایا۔ مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی اور پھر پڑھنا شروع فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝ اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۝
اِلٰی اٰخِرِ السُّوْرَةِ تو اس روایت میں بھی استعاذہ مروی نہیں

نیز ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں تعوذ کے عدمِ وجوب کی دلیل یہ ہے کہ تعوذ شرط اور تلاوت مشروط ہے تو جب مشروط یعنی قراءت ہی واجب نہیں تو پھر شرط کیوں واجب ہو سکتی ہے۔ بخلاف نماز اور وضو کے، کہ اس میں مشروط (نماز) فرض ہے۔ اس لیے شرط (وضو) بھی واجب ہے لیکن یہ ساری بحث صرف اعتقادی ہے۔ عملاً اور عرفاً استعاذہ ضروری ہے۔ جیسا کہ اوپر گزرا یعنی عند القرآء استعاذہ ضروری اور واجب ہے مگر یہ وجوب عرفی ہے شرعی نہیں ہے۔

فائدہ

ابتداءِ قراءت وتلاوت کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔

ا۔ مطلقاً تلاوت کی ابتداء کرنا۔

۲۔ تلاوت کرتے کرتے غیر قرآن میں آگیا۔ مثلاً باتیں شروع کردیں یا نعت شریف، نظم یا نغمہ کہنا شروع کردیا۔ کوکسی کو سلام کا جواب ہی دیا ہو۔

۳۔ تلاوت کرتے کرتے اٹھ گیا اور کسی اور جگہ تلاوت شروع کی، مجلس بدل گئی۔

۴۔ تلاوت کرتے کرتے خاموش ہوگیا۔ پس اگر ایک رکعت کی مقدار خاموش رہا ایسی رکعت جس میں ارکان وسنن ومستحبات کی رعایت ہو۔

ان تمام صورتوں میں استعاذہ ضروری ہے۔

بَسْمَلَہ

جس طرح ابتداءِ قراءت وتلاوت میں استعاذہ ضروری ہے خواہ ابتداء تلاوت، شروع سورت سے ہو یا سورت کے درمیان سے ہو۔ اسی طرح ابتداءِ سورت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا ضروری ہے۔ خواہ ابتداءِ سورت، تلاوت کے شروع میں ہو یا تلاوت کے درمیان سے۔ مجموعی طور پر تین صورتیں ہونگی۔

ا۔ تلاوت کی بھی ابتداء ہو اور سورت کی بھی ابتداء ہو۔ اس میں استعاذہ اور بسملہ دونوں ضروری ہیں کیونکہ دونوں کا محل اور موقع موجود ہے۔

۲۔ تلاوت کی ابتداء ہو مگر سورت کا درمیان ہو۔ اس میں استعاذہ تو ضروری ہے مگر بسملہ میں اختیار ہے۔ برکت کے لیے پڑھے تو ثواب ہے، نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔

۳۔ تلاوت کے درمیان کوئی سورت شروع ہوجائے۔ اس میں صرف بسملہ ضروری ہے۔ اس کی مزید وضاحت انشاء اللہ آگے آرہی ہے۔ اگر تلاوت سورت براءۃ سے

شروع کرے تو اعوذ باللہ پڑھے اور بسم اللہ نہ پڑھے۔

استعاذہ اور بسملہ کی صورتیں

اوپر معلوم ہو چکا کہ اعوذ باللہ کا محل اور موقع ابتداء قرأت وتلاوت ہے اور بسم اللہ کا محل وموقع ابتداء سورت۔ پس جہاں استعاذہ اور بسملہ دونوں مطلوب ہوں وہاں پڑھنے کی صورتیں چار ہونگی۔

۱۔ فصلِ کل ۲۔ وصل کل

۳۔ فصلِ اول وصل ثانی ۴۔ وصل اول فصلِ ثانی

فصل کل

اعوذ باللہ، بسم اللہ اور سورت تینوں کو الگ الگ کر کے پڑھنا یعنی رجیم پر وقف کرے۔ پھر رجیم پر وقف کرے پھر سورت شروع کرے۔

وصل کل

اعوذ باللہ، بسم اللہ اور سورت کو اس طرح ملا کر پڑھے کہ درمیان میں رجیم اور رحیم پر وقف نہ کرے بلکہ ایک ہی سانس میں تینوں کو اکٹھا کر دے۔

فصل اول، وصل ثانی

اعوذ باللہ کو الگ پڑھے یعنی رجیم پر وقف کرے اور بسم اللہ کو سورت سے ملا دے۔

وصل اول فصل ثانی

اعوذ باللہ اور بسم اللہ کو ملا دے۔ یعنی رجیم کی بجائے رحیم پر وقف کرے اور سورت کو الگ پڑھے۔

ابتداء تلاوت کی تین صورتیں

اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ

۱۔ ابتداء تلاوت، ابتداء سورت : اعوذ باللہ اور بسم اللہ دونوں کا محل ہے۔

۲۔ ابتداء تلاوت از درمیان سورت : اعوذ باللہ کا محل، بسم اللہ کا اختیار۔

۳۔ ابتداء سورت درمیان تلاوت : صرف بسم اللہ کا محل۔

مزید تفصیل ملاحظہ ہو۔

اول ابتداء تلاوت از ابتداء سورت

یعنی تلاوت کی ابتداء سورت کے شروع سے ہو تو وصل و فصل کی چاروں صورتیں جائز ہیں۔ مگر ان میں فصل کل سب سے عمدہ وجہ ہے اور اگر تلاوت کی ابتداء سورت براءت کے شروع سے ہو۔ تو صرف اعوذ پڑھیں، بسم اللہ نہ پڑھیں کہ یہی مذہب قوی ہے۔ اس صورت میں دو وجوہ ہونگی۔

۱۔ فصل : یعنی رجیم پر ٹھہر جائیں اور پھر سورت شروع کریں۔

۲۔ وصل : یعنی رجیم کو براءت سے ملا کر پڑھیں اور اگر اعوذ باللہ اور بسم اللہ دونوں پڑھیں (جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے) تو چار صورتوں میں سے فصل کل سب سے بہتر وجہ ہے اور وصل اول، فصلِ ثانی جائز ہے۔ رہیں دوسری دو وجوہ یعنی وصل کل اور فصلِ اول، وصل ثانی تو یہ ناجائز ہیں کیونکہ ان میں بسم اللہ کا براءت سے وصل ہو جاتا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ بھی بسم اللہ کا محل ہے حالانکہ یہاں بسم اللہ صرف برکت کے لیے ہے نہ کہ ابتداء سورت کے لحاظ سے۔

دوم : ابتداء تلاوت از درمیان سورت

یعنی کسی سورت کے درمیان سے تلاوت شروع کرنا۔ یہاں استعاذہ تو ضروری ہے مگر بسم اللہ میں اختیار ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ پس اگر صرف اعوذ باللہ پڑھیں اور بسم اللہ نہ پڑھیں تو دو وجہیں ہونگی۔ اعوذ کا آیت کے ساتھ ۱۔ فصل ۲۔ وصل

اور یہ دونوں وجہیں جائز ہیں۔ مگر یہ بات ذہن نشین رہے کہ

۱۔ جو آیتیں اللہ کریم کے مقدس ناموں سے شروع ہوتی ہیں جیسے اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یا الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

۲۔ ایسی ضمیروں سے جو حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف لوٹ رہی ہوں۔ جیسے هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ یا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○

۳۔ جس آیت کے شروع میں لفظ محمد ﷺ جیسے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ تو ان آیتوں سے الرجیم کا وصل احتراماً جائز نہیں بلکہ فصل ہی عمدہ تر ہے۔

سوئم: ابتداء سورت از درمیان تلاوت

یعنی تلاوت کے درمیان کوئی سورت شروع ہو جائے تو یہاں صرف بسم اللہ پڑھی جائے گی اور وصل وفصل کی چاروں صورتوں میں سے تین جائز ہیں اور ایک ناجائز ہے۔ پس فصل کل، وصل کل، فصل اول وصل ثانی تو جائز ہیں مگر وصل اول، فصل ثانی اس لیے ناجائز ہے کہ اس طرح پڑھنے سے شبہ ہوتا ہے کہ بسم اللہ کا تعلق ختم ہونے والی سورت کے ساتھ ہے حالانکہ بسم اللہ شریف کسی بھی سورت کے شروع میں پڑھی جاتی ہے نہ کہ آخر میں۔ اس کو حضرت قاری عبدالرحمن صاحب مکی رحمتہ اللہ علیہ نے فوائد مکیہ میں اس طرح بیان فرمایا۔ جب ایک سورت ختم کر کے دوسری سورت شروع کی جائے تو تین صورتیں جائز ہیں اور چوتھی جائز نہیں یعنی فصل کل اور وصل کل اور فصل اول، وصل ثانی جائز ہیں اور وصل اول، فصل ثانی جائز نہیں۔ (انتھی بلفظہ) یاد رہے یہ ناجائز اور وصل وفصل کی تمام صورتیں اختیاری وعرفی ہیں نہ کہ واجبی اور شرعی۔

سورت براءت پر بسم اللہ کی توضیح

براءت کی ابتداء اگر تلاوت کے درمیان ہو کہ سورت انفال ختم اور براءت شروع کریں تو بالاتفاق بسم اللہ نہیں پڑھی جائے گی اور اگر سورت براءت سے ابتداء تلاوت کے شروع میں ہو یعنی تلاوت کی ابتداء ہی سورت براءت کے شروع سے ہو تو بسم اللہ نہ پڑھی

جائے گی اور یہ عام اہل فن کی رائے ہے۔ بلکہ ابو الحسن بن غلبون اور ابو محمد مکی وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے مگر سخاوی اور ابو الفتح بن شیطا نے کہا کہ ابتداء سورت کی حیثیت سے تو نہ پڑھے البتہ برکت کے لیے پڑھ سکتے ہیں۔

فائدہ نمبر ۱

سورت براءت کے درمیان سے تلاوت شروع ہو یعنی کسی رکوع یا کسی آیت سے، تو جمہور کے نزدیک دیگر سورتوں کی طرح بسم اللہ پڑھنی جائز ہے گو بعض نے منع بھی کیا ہے۔

فائدہ نمبر ۲

سورت براءت کی ابتداء میں بسم اللہ نہ پڑھنے کی دو وجہ علماء نے بیان فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں جہاد و قتال کا حکم نازل ہوا جس میں قہر و غضب کا تصور ہے اور بسم اللہ سراسر رحمت ہے۔ حضرت مولائے کائنات مولا علی شیر خدا (کرم اللہ وجہہ الکریم) سے منقول ہے کہ بسم اللہ امان ہے اور یہ سورت سیف (تلوار) کے ذریعے رفع امان کے لیے نازل ہوئی۔ اس لیے رحمت و غصہ اور امان و سیف کا جمع کرنا مناسب نہیں۔ دوسرے یہ کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ سورت براءت ایک الگ سورت ہے یا سورت انفال و براءت دونوں ایک ہی سورت ہیں۔ اسی لیے بعض نے دونوں سورتوں کو الگ الگ سورت نہیں بلکہ ایک ہی سورت کہا ہے۔ مگر مذکورہ دونوں وجہیں نکتہ اور حکمت پر مبنی ہیں۔

اصل اور حقیقی علت و وجہ یہ ہے کہ اجماع صحابہ علیہم الرضوان سے اس پر قرآن میں بسم اللہ لکھی نہیں گئی اور آج تک اسی پر عمل ہے۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان یہاں بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے کیونکہ اگر صحابہ کرام علیہم الرضوان خود پڑھتے تو یہاں بسم اللہ ضرور لکھتے۔ پس دورِ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ہر زمانے میں لکھی اور پڑھی نہیں گئی۔

سوال: فوائد مکیہ کی عبارت ملاحظہ ہو (امام عاصم کے نزدیک جن کی روایت حفص تمام جہاں میں پڑھی جاتی ہے۔ ان کے یہاں بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے۔ تو اس لحاظ سے جس سورت کو قاری بلا بسم اللہ پڑھے گا تو وہ سورت امام عاصم کے نزدیک ناقص (نامکمل) ہوگی۔ ایسے ہی اگر سارا قرآن پڑھا جائے تو جتنی سورتوں میں بسم اللہ نہیں پڑھی ہے اتنی آیتیں قرآن شریف میں ناقص یعنی کم ہونگی)

فوائد مکیہ تو چاہیے تراویح میں ہر سورت سے پہلے بسم اللہ بھی جہر سے پڑھی جائے مگر حنفیوں کے ہاں ایسا نہیں ہوتا بلکہ صرف کسی ایک سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھی جاتی ہے۔

جواب: ہم یہاں طویل بحث سے احتراز کرتے ہوئے صرف یہ عرض کریں گے کہ قراءت کے امام حضرت عاصم کوفی رحمتہ اللہ علیہ ہیں تو فقہ میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور نماز میں کلھم تقلید امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی ہوتی ہے۔ امام صاحب کے نزدیک بسم اللہ ہر سورت کا جز نہیں صرف قرآن کا جز ہے اور قرآن پاک کو مکمل کرنے کے لیے ایک بار بسم اللہ پڑھ لی جاتی ہے۔

اس کو اس طرح بھی تطبیق دے سکتے ہیں کہ نماز میں تو امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی تقلید ہو اور نماز سے باہر جب قراءت و تلاوت ہو تو امام عاصم رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ ضرور پڑھی جائے۔

فائدہ: سورت انفال ختم کر کے براءت شروع کرے اور درمیان میں بسم اللہ نہیں پڑھتا تو تین وجوہ صحیح ہیں۔

۱۔ وصل کہ عَلِيْمٌ پر بَرَآءَةٌ سے اقلاب کرتے ہوئے ملا کر پڑھا جائے۔
۲۔ فصل کہ عَلِيْمٌ پر ٹھہر جائے اور اگلے سانس میں بَرَآءَةٌ شروع کرے۔
۳۔ سکتہ کہ عَلِيْمٌ پر آواز روک کر اسی سانس میں بَرَآءَةٌ شروع کرے۔

اللہ و رسولہ اعلم

سوالات

۱۔ استعاذہ کا محل کیا ہے؟

۲۔ بسم اللہ کا محل کیا ہے؟

۳۔ سورت کے درمیان سے قراءت ہو تو بسم اللہ کا حکم کیا ہے؟

۴۔ فصل اور وصل کے کیا معنی ہیں؟

۵۔ سورت انفال ختم کر کے سورت توبہ شروع کریں تو بسم اللہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

۶۔ ایک سورت ختم کر کے دوسری سورت شروع کریں تو وصل اول، فصل ثانی ناجائز ہے......کیوں......؟

۷۔ سورت توبہ سے پہلے بسم اللہ کیوں نہیں پڑھتے؟

۸۔ ابتداءِ تلاوت و قراءت کی کم از کم کتنی صورتیں ہو سکتی ہیں؟

۹۔ سورت انفال ختم کر کے سورت توبہ شروع کرے اور درمیان میں بسم اللہ نہیں پڑھتا تو کتنی وجوہ صحیح ہیں؟

۱۰۔ کس کے نزدیک بسم اللہ ہر سورت کا جز (حصہ) ہے؟

☆☆☆☆☆

مخارج الحروف

مخارج

تجوید کا پہلا اور نہایت اہم جزو ہے۔ مخارج جمع ہے مخرج کی، مخرج کا معنی ہے نکلنے کی جگہ۔ مَوْضِعُ ظُهُوْرِ الْحَرْفِ وَتَمَيُّزِهٖ عَنِ الْغَيْرِ
یعنی حرف کے ظہور اور اپنے غیر سے الگ ہونے کی جگہ۔
اصطلاح قراء میں منہ کے موقعوں میں سے وہ خاص موقع ومقام جہاں سے حرف کی ذات صحیح طور پر پوری مقدار میں ادا ہو۔ پھر مخرج کی دو قسمیں ہیں؟

ا۔ محقق

وَهُوَ جُزْءٌ مُّعَيَّنٌ مِنْ اَجْزَآءِ الْحَلْقِ وَاللِّسَانِ وَالشَّفَةِO
یعنی حلق، زبان اور ہونٹوں کا معین حصہ۔

۲۔ مقدر

وہ ہے جو یا تو حلق، زبان اور ہونٹوں کا جز ہی نہ ہو۔ جیسے خیشوم اور اگر جز ہو تو جز معین نہ ہو۔ جیسے جوفِ دہن۔

اصولِ مخارج

اصول جمع ہے اصل کی۔ اصل کا معنی (جڑ) پس مخارج کے اصول (جڑیں) پانچ ہیں۔
حلق، زبان ، دونوں ہونٹ ، خیشوم ، جوفِ دہن پہلے تین کو محقق (تحقیق شدہ) اور دوسرے دو کو مقدر (غیر تحقیق شدہ) کہتے ہیں۔ حلق میں تین مخرج ہیں۔ زبان میں دس، ہونٹوں میں دو، خیشوم اور جوفِ دہن میں ایک ایک تو اس طرح کل مخارج (خلیل نحوی اور جمہور کے نزدیک) سترہ ہیں۔

مخارج کی ترتیب

پہلا مخرج

جوف دہن یعنی منہ کا خلا۔ اس سے تین حروف واو، الف اور یا ادا ہوتے ہیں، مگر جب یہ مدہ ہوں۔ یعنی واو ساکن سے قبل ضمہ (پیش) ہو، الف ساکن سے پہلے فتحہ (زبر) ہو اور یا ساکن سے قبل کسرہ (زیر) ہو۔ جیسے نُوحِيهَا یا اُوتِيْنَا انکو حروف مدہ، جوفیہ اور ہوائیہ بھی کہتے ہیں۔

دوسرا مخرج

اقصیٰ حلق، یعنی حلق کا وہ حصہ جو سینہ سے ملا ہوا ہے۔ اس سے "ہمزہ" اور "ھا" نکلتے ہیں۔

تیسرا مخرج

وسط حلق یعنی حلق کا درمیان۔ اس سے "ع" اور "ح" ادا ہوتے ہیں۔

چوتھا مخرج

ادنیٰ حلق یعنی حلق کا وہ حصہ جو منہ کے قریب ہے۔ یہاں سے "غ" اور "خ" نکلتے ہیں۔ ان چھ حرفوں کو حلقی کہتے ہیں۔

پانچواں مخرج

زبان کی جڑ اور مقابل اوپر کا تالو، یہاں سے ق ادا ہوتا ہے۔

چھٹا مخرج

ق کے مخرج سے ذرا سا منہ کی طرف ہٹ کر "ک" کا مخرج ہے۔ ان دونوں کو لھاتیہ کہتے ہیں کہ یہ لہات (کوے) کے قریب سے ادا ہوتے ہیں۔

لھات

گوشت کا وہ ٹکڑا جو زبان کی جڑ کے مقابل اوپر تالو میں لٹکا ہوا ہے۔اسے اُردو میں کوا پنجابی میں گھنڈی اور سرائیکی میں سنگھری کہتے ہیں۔

ساتواں مخرج

زبان کا درمیان اور اوپر کا تالو،یہاں سے ج،ش اور ی نکلتے ہیں۔مگر (یا جب کہ مدہ نہ ہو) یعنی یائے لین اور یائے متحرک۔ان تین حرفوں کو شجریہ کہتے ہیں۔

شجر

زبان اور تالو کے درمیان اس پھیلاؤ اور خلاء کو کہتے ہیں جو منہ کے بند ہونے کی حالت میں بھی کھلا رہتا ہے۔آگے جو مخارج آئیں گے ان میں اکثر کا تعلق دانتوں سے ہے۔پس پہلے دانتوں کے نام یاد کر لیے جائیں تاکہ مخارج کی معرفت میں آسانی رہے۔

کل بتیس دانتوں کے چھ نام ہیں ان کو اچھی طرح یاد کر لیں۔

ثنایا	رباعیات	انیاب
ضواحک	طواحن	نواجذ

اور اب سمجھئے کہ پہلے تین نام تو بارہ دانتوں کے ہیں اور دوسرے تین نام بیس ڈاڑھوں کے ہیں۔سامنے والے چار دانتوں کو ثنایا کہتے ہیں اور یہ ناک کی سیدھ میں دونوں لبوں کے درمیان بالکل سامنے اوپر نیچے نظر آتے ہیں۔اوپر والوں کو ثنایا علیا اور نیچے والوں کو ثنایا سفلی کہتے ہیں۔پھر ثنایا سے ملے ہوئے چار دانت ہیں۔ثنایا علیا کے دائیں اور بائیں دو اسی طرح ثنایا سفلی کے دائیں بائیں دو یعنی اوپر نیچے دائیں بائیں چاروں جانب ایک ایک ان کو رباعیات کہتے ہیں۔پھر اسی ترتیب سے چاروں جانب رباعیات کے پہلو میں چار دانت نوکدار ہیں۔انہیں

انیاب کہا جاتا ہے۔ پھر انیاب سے ملی ہوئی چار ڈاڑھیں اسی ترتیب سے چاروں جانب ایک ایک ضواحک کہلاتی ہے پھر ضواحک سے متصل بارہ ڈاڑھیں ہیں۔ تین تین چاروں جانب ان کو طواحن کہتے ہیں۔ پھر بالکل آخر میں طواحن سے ملی ہوئی چار ڈاڑھیں نواجذ کہلاتی ہیں۔ خوب سمجھ لیں۔ عربی میں ڈاڑھوں کو اَضْرَاس کہتے ہیں۔ جس کی واحد ضِرْس ہے۔

آٹھواں مخرج

حافۂ زبان اور اضراسِ علیا (اوپر والی ڈاڑھیں) کی جڑیں۔ یہ ض کا مخرج ہے۔ اسے حافیہ کہتے ہیں۔

حافہ

زبان کی دائیں بائیں سائیڈ یا کروٹ کا وہ حصہ جو ڈاڑھوں کے برابر اور سامنے ہے۔ نیز طرفِ لسان، زبان کی کروٹ کا وہ حصہ جو ڈاڑھوں سے آگے دانتوں کے برابر اور سامنے ہے مگر یہاں زبان پتلی ہو جاتی ہے۔ ایک اور انداز سے سمجھئے کہ! نواجذ، طواحن اور ضواحک کے سامنے آنے والی کروٹ کو حافہ اور انیاب، رباعیات اور ثنایا کے سامنے آنے والی کروٹ کو طرف کہتے ہیں۔

نواں مخرج

طرف زبان مع کچھ حصہ حافہ جب ثنایا، رباعی انیاب اور ضواحک کے مسوڑوں سے لگے۔ یہ "لام" کا مخرج ہے۔

دسواں مخرج

طرفِ لسان، ثنایا، رباعی اور انیاب کے مسوڑھے۔ یہ "نون" کا مخرج ہے۔

گیارھواں مخرج

طرفِ لسان ثنایا، رباعی اور انیاب کے مسوڑھے۔ مگر اس میں پشتِ زبان کو بھی دخل ہے۔ یہاں سے "را" ادا ہوتی ہے۔ ان تین حرفوں کو طرفیہ اور ذلقیہ کہتے ہیں۔
یاد رہے! طرفیہ ان کا مخرجی نام ہے۔ اور ذلقیہ صفتی

بارھواں مخرج

زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ۔ یہ ط، د، اور ت کا مخرج ہے۔ ان حروف کو نِطعِیہ کہتے ہیں۔

نطع

یہ تالو اور مسوڑھوں کے درمیان ابھری ہوئی اور کھردری جگہ ہے اور یہ ثنایا علیا کی جڑ کے بالکل متصل ہی ہوتی ہے۔ اس لیے ان حروف کو نِطعِیہ کہہ دیتے ہیں۔

تیراھواں مخرج

زبان کی نوک اور ثنایا علیا کے اندر کے کنارے۔ یہاں سے ظ، ذ اور ث ادا ہوتے ہیں۔ ان تین حروف کو لِثَوِیّہ کہتے ہیں۔
لِثَوِیّۃ، لِثوِیّۃ اور لُثوِیّہ تینوں طرح درست ہے۔ لِثّہ یا لثہ مسوڑھے کو کہتے ہیں اور یہ حروف لِثہ کے قریب سے ادا ہوتے ہیں۔ نیز بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ ان حرفوں کو ادا کرتے وقت سانس پھیلتی ہے اور لثہ سے ٹکراتی ہے۔ (جھد المقل)

نوٹ: یہ نام صرف حرفوں کی پہچان کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ ان میں تھوڑی بہت مناسبت بھی کافی ہے۔

چودھواں مخرج

زبان کی نوک اور ثنایا سُفلی کے کنارے مع اتصال ثنایا علیا کے، ز، س، ص کا مخرج ہے۔ ان تینوں حرفوں کو اَسَلِیہ کہتے ہیں۔ ان لیے کہ اَلْاَسَلَہ زبان کی نوک کو کہتے ہیں اور حروف بھی زبان کی نوک سے ادا ہوتے ہیں۔

نوٹ: مخرج کے اعتبار سے ان حرفوں کا نام اَسَلِیہ اور صفات کے اعتبار سے صفیریہ ہے۔ پس مخارج کے باب میں ان کو اَسَلِیہ اور صفات کے باب میں صفیریہ کہنا ہی مناسب تر ہے۔

پندرھواں مخرج

ثنایا علیا کے کنارے اور نچلے ہونٹ کا درمیان، یہ ف کا مخرج ہے۔

سولھواں مخرج

دونوں لب، ان سے ب، م، و، ادا ہوتے ہیں۔ ان چار حروف ف، ب، م، و کو شفویہ کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ شفتیں (ہونٹوں) سے ادا ہوتے ہیں۔

نوٹ: "با" ہونٹوں کی تری سے میم ہونٹوں کی خشکی سے ادا ہوتی ہے۔ اس لیے "با" کو بحری اور میم کو بری کہتے ہیں۔ نیز "واؤ" ہونٹوں کے گول کرنے سے ادا ہوتی ہے۔

سترھواں مخرج

خیشوم یعنی ناک کا بانسہ۔ یہ غنہ کا مخرج ہے۔

نوٹ: خیشوم سے مراد وہ نرم چیز ہے جو ناک کی جڑ میں منہ کے اندر والے حصہ کی طرف حلق کے سامنے لگی ہوئی ہے۔ وَهُوَ الْخَرْقُ الْمُنْجَذِبُ مِنْ اَقْصَى الْاَنْفِ یعنی ناک کی جڑ کے اندرونی شگاف میں ایک نرم سی رگ، جو رینٹھ وغیرہ کے کھینچنے کا مقام ہے۔ اس سے نون اور میم بحالت غنہ ادا ہوتے ہیں۔ مزید تفصیل

ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

فوائد یہاں تک حروف کے مخارج بیان ہوئے۔

دو لہاتیہ	۳	چھ حلقیہ	۲	تین حروفِ جوفیہ	۱
تین طرفیہ	۶	ایک حافیہ	۵	تین شجریہ	۴
تین لثویہ	۹	تین اسلیہ	۸	تین نطعیہ	۷
		دو حروفِ غنہ	۱۱	چار شفویہ	۱۰

اس طرح کل حروف سینتیس ۳۳ ہوئے۔ مگر واو، یا، نون اور میم یہ چار حروف مکرر آئے ہیں۔ پس واو شفویہ اور جوفیہ میں، یا شجریہ اور جوفیہ میں، نون طرفیہ اور غنہ میں جبکہ میم شفویہ اور غنہ میں مکرر آئی۔ یہ چار حروف مکرر نہ گنیں تو کل حروف کی تعداد انتیس ۲۹ رہ جاتی ہے اور یہی مشہور ہے۔ پس کل حروف ۲۹ ہوئے۔ ان کے مخارج سترہ ۱۷ ہوئے اور مشترک فی المخارج مجموعے گیارہ ہوئے۔ یعنی جوفیہ، حلقیہ اور لہاتیہ وغیرہ۔

☆ مخارج کی تعداد میں اختلاف ہے:۔

۱۔ استاذ الکل خلیل بن احمد نحوی فراہیدی المتوفی ۱۷۰ ہجری اور جمہور کی رائے پر سترہ ہیں۔ ابو محمد مکی، ابو القاسم ہذلی، ابو الحسن بن شریح اور علامہ جزری بھی اسی پر ہیں۔

۲۔ مشہور امام نحو سیبویہ المتوفی ۱۷۷ ہجری اور علامہ شاطبی کے نزدیک مخارج کی تعداد سولہ ۱۶ ہے کیونکہ یہ حروف مدہ کا مخرج جوفِ دہن ساقط کر کے الف مدہ کا مخرج اقصٰی حلق، واو مدہ کا مخرج انضمام شفتین اور یا مدہ کا مخرج وسطِ زبان و تالو بیان کرتے ہیں۔ پس جوف دہن کو کم کر دیں تو تعداد سولہ رہ جاتی ہے۔

۳۔ فراء اور ان کے متبعین، قطرب و ابن کیسان وغیرہ کی رائے پر چودہ مخارج ہیں۔ یہ حضرات سیبویہ کی طرح جوف کو بھی حذف کرتے ہیں اور لام، نون اور را کا ایک ہی مخرج کلی قرار دیتے ہیں جو جزوی پر تین الگ الگ مخرج ہیں۔

☆ علامہ جزری علیہ الرحمہ سترہ مخارج کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے نشر میں فرماتے ہیں اختیار و ترجیح کے لحاظ سے زیادہ ظاہر یہ ہے کہ مخارج سترہ ہیں اور شیخ ابو علی سینا نے ایک رسالہ میں جو کہ مخارج وصفات پر لکھا ہے۔ مخارج کا سترہ ہونا ہی ثابت کیا ہے۔

☆ مخارج کی تعداد حروف کی تعداد سے کم ہے یعنی حروف انتیس ہیں اور مخارج سترہ ہیں۔ یہ اس لیے کہ بعض مخارج میں دو دو اور تین تین حروف بھی شامل ہیں۔ چنانچہ سترہ مخارج میں سے پانچ مخارج نمبر ۷، نمبر ۱۳، نمبر ۱۴، اور نمبر ۱۶ میں تین تین حروف اکٹھے ہیں اور تین مخارج نمبر ۲، نمبر ۳ اور نمبر ۴ میں دو دو مشترک ہیں۔ پس ان میں تمایز اور جدائی صفات لازمہ کی بناء پر ہوتی ہے۔

☆ حرف کا لغوی معنی ہے طرف اور کنارہ۔ پس حروفِ تہجی بھی آوازوں کی طرفیں اور حصے ہوتے ہیں۔ اَلْحَرْفُ: هُوَ صَوْتٌ يَعْتَمِدُ عَلٰى مَخْرَجٍ مُحَقَّقٍ اَوْ مُقَدَّرٍ یعنی حرف وہ (انسانی) آواز ہے جو کسی محقق یا مقدر مخرج پر جا کر ٹکے۔

پس اصطلاحِ قراء میں حرف اس آواز کا نام ہے جو کسی محقق یا مقدر مخرج سے تعلق رکھے اور وضع کی رو سے انسان کے ساتھ خاص ہو۔

پھر اولاً حروف کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ حروفِ مبانی (حروف تہجی)

۲۔ حروف معانی (جیسا کہ کتب عربیہ میں مذکور ہے)

مگر یہاں حروف سے حروف مبانی (تہجی) الف، با، تا، ثا۔۔۔ یا تک ہی مراد ہیں۔

پھر حروف ہجاء کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اصلی فرعی

اصلی

اصلی تو یہی حروف تہجی ہیں کہ جن کا مخرج مستقل اور متعین ہے۔

فرعی

حروف فرعی وہ کہ جن کا مخرج دو اصلی حرفوں کے درمیان ہو یعنی کچھ حصہ آواز کا ایک

حرف سے اور کچھ حصہ دوسرے حرف کی آمیزش سے نکلتا ہے۔ نیز ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے یوں تعریف کی ہے کہ وہ حرف جو اپنا اصلی مخرج یا صفت ذاتیہ چھوڑ چکا ہو۔ ایسے حروف آٹھ ہیں۔

۱	نون مخفیٰ	۲	الف ممالہ
۳	ہمزہ مسہلہ	۴	صاد مشممہ
۵	لام مفخمہ	۶	میم مخفاۃ
۷	یا مشممہ بصورتِ واو	۸	حرف مفخم کے بعد الف مفخم

مزید تفصیل کے لیے بڑی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔

☆ سانس وہ ہوا ہے جو ہر ذی روح کے اندر سے بلا قصد وارادہ خود بخود محض طبیعت کے دفع کرنے کے سبب نکلے۔ اَلْهَوَآءُ الْخَارِجُ مِنْ دَاخِلِ الرِّئَةِ مُتَصَعِّدَةً اِلَی الْفَمِ یعنی پھیپھڑوں سے خارج ہو کر منہ کو چڑھنے والی ہوا۔ اور آواز اس ہوا کا نام ہے جو بالقصد اور ارادہ سے نکلے۔ هَوَآءٌ یَتَمَوَّجُ بِتَصَادُمِ الْجِسْمَیْنِ یعنی اس میں دو جسموں کے ٹکرانے سے تموج و بلندی کی کیفیت بھی پیدا ہو جائے۔

☆ مخارج حروف کے لیے وزن، مقدار، ذات اور علت کا درجہ رکھتے ہیں۔ گویا مخرج سے حروف کی مقدار، وزن اور ذات کی تعیین ہوتی ہے۔ مثلاً ت، کو ثنایا علیا کی جڑ کی بجائے ثنایا کے کنارہ سے ادا کریں تو حرفِ تا ذات کے اعتبار سے ناقص اور غلط ہو گا کیونکہ تا کے لیے ثنایا علیا کی جڑ مقرر ہے۔ پس اس سے ہٹیں گے تو تا حقیقت میں صحیح نہ ہو گی۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا کسی معتزلی (جو بندوں کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں) سے مناظرہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے افعال کے خود ہی خالق ہو تو با

کو حا کے مخرج سے نکال کر دکھاؤ جس پر وہ معتزلی بہت سٹپٹایا اور لاجواب ہو گیا۔

☆ جوفِ دہن، اقصیٰ حلق سے لے کر لبوں تک سارے منہ کی درمیانی خالی جگہ کو کہتے ہیں۔ جس میں منہ کے کسی خاص حصہ اور جز کو دخل نہ ہو۔ پس الف مدہ تو جوفِ حلق سے اور واو وسط شفتین کے خلاء سے اور یا مدہ وسطِ جوفِ دہن یعنی زبان و تالو کے وسط کی خالی جگہ سے ادا ہوتی ہے۔ نیز حروفِ مدہ کا منہ کے کسی جز پر ایسا اعتماد نہیں ہوتا کہ اسی پر ختم ہو جائیں۔ اسی لیے یہ حروف مقدار کی کمی وزیادتی کو قبول کرتے ہیں اور اس میں الف بہت واضح ہے۔

جس طرح اور حرفوں کی ادائیگی میں آواز کسی نہ کسی معین و مقرر جگہ پر رک جاتی ہے۔ مثلاً دال میں زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ مگر اس طرح حروفِ مدہ کی ادا میں حلق، زبان اور ہونٹوں کے اجزاء میں سے کسی جزو مقرر پر رکنے اور ٹھہرنے نہیں پاتی بلکہ ہوا میں پھیل کر گزرتی ہوئی ختم ہو جاتی ہے۔ پس یہ تینوں ہوا پر تمام ہوتے ہیں۔

حُرُوْفُ مَدٍّ لِلْهَوَاءِ تَنْتَهِيْ (جزری)

حروفِ مدہ کے سات نام ہیں

۱۔ مدہ

کیونکہ انکی آواز میں درازی ہوتی ہے۔ اس لیے ان کا مخرج وسیع ہے۔ نیز پورے قرآن میں مد صرف انہی تین حروف پر ہوتا ہے۔

۲۔ ھوایہ

کیونکہ یہ حروف ہوا پر تمام ہوتے ہیں۔

۳۔ خفیہ

اس لیے کہ یہ حروف نرمی سے ادا ہوتے ہیں اور ان میں ایک طرح کی پوشیدگی ہوتی ہے۔

۴۔ جوفیہ

اس لیے کہ یہ منہ کے خالی حصہ سے ادا ہوتے ہیں۔

۵۔ ضعیفہ

یہ حروف ضعف سے ادا ہوتے ہیں۔

۶۔ مدولین

گویا مدہ اور لین یہی حروف ہیں۔ پس لین کا اطلاق مدہ پر بھی ہوتا ہے گو مد پر معطوف ہو کر ہی ہو مگر مدہ کا اطلاق لین پر نہیں ہوتا۔

۷۔ علت

یہ نام ان حروف پر ہر وقت بولا جاتا ہے۔ متحرک ہوں یا ساکن۔ ما قبل حرکت ان کے موافق ہو یا مخالف۔

☆ فراء اور سیبویہ نے الف کو ہمزہ کے مخرج میں اس وجہ سے بیان کیا ہے کہ الف کی ابتداء حلق کے شروع والے حصے سے ہوتی ہے۔ پھر پورے منہ کے خالی حصہ تک پہنچ جاتی ہے۔ اسی لیے بعض نے جوف کے جزو اول (جوفِ حلق) کی طرف منسوب کر کے حلقی اور بعض نے مکمل جزو (جوفِ حلق، جوفِ لسان و تالو، جوفِ شفتین) کی طرف منسوب کر کے جوفی کہہ دیا ہے۔ نیز حروفِ مدہ کا مخرج جوف دہن کہنے اور ماننے کے باوجود خلیل بھی واو مدہ میں انضمامِ شفتین سے، یائے مدہ میں وسط لسان و تالو سے باہمی تعلق اور الف میں اقصیٰ حلق سے جوف کے شروع ہونے کا انکار نہیں کرتے اور نہ ہی سیبویہ اور فراء حروف مدہ کے اندر جوف دہن میں امتدادِ صوت کے منکر ہیں۔

اس لیے اکثر محققین نے اس اختلاف کو اختلاف لفظی کہا ہے۔ مگر خلیل کا مذہب اس

لیے بھی قوی اور مضبوط ہے کہ مخارج کے باب میں سب سے بڑا مقصد حروف کی آوازوں میں فرق کرنا ہے اور یہاں خلیل یہ کہنا چاہتے ہیں کہ گو واو مدہ میں انضمام شفتین اور یائے مدہ میں زبان و تالو کا باہمی تعلق اور الف میں امتدادِ صوت کی اقصیٰ حلق سے ابتدا یقیناً موجود ہے۔ لیکن امتدادِ صوت ایک ہی مستقل اور غالب آواز ہے جس کے سامنے مذکورہ محقق مخارج سے آواز کا تعلق بہت خفیف و ضعیف سا رہ جاتا ہے اور جوف دہن پر اعتماد قوی اور غالب ہو جاتا ہے۔ پس اسی حالت غالبہ کا اعتبار کرتے ہوئے خلیل نے واو اور یا کے دو مخرج قرار دیئے ہیں ایک محقق اور دوسرا مقدر۔ متاخرین اہل فن نے خلیل کی رائے کو ترجیح دی اور اس کو تحقیق کے قریب ترین قرار دیا ہے۔

☆ مدہ ہونے میں الف اصل ہے کیونکہ یہ ہمیشہ مدہ ہی ہوتا ہے۔ واو اور یا صرف اس صورت میں مدہ ہوں گے جب حرکت ان کے موافق ہو یعنی واو ساکن کے ماقبل ضمہ ہو اور یا ساکنہ کے ماقبل کسرہ ہو اور اگر ماقبل کی حرکت ان کے خلاف ہو یعنی ان دونوں کے ماقبل فتحہ ہو تو پھر ان کو حروف لین کہتے ہیں، مدہ نہیں۔ نیز الف جو فیہ ہونے میں اصل ہے کیونکہ یہ ہوا ہی پر ختم ہو جاتا ہے اور کسی بھی جزو معین پر اس کا اعتماد قطعاً نہیں ہوتا۔ پس واو اور یا بھی ہوا پر تمام تو ہوتے ہیں مگر ان کا تعلق اپنے محقق مخرج سے بھی ضعیف سا رہتا ہے۔

☆ عوام اس ہمزہ کو جو بشکل الف ہوتا ہے الف ہی کہتے ہیں حالانکہ الف ہمزہ سے الگ اور مستقل حرف ہے۔ الف اور ہمزہ کا فرق ملاحظہ ہو۔

نمبر ا الف تو ہمیشہ ساکن اور بے جھٹکے ہوتا ہے۔ یعنی اس پر کوئی حرکت نہیں ہوتی اور بالکل سیدھا پڑھا جاتا ہے کہ اس میں آواز کا رُکنا اور سخت ہونا نہیں ہے۔ جیسے عَلَيْهَا اور رَبَّنَا کا الف، اور ہمزہ متحرک بھی ہوتا ہے۔ جیسے اَنْزَلَ اور اَقْرِبْ کا

ہمزہ۔اور ساکن بھی ہوتا ہے۔ جیسے یَاْتُوْ بَاْسٌ کا ہمزہ کہ اس میں جھٹکا ہوتا ہے۔ یعنی اس میں آواز رکتی اور سخت ہوتی ہے۔

نمبر ۲ الف پر ساکن ہونے کے باوجود جزم لکھی نہیں جاتی جبکہ ہمزہ (ساکن ہوتو) جزم لکھی جاتی ہے۔

نمبر ۳ الف ہمیشہ ساکن بے جھٹکا ہونے کی وجہ سے ہمیشہ اپنے ماقبل کے تابع ہوتا ہے۔جبکہ ہمزہ الگ بھی پڑھا جاتا ہے۔

☆ غنہ وہ آواز ہے جو ہرنی کی اس آواز کی طرح ہے جو اپنے بچہ کے ضائع ہونے پر نکالتی ہے اور اصطلاحِ قراء میں وہ آواز ہے جو خیشوم (ناک کے بانسہ) سے نکلتی ہے اور زبان کو اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔

☆ علامہ جزری علیہ الرحمۃ نشر میں فرماتے ہیں۔

سترھواں مخرج خیشوم ہے اور وہ غنہ ہے جو نون و میم ساکنہ میں بحالتِ اخفاء ہوتا ہے۔ نیز ان میں بھی جو انہیں دو حرفوں کے حکم میں ہوں جیسے مدغم بالغنہ ان دو حرفوں کا مخرج اس حالت میں مخرجِ اصل سے منتقل ہو کر صحیح قول پر خیشوم ہوتا ہے۔(اسی طرح) جس طرح حروف مدہ کا مخرج مدیت کی حالت میں اپنے مخرج اصلی سے منتقل ہو کر جوف ہو جاتا ہے۔

حروف غنہ نون اور میم ہی ہیں کہ غنہ ان کی صفت لازمہ ہے اور جو ان میں ہر وقت اور ہر حال میں پائی جاتی ہے اور یہ حالت مدغم و مشدد میں سب سے زیادہ مخفیٰ میں مشدد و مدغم سے کم مظہر میں مخفیٰ سے کم اور متحرک میں مظہر سے کم ہوتی ہے۔یاد رہے! پہلی تین صورتیں غنہ صفتی کی ہیں اور آخری دو صورتیں غنہ ذاتی کی ہیں۔

سوال: غنہ صفت ہے مگر اس کو مخارج میں بیان کیا گیا ہے حالانکہ مخرج حرف کا ہوتا ہے نہ کہ کسی صفت کا؟

جواب: ذیل میں وہ حروف دیکھیں جن کی آواز خیشوم میں جاتی ہے پھر یہ جواب قدرے

آسان ہو جائے گا۔

۱۔ نون مشدد جیسے اِنَّكَ

۲۔ میم مشدد جیسے فَاَمَّا

۳۔ نون ساکن مدغم فی النون جیسے مِنْ نِّعْمَةٍ

۴۔ میم ساکن مدغم فی المیم جیسے اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ

۵۔ نون ساکن یا تنوین مدغم فی الواو والیا جیسے فَمَنْ يَّعْمَلْ ، مِنْ وَّالٍ

۶۔ نون ساکن یا تنوین بحالت اخفاء جیسے اَنْتَ

۷۔ میم ساکنہ مخفاۃ (عند البا) جیسے اَمْ بِهٖ

یہ حروف غنہ ہوئے پہلے چار میں غنہ بطور صفت ہوتا ہے۔ یعنی نون اور میم اپنے اپنے مخارج ہی سے ادا ہوتے ہیں اور غنہ بطور صفت خیشوم سے اور باقی تین میں غنہ بطور ذات یا بطور حرف ادا ہوتا ہے۔ یعنی ان حروف کا مخرج ہی خیشوم ہے۔ اور اب قدرے تفصیل:

غنہ کی دو قسمیں ہیں۔ غنہ صفتی حرفی یا ذاتی

غنہ صفتی

صفتی غنہ وہ ہے جو نون اور میم میں اس وقت ہوتا ہے جب یہ دونوں مشدد ہوں یا نون کا نون میں اور میم کا میم میں ادغام ہو رہا ہو۔ جیسا کہ اوپر کی مثالیں گزریں۔

غنہ حرفی یا ذاتی

غنہ حرفی یا ذاتی وہ ہے جو نون میں اس وقت ہوتا ہے جس کا واو اور یا میں ادغام ہو رہا ہو یا اس میں اخفاء ہو اور میم میں صرف اخفاء کی حالت میں ہوتا ہے۔ ان صورتوں میں ان دونوں حرفوں (نون، میم) کا مخرج ان کے اصل مخرج سے خیشوم کی طرف اسی طرح منتقل ہو جاتا ہے جس طرح حروف مدہ کا مخرج ان کے اصل مخرج سے جوف کی طرح منتقل ہو جاتا ہے۔ دیکھئے جب مِنْ کہتے ہیں تو نون کا

مخرج طرف لسان اور دانتوں کے موڑھے ہیں اور جب مِنْکُمْ کہتے ہیں تو اس میں نون کا مخرج منہ میں نہیں رہتا بلکہ یہ (نون) غنہ ہو کر خیشوم سے ادا ہوتا ہے۔ یعنی اخفاء کی حالت میں ذات پر صفت غنہ کا ایسا غلبہ اور دخل ہوتا ہے کہ اس کے بغیر یہ حرف بالکل ادا ہی نہیں ہوتا یا ناقص ادا ہوتا ہے اس لیے خود نون کو ہی غنہ کہہ دیتے ہیں۔

فوائد مکیہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں: خیشوم اس سے غنہ نکلتا ہے۔ مراد اس سے نون مخفیٰ و مدغم بادغام ناقص ہے۔ اس کو اگر اور آسان کریں تو یہ سمجھو کہ نون اور میم کے دو دو مخارج ہیں۔ (۱۔ محقق، ۲۔ مقدر) نون کا محقق مخرج طرف لسان اور دانتوں کے موڑھے ہیں مگر یہ نون جب مخفیٰ اور مدغم بادغام ناقص ہو تو اس نون کا مخرج خیشوم ہے۔ اسی طرح میم کا محقق مخرج تو دونوں ہونٹ ہیں مگر جب یہ مخفیٰ ہو تو اس کا مخرج خیشوم ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسے واو اور یا غیر مدہ کا مخرج محقق اور جب مدہ ہوں تو ان کا مخرج جوف ہے تو اس سے یہ نکل آیا کہ مخرج غنہ کا بیان نہیں ہوا بلکہ اس نون اور میم کا بیان ہوا جو مخفیٰ ہوں یا مدغم بادغام ناقص ہوں اور ظاہر ہے یہ حروف ہیں تو حروف ہی کا مخرج بیان ہوا۔ صفت کا نہیں۔

☆ غنہ کی مقدار ایک الف ہے اور الف کی مقدار ایک کھلی انگلی کو درمیانی رفتار سے بند کر لیں یا بند انگلی کو کھولیں۔ مگر یہ محض ایک اندازہ ہے۔ اس کا اصل دارومدار ماہر استاذ سے سننے پر ہے۔ کیونکہ اس فن کا تعلق کلی سماعت پر ہے اور اس مقدار کی معرفت کسی پیمانہ سے ناپنے کی بجائے سماعت سے حاصل ہوتی ہے۔

نیز الف کی مقدار عربی میں بھی اتنی ہی ہے جتنی اردو اور عام گفتگو میں ہوتی ہے۔ پس جب کوئی سلیم الطبع آدمی، کان، ہاتھ، تھوک اور پھول کہتا ہے تو اپنے ذوق سے اس مقدار کے بڑھنے اور گھٹنے کو محسوس کر لیتا ہے اور اس میں ہونے والی کمی بیشی کانوں کو ناگوار اور اجنبی

سی معلوم ہوتی ہے۔ بس اسی طرح عربی بول چال بھی سمجھو اور گھڑی کے حساب سے الف کی مقدار تقریباً ایک سیکنڈ ہوتی ہے۔

دانت ڈاڑھوں کے چھ نام اور ان کے معانی

۱۔ ثنایا

ثنایا کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ث، ن اور ی سے بننے والے کلمات میں اکثر دو کے معنی ہوتے ہیں۔ جیسے مَثنٰی دو دو، الثّنائی دو والا اِثنان دو، الثّنِیُّ دہرائی ہوئی بات، پس ثنایا بھی اوپر نیچے دو دو ملے ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ نام ہوا۔

۲۔ رباعیات

اور یہ نام اس لیے ہے کہ ر، ب اور ع والے کلمات میں اکثر چار کے معنی پائے جاتے ہیں۔ پس یہ دانت بھی چار ہی ہیں اور ان کا دوسرا نام قَوَاطِعْ ہے جو قَاطِعَۃٌ کی جمع ہے اور کاٹنے کے معنی میں ہے۔ پس ان دانتوں سے بھی چیزوں کو کاٹتے ہیں۔

۳۔ انیاب

یہ نابٌ کی جمع ہے جس کا معنی ہے (کُچلی) یعنی نوک دار اور یہ دانت بھی نوک دار ہوتے ہیں۔ نیز ان کا دوسرا نام کَواسِر ہے جو کَاسِرَۃٌ کی جمع ہے اور اس کے معنی ہیں (توڑنے والی) پس ان دانتوں سے بھی چیزوں کو توڑتے ہیں۔

۴۔ ضواحک

یہ ضَاحِکَۃٌ کی جمع ہے۔ معنی ہے (ہنسنے والی) اور یہ ڈاڑھیں ہنستے وقت ظاہر ہو جاتی ہیں۔

۵۔ طواحن

جو طَاحِنَۃٌ کی جمع ہے اور پیسنے والی (چکی) کے معنی میں ہے۔ پس یہ ڈاڑھیں

بھی غذا کو پیسنے کا کام کرتی ہیں۔

۶۔ نواجذ

ناجذۃٌ کی جمع ہے اور یہ ناجذۃ العقل سے ہے۔ جس کے معنی ہیں عقل کو پہنچنے والی اور یہ ڈاڑھیں اس وقت نکلتی ہیں جب انسان بالغ اور کامل عقل والا ہو جاتا ہے۔ (کمال الفرقان)

☆ کسی ماہر استاذ سے حروف کی صحیح ادائیگی سیکھنے کے بعد اگر کسی حرف کا مخرج معلوم کرنا چاہیں تو

۱۔ جو حرف مطلوب ہو اس کو ساکن یا مشدد کر لیں اور اس سے پہلے ہمزہ مفتوح (زبر والا ہمزہ) لے آئیں اور پھر اس کو ادا کریں۔ جہاں آواز ختم ہو وہی اس حرف کا مخرج ہے۔ مثلاً با کا مخرج مطلوب ہے تو اَبْ یا اَبّ کہیئے۔

۲۔ حرفِ مطلوب کو فتحہ (زبر) دے کر اس کے آخر میں ھا ساکنہ لگا دیں پھر اس کو ادا کریں جہاں سے آواز شروع ہو وہی اس حرف کا مخرج ہے۔ جیسے بَہْ مثلاً تا کا مخرج معلوم کرنا ہو تو تَہْ پڑھو۔

چنانچہ امام خلیلؒ نے اپنے شاگردوں سے سوال کیا کہ تم جعفر کی جیم کو کس طرح ادا کرو گے۔ انہوں نے کہا: جیم، اس پر آپ نے فرمایا کہ تم نے اس کے نام کا تلفظ کیا ہے نہ کہ حرف کی ذات کا، مناسب تو یہ تھا کہ جَہْ کہتے۔ (العطایا الوھبیہ)

نوٹ: اگر صحیح ادا کرنے پر قدرت نہ ہو تب بھی اس طرح ادا کریں اور غور کرتے رہیں کہ حضرات مجودین نے جس جگہ اس حرف کا مخرج بتایا ہے کیا آواز اسی جگہ بند یا شروع ہو رہی ہے۔ اگر ایسا ہی ہو تو ادائیگی صحیح سمجھیں ورنہ غلط اور صحیح کرنے کی برابر کوشش کرتے رہیں۔

سوال: انسان کی بناوٹ اور سیدھے پن کے اعتبار سے سر کو اول اور پاؤں کو آخر کہتے ہیں

اور اس کا تقاضا یہ تھا کہ مخارج کو منہ سے شروع کرتے اور ترتیب اس طرح ہوتی کہ شفوی حروف کو سب سے پہلے بیان کرتے۔ پھر زبان کی نوک والے اسی طرح سب سے آخر میں حروفِ حلقی کا ذکر کرتے اور حلقی میں بھی اقصیٰ حلق کو بالکل آخر میں رکھتے۔ مگر یہاں اس کا بالکل عکس ہے کہ مخارج کی ابتداء ہی اقصیٰ حلق سے کی گئی ہے۔ پھر وسطی ولسانی، پھر شفوی کو بیان کیا۔ اس میں مصلحت کیا ہے؟

جواب: اصل میں مخارج حروف کے بیان ہوئے ہیں اور حروف کا تعلق آواز سے ہے۔ آواز کا مادہ اور اس کی اصل وہ ہوا ہے جو انسان کے اندر سے نکلتی ہے تو گویا آواز اندر سے باہر آتی ہے نہ کہ باہر سے اندر کو۔ اس لیے مخارج کو حلق کے آخر سے شروع کر کے ہونٹوں پر ختم کیا۔ مگر مخارج کے نام انسان کی وضع کے لحاظ سے رکھے گئے۔ اسی لیے حلق کا وہ حصہ جو سینہ کی طرف ہے۔ اقصیٰ حلق کہلاتا ہے۔ یعنی (حلق کا دور والا حصہ) کیونکہ یہ منہ سے دور ہے۔ اسی طرح اقصیٰ لسان کہ زبان کی جڑ نوکِ زبان کی نسبت منہ اور ہونٹوں سے دور ہے۔ واللہ اعلم۔

☆ مخرج کی مثال اس طرح ہے جیسے بوتل سے پانی نکلے اور صفات کی مثال یوں کہ جیسے بوتل سے پانی کا جلدی سے یا دیر سے یا رک رک کر یا تیزی سے یا نرمی سے یا سختی سے نکلنا۔

☆ واو مدہ اور غیر مدہ دونوں میں ہونٹ گول ہوتے ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ یہ گولائی مدہ میں پہلے حرف کے ضمہ (پیش) کی وجہ سے ہوتی ہے اور کم ہوتی ہے اور غیر مدہ میں مخرج کی وجہ سے ہوتی ہے اور خوب نمایاں ہوتی ہے۔

☆ حروفِ مدہ زمانی ہیں کہ ان کے ادا کرنے میں وقت کا کچھ حصہ صرف ہوتا ہے اور حروفِ شدیدہ (اَجِدُ قَطٍ بَكَتْ) آنی ہیں جو آن کی آن میں (فوراً) ادا ہو جاتے ہیں اور ضاد قریب بزمانی ہے جس کے ادا کرنے میں مدہ سے کم وقت لگتا ہے اور

باقی حروف قریب بآنی ہیں۔کہ جن کے ادا کرنے میں شدیدہ سے قدرے زیادہ دیر لگتی ہے۔

زمانی:

حروف مدہ، یعنی واو، الف، یا

قریب بزمانی:

ضاد

آنی:

شدیدہ (أجد قط بکت) یعنی ء، ج، د، ق، ط، ب، ک، ت

قریب بآنی

الف، ث، ح، خ، ذ، ر، ز، س، ش، ص، ظ، ع، غ، ف، ل، م، ن، و، ہ، ی

سوالات

۱۔ حرف کس کو کہتے ہیں اور حرف کا معنی کیا ہے؟
۲۔ حرف کی کتنی قسمیں ہیں؟
۳۔ حروف اصلیہ محقق کتنے ہیں اور ان کو محقق کہنے کی وجہ کیا ہے؟
۴۔ حروف فرعی کتنے ہیں اور ان کا یہ نام کیوں ہے؟
۵۔ مخرج کا لفظی اور اصطلاحی معنی کیا ہے؟
۶۔ مخرج محقق اور مقدر کی تعریف کیا ہے؟
۷۔ اصول مخارج کیا اور کتنے ہیں؟

۸۔ کل مخارج کی تعداد کیا ہے؟

۹۔ امام خلیل نحوی، سیبویہ اور فراء کا اختلافِ مخارج بیان کرو؟

۱۰۔ الف اور ہمزہ میں کیا فرق ہے؟

۱۱۔ کسی حرف کا مخرج معلوم کرنا ہو تو کیا کرے؟

۱۲۔ انسان کے منہ میں کتنے دانت ہوتے ہیں اور ان کے نام کیا کیا ہیں؟

۱۳۔ ثنایا کو ثنایا اور رباعی کو رباعی کہنے کی وجہ کیا ہے؟

۱۴۔ انیاب، ضواحک اور طواحن کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

۱۵۔ ناجذ، ناجذۃ العقل سے ہے۔ وضاحت کریں؟

۱۶۔ فراء اور سیبویہ نے الف کو ہمزہ کے مخرج میں بیان کیا ہے۔ وجہ بیان کریں؟ کیونکہ الف کو تو سب جوفیہ مانتے ہیں؟

۱۷۔ اصول مخارج میں مخارج کی الگ الگ تعداد بیان کریں؟

۱۸۔ حروف کے القاب جیسے حلقیہ، لہاتیہ وغیرہ یہ کل کتنے ہیں؟

☆☆☆☆☆

صفات الحروف

صفات

یہ صفت کی جمع ہے۔ صفت کا لفظی معنی خوبی، نعت، ہنر

مَاقَامَ بِالشَّيْئِ مِنَ الْمَعَانِيْ

اور وہ چیز جو کسی دوسری چیز کے سہارے قائم ہو۔ مثلاً رنگ، خوبصورتی، علم سیاہی، پس علم کا تحقق عالم کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ رنگ کا تحقق رنگ دار چیز کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ گویا صفت موصوف کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ موصوف ہوگا تو صفت ہوگی اور اصطلاح قراء میں صفت کی تعریف یہ ہے کہ حرف کی وہ کیفیت یا حالت جو مخرج سے ادا ہوتے وقت اس کو پیش آتی ہے جیسے پُر ہونا، باریک ہونا، سخت ہونا یا نرم ہونا وغیرہ۔

صفات کی اقسام

صفات کی اولاً دو قسمیں ہیں ۱۔ صفات لازمہ ۲۔ صفات عارضہ

صفات لازمہ

وہ صفات جو اپنے حرفوں میں ہمیشہ اور ہر حال میں پائی جائیں اور کبھی بھی ان سے جدا نہ ہوں اور اگر جدا ہو جائیں تو حرف یا تو وہ حرف ہی نہ رہے یا ناقص ہو جائے۔ مثلاً صاد سے اس کی صفت استعلاء اور اطباق کو جدا کر دیں تو صاد سین ہو جائے گا۔ یا ہمزہ میں صفت شدت ادا نہ کریں تو ہمزہ کامل نہیں بلکہ ناقص ادا ہوگا۔

ان صفات کے چند نام ہیں؟

۱۔ لازمہ

یعنی ہر حال میں لازم ہیں۔

۲۔ ذاتیہ

یعنی حرفوں کی ذات میں دخل رکھنے والی۔

۳۔ ممیزہ

یعنی ہم مخرج حرفوں میں تمیز اور فرق کرنے والی۔

۴۔ مقومہ

یعنی حرفوں کو سیدھا کرنے والی۔

۵۔ ضروریہ

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ضروری ولزومی کہتے ہیں۔

۶۔ صفات عارضہ

وہ صفات جو اپنے حرفوں میں کبھی ہوں اور کبھی نہ ہوں اور اگر ان کو ان کے حرف سے جدا کر دیں تو بھی حرفوں کی ذات میں بگاڑ اور کمی نہیں ہوتی البتہ حروف کا حسن اور خوبصورتی نہیں رہتی۔ایسی صفات کو عَارِضَۃٌ مُحَسِّنَۃٌ مُزَیِّنَۃٌ مُحَلِّیَۃٌ کہتے ہیں۔

عارضہ کی وجہ تسمیہ

نام سے ظاہر کہ جو عارضی ہوں ہر وقت نہ ہوں۔

محسنہ و مزینہ کی وجہ تسمیہ

یعنی حروف کو حسن وزینت دینے والی۔

محلیہ کی وجہ تسمیہ

جگہ اور محل والی، یعنی جو ایک جگہ پائی جائے اور دوسری جگہ نہ پائی جائے۔مثلاً را کی تفخیم کہ بعض جگہ ہوتی ہے اور بعض جگہ نہیں۔اسی طرح ''اللہ'' کا لام کہ کبھی پر ہوتا ہے اور کبھی نہیں وغیرہ ذالک۔

صفات لازمہ کی تعداد اور ان کے نام

مشہور صفات لازمہ کی تعداد اٹھارہ ہے اور وہ یہ ہیں۔

۱	ہمس	۲	جہر	۳	شدت
۴	رخاوت	۵	استعلاء	۶	استفال
۷	اطباق	۸	انفتاح	۹	اذلاق
۱۰	اصمات	۱۱	صفیر	۱۲	قلقلہ
۱۳	لین	۱۴	انحراف	۱۵	تکریر
۱۶	تفشی	۱۷	غنہ	۱۸	استطالت

ان تمام ناموں کو خوب خوب یاد کرلیں۔ کہ اُلٹے سیدھے ایک ہی سانس میں فرفر سنا سکیں یاد رہے اشدت اور رخاوت کے درمیان ایک صفت توسط بھی ہے۔ مگر اسے مستقل صفت اس لیے شمار نہیں کرتے کہ اس میں انہی دو صفتوں کا کچھ کچھ اثر پایا جاتا ہے۔ اس لیے یہ صفت ان دونوں سے جدا اور الگ نہیں ہے بلکہ دونوں کے بین بین ہے۔

صفات لازمہ کی قسمیں

اس کی دو قسمیں ہے ۱۔ متضادہ (ضد والی) ۲۔ غیر متضادہ (ضد کے بغیر)

مذکورہ بالا صفات میں سے پہلی دس صفات متضادہ ہیں یعنی پانچ، پانچ کی ضدیں ہیں

۱	ہمس کی ضد جہر	۲	شدت کی ضد رخاوت
۳	استعلاء کی ضد استفال	۴	اطباق کی ضد انفتاح
۵	اذلاق کی ضد اصمات		

پس جس حرف میں ہمس ہوگی اس میں جہر نہیں ہوگی اور جس میں جہر ہوگی اس میں ہمس نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ دونوں ایک دوسری کی ضدیں اور ضدیں جمع نہیں ہوتیں۔ اسی طرح دوسرے چار جوڑے سمجھیں۔ پس ہر حرف میں ہر جوڑے میں سے ایک ایک صفت ضرور ہوگی۔ اس طرح ہر حرف پانچ صفات سے ضرور متصف ہوگا اور باقی آٹھ غیر متضادہ ہیں

یعنی الگ الگ اور ان کی ضد یا مقابل میں کوئی اصطلاح اور وجودی نام مقرر نہیں نیز یہ صفات تمام حروف میں نہیں پائی جاتیں بلکہ بعض حروف میں پائی جاتی ہیں جیسا کہ آگے تفصیل آئے گی۔

صفات لازمہ متضادہ

۱۔ ہمس

لغوی معنی (پست آواز) اور اصطلاحی معنی ہیں آواز مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس جاری رہ سکے۔ پس آواز میں ضعف اور پستی کی وجہ سے سانس پوری طرح آواز میں تبدیل نہیں ہوتا۔ جیسے نَحْنِیْثُ کی ث اور وَالنَّاسِ کی سین۔ ایسے حروف دس ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے۔ فَحَثَّهٗ شَخْصٌ سَكَتَ ان حروف کو مہموسہ کہتے ہیں۔

۲۔ جہر

لغوی معنی (اونچی آواز) اور اصطلاحی معنی ہیں آواز مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس جاری نہ رہے بلکہ تمام آواز سانس میں بدل جائے۔ جس کی وجہ سے آواز اونچی اور کھنکتی ہوئی جھنکار کے ساتھ نکلے۔ جیسے وَتَبَّ کی با اور بُرُوْج کی جیم۔ حروف مہموسہ کے علاوہ باقی انیس حروف مجہورہ ہیں۔

۳۔ شدت

لغوی معنی (سختی) اور اصطلاحی معنی ہیں آواز مخرج میں ایسی قوت اور سختی کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز بند ہو جائے۔ جیسے اَتْ۔ اَاْ۔ ایسے حروف آٹھ ہیں۔ جن کا مجموعہ یہ ہے۔ اَجِدُكَ قَطَبْتَ ان کو شدیدہ کہتے ہیں۔

۴۔ رخاوت

لغوی معنی (نرمی) اور اصطلاحی معنی ہیں آواز مخرج میں ایسے ضعف اور نرمی کے

ساتھ ٹھہرے کہ آواز جاری رہ سکے جیسے غوّاش کی شین میں شدیدہ اور متوسط کے علاوہ باقی سولہ حروف رخوہ ہیں۔

توسط

لغوی معنی (درمیان) اور اصطلاحی معنی ہیں آواز مخرج میں قدرے سخت اور قدرے نرم ہو کر اس طرح ٹھہرے کہ کچھ بند اور کچھ جاری ہو۔ جیسے اَلْ ایسے حروف پانچ ہیں۔ جو لِنْ عُمَرْ میں جمع ہیں۔ ان کو متوسط یا بَیْنِیَہ کہتے ہیں۔

۵۔ استعلاء

لغوی معنی (بلند ہونا) اور اصطلاحی معنی ہیں حروف کو ادا کرتے وقت زبان کی جڑ اوپر تالو کی طرف بلند ہو جاتی ہے۔ جس سے یہ حروف پر یعنی موٹے ہو جاتے ہیں۔ ایسے حروف سات ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ۔ ان کو حروف مستعلیہ کہتے ہیں۔

۶۔ استفال

لغوی معنی (نیچے رہنا) اور اصطلاحی معنی ہیں حروف کو ادا کرتے وقت زبان کی جڑ اوپر تالو کی طرف نہیں اٹھتی۔ جس سے یہ باریک اور پتلے رہتے ہیں۔ حروفِ مستعلیہ کے علاوہ باقی بائیس حروف مستفلہ ہیں۔

۷۔ اطباق

لغوی معنی (ملنا) اور اصطلاحی معنی ہیں حروف کو ادا کرتے وقت زبان کا درمیان اوپر تالو سے مل جاتا ہے۔ ایسے حروف چار ہیں۔ ص۔ض۔ ط۔ظ۔ ان کو مطبقہ کہتے ہیں۔

۸۔ انفتاح

لغوی معنی (جدا ہونا) اور اصطلاحی معنی ہیں حروف کو ادا کرتے وقت زبان کا

درمیان تالو سے جدا اور الگ ہونا ہے۔ مطبقہ کے علاوہ باقی پچیس حروف منفتحہ ہیں۔

۹۔ اذلاق

لفظی معنی (پھسلنا) اور اصطلاحی معنی یہ کہ یہ حروف اپنے مخارج سے جلدی اور سہولت کے ساتھ ادا ہوتے ہیں۔ ایسے حروف چھ ہیں۔ فَرَّ مِنْ لُبِّ ان کو مذلقہ کہتے ہیں۔

۱۰۔ اصمات

لفظی معنی (روکنا یا خاموش کرنا) جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو مصمتہ کہتے ہیں اور یہ مذلقہ کے علاوہ باقی تئیس حروف ہیں۔ یہ حروف اپنے مخارج سے مضبوطی اور جماؤ سے ادا ہوتے ہیں۔ سہولت اور آسانی سے ادا نہیں ہوتے۔ جیسے تَبَّتْ

صفات لازمہ غیر متضادہ

۱۱۔ صفیر

لفظی معنی (سیٹی کی طرح تیز آواز) جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو صفیریہ کہتے ہیں اور یہ صرف تین ہیں ز۔ س۔ ص۔ ان حروف کو ادا کرتے وقت آواز سیٹی کی طرح تیز اور باریک نکلتی ہے۔ جیسے کسی سوراخ میں ہوا کے دباؤ سے سیٹی کی آواز پیدا ہوتی ہے۔

۱۲۔ قلقلہ

لفظی معنی (جنبش دینا یا حرکت دینا) جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو حروف قلقلہ یا حروف مقلقل کہتے ہیں اور یہ پانچ ہیں جن کا مجموعہ قُطْبُ جَدٍ ہے۔ ان حروف کو ادا کرتے وقت مخرج میں حرکت (جنبش) ہوتی ہے اور جب یہ ساکن ہوں تو حرکت کی بو دیئے بغیر ان کی آواز اچھی طرح ظاہر نہیں ہوتی۔

۱۳۔ لین

لغوی معنی (نرم ہونا) جن دو حرفوں میں یہ صفت پائی جاتی ہے۔ ان کو حروف لین کہتے ہیں اور یہ واو اور یا ہیں۔ ان حروف کو ایسی نرمی سے ادا کریں کہ اگر کوئی مد کرنا چاہے تو کر سکے اور یہ اس واو اور یا میں ہے جو خود تو ساکن ہوں اور ان کے ماقبل فتحہ (زبر) ہو جیسے بَوْ۔ بَیْ

۱۴۔ انحراف

لغوی معنی (پھرنا یا لوٹنا) جن دو حرفوں میں یہ صفت پائی جاتی ہے ان حروف کو منحرفہ کہتے ہیں اور یہ لام اور را ہیں۔ یہ دونوں حروف اپنے مخرج سے منحرف ہو کر ایک دوسرے

کے مخرج کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ یعنی لام تو طرف لسان کی طرف مائل ہوتا ہے۔ جو درحقیقت را کا مخرج ہے اور را اپنے مخرج سے شروع ہو کر لام کے مخرج کی طرف اور کچھ پشتِ زبان کی طرف مائل ہوتی ہے۔

۱۵۔ تکریر

لفظی معنی (کسی چیز کا لوٹانا یا دہرانا، خواہ ایک بار ہو یا دو بار یا کئی بار) یہ صفت صرف را میں پائی جاتی ہے۔ را کو ادا کرتے وقت طرف لسان میں ارتعاش یعنی لرزہ اور کپکپی ہو۔ پس حرکت والی میں لرزہ کم اور ساکنہ میں زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ آواز تکرار کے مشابہ ہوتی ہے۔ حقیقت میں تکرار نہیں ہوتا۔

۱۶۔ تفشی

لفظی معنی (پھیلنا) یہ صفت شین میں پائی جاتی ہے۔ شین کو ادا کرتے وقت آواز منہ میں پھیل جاتی ہے۔

۱۷۔ استطالت

لفظی معنی (لمبا ہونا) یہ صفت صرف ضاد کی ہے۔ یعنی آواز کا آہستہ آہستہ دراز ہو کر حافۂ لسان کے شروع والے حصہ سے آخری حصہ تک یعنی لام کے مخرج تک پہنچ جانا اور یہ درازی ضاد کے مخرج میں ہے نہ کہ اس کی ذات میں۔

۱۸۔ غنہ

لفظی معنی (گنگناہٹ) یہ صفت نون اور میم میں پائی جاتی ہے۔ وہ آواز جو خیشوم (ناک کا بانسہ) میں گھری ہوئی ہو۔ یہ آواز کبوتروں، قمریوں کی آواز اور ہرنی کے رونے کی اس آواز کے مشابہ ہوتی ہے جو وہ اپنے بچے کے ضائع ہونے پر نکالتی ہے۔

فوائد ضروریہ

فائدہ: صفات علم تجوید کا دوسرا اہم ترین جزو ہیں۔

۱۔ صفات حروف کے لیے کسوٹی کی طرح ہیں۔ان سے حرفوں کی ہیئت وکیفیت پہچانی جاتی ہے۔

۲۔ اگر یہ صفات نہ ہوتیں تو کلام چوپائیوں کی طرح ہو جاتا کہ جن کے لیے ایک ہی مخرج اور ایک ہی صفت ہے اور کچھ بھی سمجھ میں نہ آتا۔

۳۔ نیز صفات ہی کے ذریعے ان حروف میں امتیاز اور جدائی ہوتی ہے۔جن کا مخرج ایک ہو۔مثلاً ص اور س میں کوئی فرق نہ ہوتا اگر صفت استعلاء اور اطباق نہ ہوتیں۔ اسی طرح صفات ہی کے ذریعے حروف کی قوت اور ضعف کا پتہ چلتا ہے۔جس سے ادغام واظہار سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔کیونکہ قوی حرف کا ادغام ضعیف میں یا تو ہوتا ہی نہیں اور اگر مخرج ایک ہونے کی وجہ سے کیا بھی جائے تو ناقص ہوگا۔تام نہیں۔

۴۔ نیز تلفظ کی ادائیگی کا حسن صرف مخارج سے نہیں بلکہ اس میں صفات کا بڑا گہرا تعلق ہے۔کیونکہ اکثر حضرات صفات ہی میں زیادہ غلطیاں کرتے ہیں۔اسی لیے مخارج کو اگر میزان تو صفات کو کسوٹی کی مثل کہا گیا ہے۔

سوال: کاف اور تا مہموسہ بھی ہیں اور شدیدہ بھی۔جبکہ ہمس کا تقاضہ یہ ہے کہ آواز مخرج میں ضعف اور کمزوری سے ٹھہرے اور شدت کا تقاضہ ہے کہ آواز مخرج میں قوت سے ٹھہرے۔پس ان دونوں حرفوں میں ضدین جمع ہو رہی ہیں اور یہ محال ہے۔

جواب

نمبرا ہمس کا تعلق سانس سے اور شدت کا تعلق آواز سے ہے یعنی ہمس میں سانس جاری رہتا ہے اور شدت میں آواز بند ہو جاتی ہے تو جب جاری رہنے اور بند ہونے کا تعلق ایک ہی شے سے نہیں تو پھر ضدین کیسی۔

نمبر ۲ شدت اور ہمس کا زمانہ مختلف ہے۔ یعنی شدت کی قوت کی وجہ سے پہلے تو آواز بند ہو گی اور بعد میں ہمس کے ضعف کی وجہ سے معمولی سا سانس جاری رہتا ہے جو خود پڑھنے والے کو محسوس ہوگا۔ سننے والے کو نہیں۔ پس آواز کا بند ہونا اور سانس کا جاری ہونا آگے پیچھے دو وقتوں میں ہوا تو ضدیں نہ ہوئیں۔

سوال: وہ حروف جو مجہورہ بھی ہیں اور رخوہ بھی۔ مثلاً غین، ضاد اور زا وغیرہ۔ بظاہر ان میں ضدیں جمع ہو رہی ہیں۔ کیونکہ جہر کا تقاضا ہے سانس بند ہو اور رخوت کا تقاضا ہے آواز جاری رہے۔ پس یہ کیسے ممکن ہے کہ سانس تو بند ہو جائے اور آواز جاری رہے؟

جواب: جہر میں سانس بند ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ سانس کا اجراء ہی بند ہو جاتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ "مجہورہ" میں اندر سے نکلنے والا سانس پورے کا پورا آواز بن جاتا ہے اور ان کے ادا کرنے میں ایک قوی آواز پیدا ہوتی ہے لہٰذا وہ حروف جو مجہورہ بھی ہیں اور رخوہ بھی ان میں جہر کی وجہ سے سانس بند نہیں بلکہ تمام سانس آواز بن گیا اور رخوت کی وجہ سے آواز جاری بھی ہو گئی۔ پس ضدیں نہ رہیں۔

فائدہ: جہر میں سانس کی رکاوٹ کی وجہ آواز کی قوت ہے۔ چونکہ آواز قوت سے نکلتی ہے اس لیے خود بلند ہو کر سانس کو روک لیتی ہے اور شدت میں آواز کی رکاوٹ کا سبب حرف کی قوت ہے۔ یعنی حرف ہی اتنا قوی ہے جو آواز کو جاری نہیں رہنے دیتا۔

سوال: توسط کو شمار کریں تو صفاتِ متضادہ گیارہ ہونگی جبکہ صفاتِ متضادہ کل دس ہیں؟

جواب: جیسا کہ اوپر گزرا، توسط کوئی کامل صفت نہیں بلکہ اس میں شدت اور رخاوت دونوں کا کچھ کچھ اثر ہوتا ہے اس لیے یہ ان دونوں سے جدا نہیں جو الگ صفت شمار کی جائے۔

سوال: جب شدت اور رخاوت آپس میں متضاد اور مقابل ہیں تو پھر حروفِ متوسطہ میں دونوں جمع کیسے ہو گئیں؟

جواب: اصل ضد اور تقابل شدتِ کاملہ اور رخاوتِ کاملہ میں ہے جس حرف میں شدتِ کاملہ ہو گی۔اس میں رخاوت بالکل نہ ہوگی اور جس حرف میں رخاوتِ کاملہ ہوگی اس میں شدت نہ ہوگی۔رہی شدتِ ناقصہ اور رخاوتِ ناقصہ تو ان دونوں کی آپس میں کوئی ضد نہیں ہے کہ دونوں آپس میں جمع نہ ہوسکیں۔پس حروفِ متوسط میں شدتِ ناقصہ اور رخاوتِ ناقصہ جمع ہوگئی ہیں۔

سوال: میم اور نون کے دو دو مخرج ہیں۔ایک ایک محقق اور ایک ایک مقدر۔یعنی جب نون و میم مخفاء اور نون مدغم بادغام ناقص ہو تو ان کا مخرج خیشوم ہے۔تو اس صورت میں خیشومی یعنی غنہ کی آواز پوری طرح جاری ہوگی اور آواز کا جاری ہونا ہی رخاوت ہے تو ماننا ہوگا کہ یہ دونوں نون اور میم خالص حروف رخوہ ہیں متوسط نہیں؟

جواب: صفاتِ لازمہ سے صرف حروفِ اصلیہ ہی متصف ہوتے ہیں حروفِ فرعیہ نہیں اور جیسا کہ اوپر گزرا میم، نون جب مخفاء ہوں تو ان کا مخرج خیشوم ہوتا ہے۔اس حالت میں ان کو حروفِ فرعیہ میں شمار کرتے ہیں اور یہاں حروف کی اصلی اور ذاتی آوازوں پر کلام ہے۔عارضی اور فرعی احوال پر نہیں۔نون میم میں غنہ کی آواز ایک الف کے برابر ہونا یہ ان کی فرعی حالت ہے یا مثلاً ہمزہ میں صفتِ شدت ہے اور اس کی صفت لازمہ ہے مگر جب ہمزہ میں تسہیل ہوگی تو یہ نرم ہو جائے گا اور اس میں شدت کی بجائے خالص رخوت ہوگی جو شدت کی ضد ہے۔مگر یہ حالت ہمزہ کی اصل نہیں بلکہ عارضی اور فرعی ہے۔یا مثلاً لام ذاتی طور پر مستفلہ اور مرقق ہے مگر عارضی طور پر کبھی پر بھی ہو جاتا ہے تو یہ تفخیم لام کی ذاتی حالت نہیں بلکہ عارضی اور فرعی ہے اور عارضی اور فرعی وصف ذاتی سے خارج شے ہوتا ہے تو یہ عارضی اور فرعی حالتیں ان حروف کی ذاتی صفات کے منافی نہیں۔اسی طرح نون میم میں غنہ ہونا اور آواز کا جاری ہونا ان حروف کے متوسط اور بین بین ہونے کے بھی منافی نہیں۔ اللّٰہ

وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔

سوال: کاف کی ادائیگی میں زبان کی جڑ تالو سے ملتی ہے تو کیا یہ بھی مستعلیہ ہے۔ نیز جیم، شین اور یا میں زبان کا بیچ تالو سے ملتا ہے تو کیا یہ تینوں بھی مطبقہ ہیں اور اگر ہیں تو مستعلیہ سات کی بجائے آٹھ اور مطبقہ چار کی بجائے سات ہونے چاہئیں؟

جواب: کاف میں زبان کی جڑ اور جیم، شین، یا میں زبان کا درمیان تالو سے ملنے کے باوجود یہ حروف باریک ہی رہتے ہیں پر نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ ان چاروں حروف میں زبان کا ارتفاع صفت کی وجہ سے نہیں بلکہ مخرج کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جبکہ حروف مستعلیہ اور مطبقہ میں ارتفاع صفت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لیے کاف مستعلیہ نہیں اور جیم شین اور یا مطبقہ نہیں۔ نیز اطباق کا جو یہ مفہوم ہے کہ وسط زبان تالو کو ڈھانپے، یہ ڈھانپنا اسی وقت ہوگا جبکہ زبان کے تمام کنارے وسط زبان سمیت تالو سے مل جائیں۔ پس تمام کناروں میں اقصی لسان بھی شامل ہے۔ اسی وجہ سے صفت اطباق بغیر استعلاء کے ممکن نہیں اور حروف شجریہ میں استعلاء کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو واضح ہوا کہ حروف شجریہ مطبقہ نہیں ہیں کیونکہ شجریہ میں تو صرف وسط زبان تالو سے ملتی ہے۔ تمام کنارے نہیں ملتے اسی کاف میں زبان کی پوری جڑ کا اکثر حصہ تالو کی طرف بلند نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف وہ حصہ بلند ہوتا ہے جو زبان کی جڑ اور وسط زبان کے درمیان ہے اس بناء پر اس کو مستعلیہ میں شمار نہیں کرتے۔

حروف صفیر

زا، سین، صاد یہ تین ہیں مگر سین میں ہمس کی وجہ سے صفت صفیر کا اہتمام زیادہ کرنا پڑتا ہے کیونکہ ہمس ضعیف اور پست آواز کے معنی میں ہے۔ لہٰذا سین کو واضح کرنے کے لیے صفت صفیر کا اہتمام زا اور صاد سے ہوگا اور زا میں جہر کے سبب سین سے کم اور صاد میں استعلاء اور اطباق کی وجہ سے زا سے بھی کم اور قراء فرماتے ہیں کہ ان تین حرفوں میں سین کی آواز ٹڈی

کی، زا کی آواز شہد کی مکھی اور صاد کی آواز مرغابی کی آواز جیسی ہوتی ہے۔

حروف قلقلہ کے پانچوں حرفوں میں صفت جہر اور شدت پائی جاتی ہے۔ پس جہر کی وجہ سے سانس بند ہوا اور شدت کی وجہ سے آواز بند ہوئی۔ اب ان کو ادا کرنے میں پڑھنے والے کو تنگی اور دشواری پیش آتی ہے اور بلا تکلف ان کو ظاہر کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ تب ان میں قلقلہ پیدا کرنے کی حاجت پیش آتی ہے۔ جو حرکت کے مشابہ ہوتی ہے۔ حقیقت میں حرکت نہیں ہوتی اور لوگ اس میں غلطی بھی کر جاتے ہیں کہ یا تو بالکل متحرک پڑھ دیتے ہیں یا حروف قلقلہ کے علاوہ دوسرے حروف میں بھی قلقلہ کر دیتے ہیں۔ احتیاط کی اشد ضرورت ہے۔ قلقلہ میں قاف اصل ہے کیونکہ

۱۔ اس کو قراءت کے تمام علماء نے قلقلہ کا حرف بتایا ہے رہے باقی چار حرف تو ان کو اکثر علماء نے قلقلہ کے حروف شمار کیا ہے۔ مگر کل نے نہیں۔

۲۔ قاف ایسا حرف ہے جس کا سکون کے وقت جنبش دیئے بغیر ادا کرنا ممکن ہی نہیں اور باقی حروف میں جنبش دیئے بغیر ادائیگی ممکن تو ہے مگر نہایت مشکل۔ گویا یہ حروف قاف کے مشابہ اور تابع ہیں۔ اسی لیے بعض حضرات نے قاف میں قلقلہ واجب اور باقی چار حروف میں جائز کہا ہے مگر یہ جواز اعتبار اور عدم اعتبار کی وجہ سے ہے۔ یہ نہیں کہ ان چار میں سرے سے قلقلہ کی صفت جوازی ہے۔

قلقلہ کے درجات پانچ ہیں۔

۱۔ اعلیٰ یہ حروف مشدد موقوف ہوں جیسے اَلْحَقّ

۲۔ اس سے کم کہ جب یہ حروف ساکن موقوف ہوں۔ جیسے یَسْرِقْ

۳۔ اس سے بھی کم کہ جب یہ حروف مشدد ہوں مگر موقوف نہ ہوں۔ جیسے اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

۴۔ تین نمبر سے بھی کم یہ حروف ساکن ہوں مگر موقوف نہ ہوں جیسے خَلَقْنَا۔

۵۔ ادنیٰ یعنی سب سے کم، یہ حرکت والی حالت میں ہوتا ہے۔ جیسے قُلْ اور قَدْ میں قاف کا قلقلہ۔ پس اس حالت میں نہایت کم درجہ کا ہوتا ہے اور نہ ہونے کے مرتبہ میں ہے۔ اسی لیے قراء حضرات حالت سکون کی تخصیص کرتے ہیں کیونکہ سکون کی حالت میں قلقلہ کا احساس زیادہ ہوتا ہے اور حالت وقف میں اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اس تقریر سے یہ بات بھی واضح ہوگئی ہے کہ اکثر قراء حضرات صفت قلقلہ کے لیے سکون کی قید کیوں لگاتے ہیں۔ اللہ ورسولہ اعلم

امام خلیل اور سیبویہ نے لام، نون، را کا مخرج الگ الگ اور فراء نے تینوں کا ایک ہی مخرج بیان کیا ہے لام اور را میں انحراف کی وجہ سے فراء نے تینوں کا مخرج ایک کہا اور صفت انحراف بیان نہیں کی کیونکہ مخرج جدا جدا ہو اور ایک دوسرے کے مخرج کی طرف میلان پایا جائے تو صحیح اور اگر مخرج ہی ایک ہو تو پھر مخرج کی طرف میلان کہنے کا کیا مطلب۔ پس اس سے یہ بھی نکل آیا کہ جو حضرات لام، نون، را، کا مخرج الگ الگ بیان کرتے ہیں وہ صفت انحراف کو بھی بیان کرتے ہیں اور جو ان تینوں کا مخرج ایک کہتے ہیں وہ صفت انحراف کو بیان نہیں کرتے۔

را کو مکرر کہنا ایسا ہی ہے جیسے کسی انسان کو ضاحک (ہنسنے والا) کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ ہنس نہیں رہا ہوتا۔ مگر اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان میں ہنسنے کی طاقت اور صلاحیت موجود ہے۔ جب چاہے ہنس سکتا ہے۔ اسی طرح را میں تکریر کی بالقوہ صلاحیت موجود ہے مگر بالفعل نہیں، گویا را میں تکرار کی استعداد تو موجود ہے مگر اس کا اظہار کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ اس طرح ایک کی بجائے کئی راءات بن جائیں گی۔ جو سراسر غلط ہے۔ خاص طور پر مشدد را میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

علامہ جزری فرماتے ہیں۔ وَاَخْفِ تَكْرِيْرًا اِذَا تُشَدَّدُ

علامہ جزری رحمتہ اللہ کی اس عبارت کا بغور جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ حضرت علامہ تکرار

سے منع نہیں کر رہے بلکہ صفتِ تکریر کو نرمی سے ادا کرنے کا فرمار ہے ہیں۔ نیز حضرت علامہ جزری کا (وَبِتَكْرِيرٍ جُعِلَ) فرمانا بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ صفتِ تکریر ادائی صفت ہے۔ علامہ جزری کے ساتھ، ابو شامہ مکی، ابن حاجب، مرعشی وغیرہم بھی را کو تکریر سے متصف قرار دیتے ہیں اور ادائی مانتے ہیں۔ مگر علامہ جعبری اور ملا علی قاری رحمہما اللہ نے را کو تکریر سے متصف ہونے کا مطلب وہی لیا ہے جو اوپر درج ہوا۔ یعنی را میں صفتِ تکریر تو ہے مگر احترازی ہے ادائی نہیں پس تکریر احترازی یہ ہے کہ زبان کے سرے کو تالو پر مضبوط لگایا جائے تا کہ تکرار نہ ہو اور تکریر ادائی یہ ہے کہ راسِ لسان کو ایسی نرمی اور لطافت کے ساتھ ارتعاش اور لرزہ ہو۔ جو سننے والے کو بالکل محسوس نہ ہو البتہ پڑھنے والا اسے محسوس کرے گا۔ ابو شامہ فرماتے ہیں کہ جب وقف کرنے والا را پر ٹھہرتا ہے اسے محسوس ہوتا ہے کہ طرفِ لسان میں کچھ ارتعاش (کپکپی) ہو رہی ہے۔ یہی تکریر ہے۔

ماخوذ (العطایا الوهبیه، الجواهر النقیه)

سوال: استطالت معنی دراز ولمبا ہونا۔ نیز حروفِ مدہ بھی لمبے ہوتے ہیں جبکہ مدکا معنی ہی درازگی اور لمبائی ہے تو پھر ان میں فرق کیا ہوا؟

جواب: ضاد کا مخرج محقق ہے اور محقق حرف کی آواز اس کے مخرج سے متجاوز نہیں ہوتی۔ اس لیے ضاد کے مخرج میں ہی آواز کو امتداد رہتا ہے۔ جبکہ حروفِ مدہ کا مخرج مقدر ہے اور صفتِ مدیت کو ادا کرتے وقت امتداد خود حرفِ مدہ کی ذات میں ہوتا ہے نہ کہ مخرج میں۔ یہی وجہ ہے کہ حرفِ مدہ زیادتی اور کمی کو قبول کر لیتے ہیں۔ جبکہ ضاد میں ایسا نہیں ہے۔ نیز ضاد کی درازی حرفِ مدہ سے بہت تھوڑی ہوتی ہے۔

سوال: جس طرح متضادہ صفات کا ہر جوڑا سب حرفوں کو شامل ہو جاتا ہے۔ اس طرح غیر متضادہ میں بھی تو جوڑے بن سکتے ہیں جو حرفوں کو شامل ہوں۔ مثلاً پانچ حرفوں میں اگر صفتِ قلقلہ ہے تو باقی ۲۴ حرفوں میں عدم قلقلہ ہو گی، اسی طرح تین حرفوں میں

اگر صفیر ہے تو باقی ۲۶ حروف میں عدم صفیر ہوگی تو پھر کیا وجہ ہے کہ غیر متضادہ میں مقابل صفات کے نام مقرر نہیں کیے گئے اور ہم لَا مُنَاقَشَةَ فِي الْاِصْطِلَاحِ۔ (اصطلاح مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں) کے تحت خود ان ضدوں کے کچھ نام مقرر کرلیں۔ جیسا کہ بعض حضرات نے صفیر کی ضد کا نام جرس قلقلہ کی ضد کا نام استقرار استطالت کی ضد کا نام قصارت رکھا ہے تو کیا اس میں متضاد اور غیر متضادہ کا فرق ختم نہ ہو جائے گا؟

جواب: حقیقت تو یہ ہے کہ غیر متضادہ میں مقابل صفات کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ محض نام لگا کر اضداد عقلیہ بنانے سے حقیقت نہیں بدلتی کیونکہ صفت اس کیفیت و حالت کا نام ہے جو مخرج سے زائد ہو مثلاً قلقلہ مخرج سے زائد ایک خاص کیفیت کا نام ہے۔ مگر عدم قلقلہ، قلقلہ کی نفی تو ہے مخرج سے زائد کوئی خاص کیفیت نہیں کہ جس کا کوئی نام مقرر کیا جائے۔ اس کی ایک آسان مثال علماء نے یہ لکھی ہے کہ دو آدمی کھڑے تھے ایک کھڑا رہا اور دوسرا مشرق سے مغرب کی طرف دوڑ پڑا۔ اب دوڑنے والے کی ضد کھڑا ہوا نہیں ہے بلکہ اس کی ضد وہ ہوگا جو مغرب سے مشرق کی طرف دوڑے اور جن حضرات نے کوئی نام مقرر کیے بھی ہیں تو اس سے اصل مقصد پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ ان حضرات کا مقصد یہ ہے کہ کسی آسان انداز سے وہ کیفیت جو مخرج سے زائد ہے اور نام بھی مقرر ہے اس کو واضح کردیں تاکہ اس پر عمل کیا جاسکے ورنہ یہ مقصد ہرگز نہیں کہ جو نام انہوں نے مقرر کیے ہیں ان کے مفہومات اصل مخرج سے زائد ہیں۔

☆ استطالت اور تفشی میں فرق یہ ہے کہ استطالت کی درازی صرف طولاً ہے نہ کہ عرضاً بھی اور تفشی کی درازی و پھیلاؤ طول و عرض دونوں میں اور پورے منہ میں ہے نہ کہ صرف اپنے مخرج میں۔

☆ فن تجوید کی بڑی بڑی کتابوں میں جو صفات مذکورہ ہیں۔ان کی تعداد چوالیس ۴۴ تک پہنچتی ہے اور بعض کتب میں اس سے بھی زیادہ مذکور ہیں۔مگر یہ اٹھارہ صفات جو اوپر ذکر ہوئیں۔تمام صفات میں سے بہترین انتخاب اور بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔کیونکہ ان کے علاوہ جو صفات ہیں اُن کا تعلق فن ادا سے نہیں بلکہ فن لغت سے ہے۔وہ یا تو مخارج کے مفہوم کی وضاحت کرتی ہیں یا پھر انہی مذکورہ بالا صفات سے بطور فرع اخذ ہوتی ہیں۔

ذیل میں ہم نہایت اختصار کے ساتھ باقی صفات کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ مد

مد حروف کی ادائیگی کے وقت آواز میں درازی اور نرمی پیدا ہونا۔ایسے حروف تین ہیں۔واو،الف اور یا (شرح شاطبیہ ملا علی قاری)

۲۔ قصر

قصر،مد کی ضد ہے۔یعنی باقی حروف میں مدہ کی طرف درازی اور نرمی نہیں ہوتی۔

۳۔ ہوا

آواز کا منہ کے خلا میں وسیع ہونا،یہ صفت صرف الف میں ہے۔اسی لیے اس کو ھاوی کہتے ہیں۔

نوٹ: خلاء دہن میں آواز کی وسعت اگرچہ واو اور یا مدہ میں بھی ہوتی ہے مگر واو میں تو انضمام شفتین اور یا میں وسط زبان کے تالو کی طرف بلند ہونے کی وجہ سے الف کا ان دونوں میں سے امتیاز ہوگیا ہے،ویسے بھی مدہ ہونے میں الف اصل ہے۔

۴۔ متخیرہ

یہ ہوا کی ضد ہے اور الف کے سوا باقی سب حروف میں پائی جاتی ہے۔

۵۔ علت

اس سے واو، الف اور یا متصف ہیں یعنی ان تینوں میں تعلیلات ہوتی رہتی ہیں۔ جیسا کہ علم صرف میں قواعد مشہور ہیں۔

۶۔ تخفیف

صرف ہمزہ کی تعلیلات وتخفیفات کو کہتے ہیں۔

۷۔ تفخیم

حروف کی آواز کا پُر ہونا اور ایسے دس ۱۰ ہیں خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ. الف، لام اور را۔

۸۔ ترقیق

یہ تفخیم کی ضد ہے اور مذکورہ دس حروف کے علاوہ باقی حروف میں پائی جاتی ہے اور جب الف، لام، را مرقق ہوں تو یہ بھی شامل ہیں۔

۹۔ ابدال

ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنا اور ایسے حروف بارہ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے "طَالَ يَوْمٌ أَنْجَدْتُهُ" اور ان کو حروفِ ابدال اس لیے کہتے ہیں کہ یہ دوسرے حروف سے بدلتے رہتے ہیں جیسے عَنْبَرٌ کہ با سے پہلے آنے والے نون کو میم سے بدلا جاتا ہے جیسے لَازِمٌ سے لَازِبٌ کہ میم با سے بدلی ہوئی ہے۔ پس ان بارہ حروف ہی سے کوئی نہ کوئی حرف بدلتا ہے اور فصولِ اکبری میں صاد اور زا کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس طرح حروفِ ابدال کی تعداد چودہ ہو جائے گی۔

۱۰۔ زیادت

اصلی حروف فا، عین اور لام پر کچھ حرفوں کا زائد جیسے اِجْتَنَبَ میں ہمزہ اور تا اور

ایسے حروف کی تعداد دس ہے۔ جن کا مجموعہ اَلْیَوْمَ تَنْسٰھَا ہے یعنی اسم فعل میں کوئی بھی حرف فا، عین اور لام سے زائد ہوگا تو وہ انہی دس حروف میں سے ہوگا۔

۱۱۔ بُحّہ

گلے کا گھٹنا اور آواز کا سخت ہونا یعنی حرف کی ادائیگی میں تنگی محسوس کرنا۔ یہ صرف حُطّیٰ کی "حا" میں ہے۔

۱۲۔ نفخ

پھونک مارنا یعنی حروف کو ادا کرتے وقت پھونک اور ہوا کا نکلنا ایسے حروف چار ہیں ذ ز ض ظ

۱۳۔ خفاء

چھپنا یعنی حرف کی آواز کا مستور اور نرم ہونا، کہ ادا کے وقت پورا اہتمام نہ کرنے کی صورت میں حرف کا غائب اور معدوم ہو جانا۔ ایسے حروف چار ہیں، تین تو حرفِ مدہ اور ایک گول ھا۔ مجموعہ ھَاوِی ہے۔ حروفِ مدہ میں خفا ہونے کی وجہ سے ہی ہمزہ سے پہلے مد کیا جاتا ہے۔ تاکہ جلدی میں ساقط نہ ہو جائیں۔ اسی طرح ضمیر کی ھا کو قوی کرنے کے لیے صلہ دیتے ہیں اور الف ان میں خفی تر ہے کیونکہ اس کا کوئی محقق مخرج بھی نہیں ہے اور نہ ہی اس پر کوئی حرکت آتی ہے اور نہ اس کی ادا میں زبان کا منہ کے کسی حصہ سے تعلق ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی ادائیگی میں زبان کو کوئی دشواری پیش آتی ہے۔

۱۴۔ صعوبت

یہ خفا کی ضد ہے اور صرف ہمزہ میں پائی جاتی ہے۔

۱۵۔ امالہ

جھکانا اور اس کے تین حروف ہیں۔ الف۔ تانیث کی ہا اور را۔ کیونکہ امالہ انہی میں ہوتا ہے۔

۱۶۔ حروف منتصبہ

یعنی سیدھے پڑھے جانے والے حروف اور یہ حروفِ ممالہ کے علاوہ باقی حروف ہیں۔

۱۷۔ خلط یا اشراب

کسی حرف کی آواز میں کسی دوسرے حرف کی آواز یا دوسرے حرف کی صفت کا شامل اور خلط ہو جانا۔ جیسے نون مخفاۃ، الف ممالہ، صاد مشممہ، تسہیل والا ہمزہ اور وہ لام جو پُر حروف کے بعد آئے تو پُر ہو جاتا ہے۔ جیسے اَلصَّلٰوۃُ صرف ورش کی قراءت میں۔

۱۸۔ صراحت

یہ خلط کی ضد ہے۔ یعنی بغیر آمیزش کے خالص ہونا اور حروفِ مخالطہ کے علاوہ باقی تمام حروف دوسری آواز سے بالکل پاک اور خالی ہوتے ہیں۔

۱۹۔ جَرَس

سخت آواز، اور یہ صفت صرف ہمزہ میں ہے۔ اسی لیے اس میں تحقیق، تسہیل، حذف اور ابدال وغیرہ مختلف تغیرات ہوتے ہیں۔

۲۰۔ صتم

مل اور مضبوط ہونا اور یہ چھ حروف حلقی کے سوا باقی سب حروف ہیں۔

۲۱۔ ھتف

چیخنے کی سی کیفیت ہونا اور حرفِ مہتوف ہمزہ ہے کیونکہ یہ سینے کے زور سے نکلتا ہے۔ گویا جرس اور ہتف دونوں کا مفہوم قریب قریب ہے کیونکہ دونوں سخت آواز کے معنی میں ہیں۔ پس ہمزہ کو جرسی بھی کہتے ہیں اور ہتفی بھی۔

۲۲۔ رجوع

حرف کی آواز کا اپنے مخرج سے کسی اور طرف مائل ہونا اور یہ نون اور میم میں ہے۔ کہ ان کی آواز کا کچھ حصہ غنہ کی وجہ سے خیشوم کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

۲۳۔ سالمہ

یہ میم اور نون کے علاوہ باقی حروف ہیں۔

۲۴۔ حرفِ متصل

یہ واو ہے۔ اس لیے کہ یہ منہ میں پھیل کر الف کے مخرج تک پہنچ جاتا ہے۔ قراء فرماتے ہیں، یا کا بھی یہی حال ہے۔

۲۵۔ حروف مذبذبہ

حروف زوائد جن کا ذکر اوپر گزرا۔ دس ہیں جن کا مجموعہ ہے۔ اَلْیَومَ تَنسَاھَا اس سے الف کو نکال لیں تو باقی نو حروف مذبذبہ ہیں اور یہ نام ان کا اس لیے ہے کہ ان کو ایک حال پر قرار نہیں ہے۔ یہ کبھی اصلی ہوتے ہیں کبھی زائد، ذہن کو ان کے اصلی اور زائد ہونے کا تردد رہتا ہے۔

۲۶۔ اصلی حروف

یہ ۱۹ ہیں جو دس زاوئد کے علاوہ ہیں۔ کیونکہ حروف ہمیشہ فا، عین اور لام ہو کر ہی آتے ہیں۔

نوٹ: اَبُوْحَنِيْفَةَ کے سات حروف محذوفہ ہیں یعنی جب کوئی حرف حذف ہوگا تو انہی میں سے ہوگا۔

☆ صفت ہمس کا مجموعہ فَحَثَّہٗ شَخْصٌ سَكَتْ ہے اس کا معنی۔

ا۔ "پس اس کو ایک شخص نے شوق دلایا مگر وہ خاموش ہی رہا۔"

۲۔ "پس اس کو شخص نے شوق دلایا جو خود خاموش تھا۔"

☆ صفت شدت کا مجموعہ اَجِدُ قَطٍ بَكَتْ ہے۔ اس کا معنی

ا۔ "عمدہ ترین کام کر۔"

۲۔ "میں قط کو محسوس کرتا ہوں کہ وہ روئی ہے۔"

☆ متوسط حروف کا مجموعہ لِنْ عُمَرَ ہے اس کا معنی

ا۔ "اے عمر نرم ہو جا۔"

۲۔ "اے عمر نرمی کر۔"

☆ صفت استعلا کا مجموعہ خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ ہے۔ اس کا معنی
"گرمی کی حرارت کے وقت بانس کے تنگ مکان میں قیام کر۔"

☆ صفت اذلاق کا مجموعہ فَرَّ مِنْ لُبٍّ ہے۔ اس کا معنی
"جاہل، عقل مند سے دور بھاگ گیا۔"

☆ صفت قلقلہ کا مجموعہ قُطْبُ جَدٍّ اس کا معنی ہے "بزرگی کا مدار"

☆ جن حروف کا مخارج جدا جدا ہیں ان میں فرق اور امتیاز تو ظاہر ہے مثلاً ت اور ک کی دونوں حرف صفات میں مکمل متحد ہیں۔ دونوں میں اگر ہمس ہے تو دونوں میں شدت۔ دونوں میں استفال ہے تو دونوں میں انفتاح اور دونوں میں اصمات بھی۔ مگر دونوں کے مخارج جدا جدا ہیں کہ کاف اگر زبان کی جڑ سے نکلتا ہے تو تا زبان کی نوک سے۔ اس طرح صفات میں متحد ہونے کے باوجود فرق بہت واضح ہے۔

کیونکہ مخرج الگ الگ ہے۔

البتہ وہ حروف جو مخرج میں متحد اور اکٹھے ہوں ان میں جدائی کسی نہ کسی صفت سے ہوتی ہے۔ اسی صفت کو ممیزہ کہتے ہیں۔ مثلاً سین اور صاد کہ مخرج میں تو مشترک اور اکٹھے ہیں مگر صفات میں مختلف کیونکہ صاد میں استعلا و اطباق ہیں اور سین میں استفال و انفتاح۔ چنانچہ استعلاء و اطباق صاد کے لیے ممیزہ ہیں کہ انہی سے صاد، سین سے الگ ہوا اور استفال و انفتاح سین کے لیے ممیزہ ہیں کہ ان سے سین، صاد سے جدا ہوا۔ پس مناسب ہے کہ جتنے حروف متحد المخرج ہیں ان میں غور کر کے حرفوں کی صفاتِ ممیزہ کا تعین کرنا چاہیے اور اساتذہ کرام دو دو حرفوں کو لے کر اپنے طلباء سے دریافت فرمائیں کہ یہ دونوں کتنی صفات میں متحد ہیں اور کتنی صفات ان کے لیے ممیزہ ہیں۔ اس طرح صفات خوب ذہن نشین ہو جائیں گی۔

☆ ضاد کی ادا میں عام طور پر لوگ غلطی کرتے ہیں۔ کوئی ظا پڑھتا ہے کوئی دال پر، کوئی زا پر، کوئی غین اور بعض جگہ تو ڈال پر بھی پڑھتے ہیں۔ غرضیکہ جتنی غلطی ضاد کی ادائیگی میں کرتے ہیں کسی اور حرف میں نہیں کرتے اور پھر ہر کوئی اپنی اپنی غلط ادائیگی کو صحیح ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے۔ پھر ہر کوئی کہتا ہے میں صحیح پڑھتا ہوں باقی غلط پڑھتے ہیں۔ یہ کہتا ہے اس کی نماز نہیں ہوئی وہ کہتا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوئی اور یہ جھگڑا اور فتنہ ہمارے دور کا ہی نہیں بلکہ صدیوں سے موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ جزری رحمتہ اللہ علیہ نے مقدمہ جزریہ میں صرف ضاد کے لیے ایک مستقل باب باندھا اور ضاد کو ظا سے الگ کر کے پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ ہم اس پوزیشن میں تو نہیں کہ کسی کے خلاف کوئی ترش الفاظ استعمال کرنے کی جسارت کریں یا نماز کی صحت و عدم صحت کا فتویٰ جاری کریں۔

البتہ یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ ضاد ایک مستقل حرف ہے۔ اس کی اپنی ایک خاص آواز ہے۔ اس کا اپنا ایک الگ مخرج ہے اور وہ بھی محقق" تو پھر اسمیں ہم لوگ اپنی مرضی

کیوں کرتے ہیں۔ پھر ضاد کو ہم اس کی اصل آواز کیوں نہیں دیتے پھر ہم ضاد کو اس کے اپنے مخرج سے ادا کیوں نہیں کرتے پھر اس حرف کی ادا کو اپنی اپنی انا کا مسئلہ کیوں بنا لیا گیا؟"
جواب بہت سادہ ہے کہ "یہ حرف اپنی ادائیگی میں دوسرے حروف سے ذرا مشکل ہے۔" ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ واقعی ضاد کا ادا کرنا قدرے مشکل ہے لیکن کیا ہر مشکل کام چھوڑ دیا جاتا ہے، کیا محنت اور کوشش کرنے سے ہر مشکل کام آسان نہیں ہو جاتا مگر ہمارا یہ المیہ ہے کہ ہم دنیوی کاموں میں تو خوب محنت اور مشقت کرتے ہیں۔ مگر قرآن پاک سیکھنے میں غیر ذمہ داری اور غفلت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور یہ لاپرواہی اور قرآن مجید سے بے رغبتی ہی اس سارے جھگڑے کی بنیاد ہے۔ علامہ جزری رحمتہ اللہ علیہ مقدمہ جزریہ میں فرماتے ہیں۔

وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ تَرْكِهِ اِلَّا رِيَاضَةُ امْرِئٍ بِفَكِّهِ

خلاصہ یہ ہے کہ تجوید کا کمال مشق اور ریاضت پر ہے پس جو محنت کرے گا وہی ماہر ہو گا۔ اگر ہم تھوڑا سا وقت کسی ماہر فن کے پاس لگائیں اور اس حرف کو صحیح کرنے کی کوشش کریں تو ان شاء اللہ کامیابی ہو گی اور جب ضاد کی اپنی آواز اس کے اپنے مخرج سے نکلے گی تو پھر جھگڑے کی گنجائش ختم ہو جائے گی۔

☆ مشہور و منتخب اٹھارہ صفاتِ لازمہ میں سے بارہ قوی اور چھ ضعیف ہیں۔

قوی:

۱	جہر	۲	شدت	۳	استعلاء
۴	اطباق	۵	اصمات	۶	صفیر
۷	قلقلہ	۸	انحراف	۹	تکریر
۱۰	تفشی	۱۱	استطالت	۱۲	غنہ

نوٹ: ان قوی صفات میں سے پہلا درجہ قلقلہ کا، ہے اس کے بعد شدت کا، اس کے بعد جہر کا، پھر باقی صفات کا اور اطباق، اُس استعلاء سے قوی تر ہے جو اطباق سے خالی ہو۔

ضعیف

۱	ہمس	۲	رخاوت	۳	استفال
۴	انفتاح	۵	اذلاق	۶	لین

جیسا کہ پہلے گزرا ہے کہ ہر حرف میں صفاتِ لازمہ متضادہ میں سے پانچ ضرور پائی جائیں گی اور غیر حرف میں سے کسی حرف میں دو کسی میں صرف ایک اور کوئی بالکل خالی ہوگا۔ کیونکہ غیر متضادہ سولہ حروف میں پائی جاتی ہیں سب میں نہیں۔ پس اب یہ بھی سمجھو کہ حرف میں جتنی صفتیں قوت کی ہونگی اتنا ہی قوی ہوگا اور جتنی ضعیف صفتیں پائی جائیں گی حرف اتنا ضعیف ہوگا۔ نیز جس حرف میں قوت و ضعف کی صفات برابر ہوں وہ متوسط۔ علماءِ فن نے قوت وضعف کے لحاظ سے حرف کی پانچ قسمیں بنائی ہیں۔

۱	اقوی	۲	قوی	۳	متوسط
۴	ضعیف	۵	اضعف		

اقویٰ

وہ حروف جن میں صفاتِ ضعیفہ بالکل نہ ہوں۔ یا صرف ایک ہو ایسے حروف چار ہیں جو طَضْ، ظَقْ میں جمع ہیں۔ دیکھیے ان چاروں میں سے طا میں کوئی بھی ضعیف صفت نہیں ہے۔ ضاد اور ظا میں صرف ایک رخوت ضعیف ہے۔ اسی طرح قاف میں بھی صرف ایک صفت انفتاح ضعیف ہے۔

قوی

وہ حروف جن میں قوی صفات زیادہ اور ضعیف کم، مگر ضعیف کم از کم دو ہوں۔ ایسے حروف چھ ہیں۔ جن کا مجموعہ جَدٌّ صَغْرَزٌ ہے۔
ان میں سے جیم و دال میں استفال اور انفتاح دو صفتیں ضعیف ہیں۔

را میں استفال، انفتاح اور اذلاق تین۔

زا میں رخوت استفال اور انفتاح تین ہیں۔

صاد میں ہمس اور رخوت دو۔

جبکہ غین میں رخوت اور انفتاح دو صفتیں ضعیف ہیں۔

نوٹ: را میں شبہ مستعلہ اور تفخیم کا بھی لحاظ کیا گیا ہے جبکہ زا میں صفت جہر جو قلقلہ اور شدت کے علاوہ باقی تمام صفات سے قوی ہے اور اس میں صفت صفیر کی وجہ سے قدرے تفشی بھی ہے۔ اس بناء پر ان کو قوی حروف میں شمار کر لیا گیا۔

متوسط

جن حرفوں میں قوی اور ضعیف صفات برابر برابر ہوں۔ ایسے حروف آٹھ ہیں۔ جن کا مجموعہ اَخِذَ عَتَ کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ہمزہ میں دو ضعیف اور تین قوی، الف، تا، خا، ذال اور کاف میں دو دو صفتیں قوی اور تین تین ضعیف ہیں۔ جبکہ با اور عین میں برابر برابر ہیں۔ یعنی با میں جہر، شدت، قلقلہ، تین قوی اور استفال، انفتاح، اذلاق، یہ ضعیف ہیں جبکہ عین میں جہر و اصمات دو قوی اور استفال و انفتاح ضعیف۔ رہی توسط سو وہ ہے ہی درمیانی صفت۔

نوٹ: بظاہر ایسا لگتا ہے کہ ان آٹھ حروف میں صرف با اور عین ہی متوسطہ ہیں۔ کیونکہ انہی کی قوت وضعف کی صفات برابر برابر ہیں۔ جبکہ ہمزہ میں دو ضعیف اور تین قوی ہیں اور باقی پانچ میں تین، تین ضعیف اور دو، دو قوی ہیں۔ تو اس طرح ہمزہ کو قوی اور باقی پانچ کو ضعیف میں شمار ہونا چاہیے تھا۔ تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ مراتب کے تعین میں علماء فن نے صرف مذکورہ اٹھارہ صفات کو ہی نہیں بلکہ جملہ صفات کو مدنظر رکھا۔ پس تمام صفات کے اشتراک کا جو تقاضا اہلِ فن کے ہاں معتبر ٹھہرا اسی کے مطابق یہ ترتیب ہے۔ ہاں البتہ دورِ حاضر کے بعض حضرات نے اس تقسیم پر

قدرے جرح کی ہے جونہایت جاندار اور شاندار ہے۔ دیکھیے الجواہر النقیہ اور کمال الفرقان وغیرہ۔

ضعیف

وہ حروف جن میں ضعیف صفات زیادہ اور قوی کم، مگر کم از کم دو ہوں۔ ایسے حروف پانچ ہیں۔ جو شَلْیُوْسْ میں جمع ہیں۔ ان میں سے سین اور شین میں چار صفات ہمس، رخوت، استفال اور انفتاح ضعیف اور دو دو قوی ہیں۔ یعنی سین میں اصمات وصفیر اور شین میں اصمات وتفشی، اسی طرح وا اور یا میں چار چار صفات رخوت، استفال، انفتاح اور لین ضعیف ہیں اور ہر جہر واصمات دو، دو قوی جبکہ لام میں استفال، انفتاح اور اذلاق تین ضعیف اور جہر وانحراف دو قوی صفات ہیں۔

اضعف

وہ حروف جن میں قوی صفات بالکل نہ ہوں یا صرف ایک ہو۔ ایسے حروف چھ ہیں۔ جن کا مجموعہ حَنَثَ فَهَمَّ ہے۔ ان میں سے ح۔ ث۔ اور ہ میں چار چار صفات ہمس، رخوت، استفال اور انفتاح ضعیف ہیں اور ایک ایک صفت، (اصمات) قوی ہے جبکہ فا میں کوئی صفت بھی قوی نہیں ہے۔ نون اور میم میں استفال، انفتاح اور اذلاق تین تین ضعیف اور جہر وغنہ دو، دو قوی، مگر بعض نے غنہ کو ضعیف صفت قرار دیا ہے۔ جیسے علامہ جزری رحمتہ اللہ علیہ نے تمہید میں لکھا کہ لام کے مقابلہ میں نون، غنہ کی وجہ سے زیادہ ضعیف ہے۔ اس لیے لام، نون میں مدغم نہیں ہوتا کیونکہ لام، نون سے اقوی ہے۔ دیکھیے۔ (نہایت القول المفید)

نوٹ: اساتذہ کرام کو چاہیے کہ مراتب کی یہ تعیین طلباء سے کرائیں۔ اس سے طلباء کی ذہنی نشوونما ہوگی اور قابلیت میں اضافہ ہوگا۔

سوالات

۱۔ صفت کا لفظی اور اصطلاحی معنی بیان کرو؟

۲۔ صفتِ لازمہ اور عارضہ کی الگ الگ تعریف بیان کرو؟

۳۔ متضادہ اور غیر متضادہ کا فرق بیان کرو؟

۴۔ صفاتِ لازمہ کی تعداد کتنی ہے اور اس میں متضادہ اور غیر متضادہ کتنی کتنی ہیں؟

۵۔ توسط کو مستقل صفت شمار کیوں نہیں کرتے؟

۶۔ ایک حرف میں کم از کم کتنی اور زیادہ سے زیادہ کتنی صفات لازمہ پائی جا سکتی ہیں؟

۷۔ صفات لازمہ میں قویہ کون سی ہیں اور ضعیفہ کون کون سی ہیں؟

۸۔ باعتبار قوت اور ضعف کے حروف کی کتنی قسمیں ہیں؟

۹۔ جن حرفوں کا مخرج ایک ہو ان کو کیسے جدا کرتے ہیں؟

۱۰۔ صفاتِ لازمہ کے اور نام بھی ہیں۔ مع معنی بیان کرو؟

۱۱۔ مد کا معنی لمبا ہونا اور استطالت کا معنی بھی لمبا ہونا ہے فرق بیان کرو؟

۱۲۔ پانچ حروف ایسے ہیں جو صفاتِ لازمہ کے کسی مجموعہ میں سے نہیں پائے جاتے تلاش کرو؟

۱۳۔ را میں صفت تکرار ہے مگر اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ کیوں؟

۱۴۔ صفاتِ لازمہ کو ممیزہ بھی کہتے ہیں وجہ تسمیہ بیان کرو؟

۱۵۔ کاف اور تا میں صفتِ ہمس بھی ہے اور شدت بھی۔ جبکہ ہمس میں نرمی کا مفہوم ہے اور شدت میں سختی کا۔ پھر دونوں میں ضدیں کیسے جمع ہو گئیں؟

☆☆☆☆☆

صفاتِ عارضہ

صفاتِ لازمہ تو تمام حروف میں پائی جاتی ہیں۔ مگر صفاتِ عارضہ صرف آٹھ حروف جو (اَوْيَرْمَلَان) میں جمع ہیں میں پائی جاتی ہیں۔ نیز وہ بھی ہر وقت نہیں بلکہ بعض حالتوں میں پائی جاتی ہیں اور بعض حالتوں میں نہیں۔ اسی لیے ان کو عَارِضَہ، مُحَلِّيَه، مُحَسِّنَه اور مُزَيِّنَه کہتے ہیں۔

تفخیم وترقیق

تفخیم: "حرف کو موٹا کرنا یا پُر کرنا" ترقیق: "حرف کو باریک پڑھنا"

تفخیم وترقیق کے حوالہ سے حروف کو ہم تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ وہ حروف جو ہمیشہ ہر حال میں پُر ہوتے ہیں۔ وہ سات مستعلیہ ہیں۔ جن کا مجموعہ خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ ہے۔

۲۔ وہ حروف جو ہمیشہ ہر حال میں باریک ہوتے ہیں اور یہ مندرجہ بالا دس حروف کے علاوہ باقی انیس حروف ہیں۔

۳۔ وہ حروف جو کبھی پُر اور کبھی باریک ہوتے ہیں یہ صرف تین ہیں۔ الف، لام، را۔ انہیں شبہ مستعلیہ بھی کہتے ہیں۔

شبہ مستعلیہ کی وضاحت

الف کی تفخیم وترقیق

ہمیشہ ساکن ہونے کی وجہ سے الف پڑھنے میں اپنے ما قبل کے تابع ہوتا ہے۔ اسی طرح تفخیم وترقیق میں بھی ما قبل حرف کا اعتبار ہو گا۔ یعنی ما قبل حرف پُر ہو گا تو الف بھی پُر پڑھا جائے گا۔ اگر ما قبل حرف باریک ہو گا تو الف بھی باریک ہو گا۔ جیسے قَالُوْا، صَالِحُوْنَ، طَارِقِ یا جیسے اِذَا، سَجٰی، مَالِكِ وغیرہ

فائدہ: نو حروف کے بعد الف آئے تو پُر ہو گا۔ سات مستعلیہ اور اللہ کا لام اور را۔ ان نو کے علاوہ باقی حروف کے بعد آنے والے الف ان حروف کے ساتھ ہی باریک پڑھا جاتا ہے۔

لام کی تفخیم و ترقیق

لفظِ اللہ کا لام جو کہ اللہ رب العزت کا ذاتی نام ہے۔ اس کی جلالتِ شان، عظمت اور بزرگی ظاہر کرنے کے لیے پُر کرتے ہیں۔ اللہ کے لام سے پہلے والے حرف پر فتحہ یا ضمہ ہو تو پُر ہوگا اور کسرہ ہو تو یہ لام بھی باریک ہی پڑھا جائے گا۔

پُر کی مثالیں: اَرَادَ اللّٰہُ رَفَعَهُ اللّٰهُ ،قَالُوا اللّٰهُمَّ، اَللّٰهُمَّ

باریک کی مثالیں: لِلّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ قُلِ اللّٰهُمَّ وغیرہ

فائدہ: لفظِ اللہ جو اسم الجلالۃ ہے، کے علاوہ تمام لامات ہر حال میں باریک ہی ہوتے ہیں۔ جیسے عَلَيْنَا. كُلٌّ لَّه. مَاوٰلّٰهُمْ وغیرہ

فائدہ: لام اسم الجلالہ فتحہ اور ضمہ کے بعد واقع ہو تو پُر ہوگا۔ یہ فتحہ اور ضمہ اصلی ہوں، جیسے عَبْدُ اللّٰهِ. فَاللّٰهُ خَيْرٌ یا عارضی جیسے مِنَ اللّٰهِ . دَعَوُاللّٰهَ اسی طرح کسرہ کے بعد یہ لام آئے تو باریک ہوتا ہے عام ہے کہ یہ کسرہ اصلی ہو جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ. بِسْمِ اللّٰهِ یا عارضی ہو جیسے اَحَدُ ٭ اللّٰهُ. قُلِ اللّٰهُمَّ کسرہ متصل ہو جیسے لِلّٰهِ یا منفصل ہو جیسے اٰتٰیِ اللّٰهِ وغیرہ۔

فائدہ: لام اسم الجلالۃ کے ماقبل فتح اور کسرہ دونوں متصل بھی آئے ہیں اور منفصل بھی۔ جیسا کہ اوپر کی مثالیں گزریں مگر ضمہ صرف منفصل ہی آیا ہے۔ متصل کی مثال قرآن مجید میں نہیں ملی۔

فائدہ: لام میں ترقیق اصل ہے اور تفخیم کسی سبب سے آتی ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ لام سے قبل کسرہ عارضی اور کسرہ منفصلہ بھی آجائے تو بھی لام باریک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ لام میں ترقیق پہلے ہی اصل ہے جبکہ راء سے قبل یہی کسرہ عارضہ یا کسرہ منفصلہ آجائے تو را کو اس کی اصل (تفخیم) سے نہیں پھیر سکتا۔ کیونکہ یہ کسرہ ضعیف ہوتا ہے۔ مگر لام میں چونکہ ترقیق اصل ہے اس لیے کسرہ ضعیفہ سے بھی باریک ہو جاتا ہے۔ لام میں ترقیق اصل ہونے کا مطلب یہی ہے کہ وہ اکثر احوال میں مرقق ہوتا

ہے۔ جیسے را اکثر احوال میں مفخم ہوتی ہے تو اس میں تفخیم اصل کہہ دیتے ہیں۔

را کی تفخیم و ترقیق

ابتداءً را کی تین حالتیں ہیں۔

۱۔ را متحرک، ۲۔ را ساکن ما قبل متحرک، ۳۔ را ساکن ما قبل بھی ساکن

اور اب نمبروار قدرے تفصیل

۱۔ اگر را متحرک ہو تو فتحہ (زبر) اور ضمہ (پیش) والی را پُر ہو گی۔ جیسے رَبُّكَ، رُبَمَا اور اگر کسرہ (زیر) ہو تو باریک ہو گی جیسے رِجَالٌ

☆ مشدد را بھی اسی حکم میں ہے جیسے زبر کی مثال : اَلرَّحْمٰنُ
پیش کی مثال: اَلْحُرُّ زیر کی مثال: بِالْحُرِّ

☆ را مرامہ یعنی روم والی را یہ بھی اسی حکم میں شامل ہے پیش ہو تو پُر اور زیر ہو تو باریک پڑھی جائے اور روم کی تحقیق و تفصیل آگے وقف کے احکام میں آئے گی۔

☆ را ممالہ یعنی امالہ والی را، ہمیشہ باریک پڑھی جاتی ہے اور امالہ کی حقیقت یہ ہے کہ الف کو یا کی طرف اور زبر کو زیر کی طرف مائل کرنا (جھکانا) اور یہ پورے قرآن میں امام حفص رحمتہ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق صرف ایک جگہ ہے۔ اور وہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖ مےهَا کہ اصل میں مَجْرَاهَا تھا۔ اگر زبر کو زیر بناتے۔ الف کو یا بناتے تو مَجْرِيهَا ہو جاتا۔ مگر الف کو یا کی طرف جھکاتے ہیں یا بناتے نہیں۔ اسی طرح زبر کو زیر کی طرف جھکاتے ہیں بناتے نہیں۔

امالہ کی اقسام

پھر امالہ کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ امالہ صغریٰ

یعنی کم جھکانا کہ الف اور زبر کی طرف زیادہ اور یا اور زیر کی طرف جھکاؤ کم ہو۔ اس کی مثال اردو میں بیت۔ سیر، بیل جیش کی طرح ہے مگر یہ روایت حفص میں کہیں نہیں آیا ہے۔

۲۔ امالہ کبریٰ

یعنی زیادہ جھکانا کہ الف اور زبر کی طرف کم اور زیر اور یا کی طرف جھکاؤ زیادہ ہو اور اُردو میں اس کی مثال کھیل۔ جیل اور بکرے نخرے وغیرہ ہے۔

☆ اگر را ساکن ما قبل متحرک ہو تو راسے قبل زبر اور پیش سے را پُر ہو گی۔ جیسے بَرْقٌ، مُرْسَلُوْنَ اور زیر سے باریک جیسے فِرْعَوْنَ مگر یہاں تین باتوں کا خیال رہے۔

۱۔ راسے پہلے آنے والی زیر اصلی ہو عارضی نہ ہو۔

۲۔ را اور زیر دونوں ایک ہی کلمہ میں اکٹھے ہوں۔

۳۔ را کے بعد اسی کلمہ میں حرف مستعلیہ نہ ہو۔

☆ را ساکن ما قبل بھی ساکن ہو تو پھر اس سے بھی پہلا حرف دیکھیں اس پر زبر یا پیش ہو تو را پُر ہو گی۔ جیسے الْقَدْرِ، لَفِیْ خُسْرٍ اور اگر تیسرے حرف کے نیچے زیر ہو تو باریک جیسے حِجْر اور ایسا وقف کی حالت میں ہوتا ہے۔

☆ را ساکن سے پہلا ساکن اگر یا ہو تو پھر تیسرا حرف مت دیکھیں را ہر حال میں باریک ہو گی۔ جیسے خَیْر، ضَیْر، خَبِیْر وغیرہ۔

☆ چودہ صورتوں میں راء پُر ہوتی ہے۔

۱۔ را پر زبر ہو ۲۔ را پر پیش ہو ۳۔ را مرامہ پر پیش ہو

۴۔ را ساکنہ سے پہلے زبر ہو ۵۔ را ساکنہ سے پہلے پیش ہو

۶۔ را وقف بالاسکان کی وجہ سے ساکن ہو اور اس سے پہلے زبر ہو۔

۷۔ را وقف بالاسکان کی وجہ سے ساکن ہو اور اس سے پہلے پیش ہو۔

۸۔ را وقف بالاشمام کی وجہ سے ساکن ہو اور اس سے پہلے زبر ہو۔

۹۔ را وقف بالاشمام کی وجہ سے ساکن ہو اور اس سے پہلے پیش ہو۔

۱۰۔ را موقوفہ بالاسکان و بالاشمام سے پہلے یا کے علاوہ اور کوئی حرف ساکن ہو اور اس سے پہلے زبر ہو۔

۱۱۔ را موقوفہ بالاسکان و بالاشمام سے پہلے یا کے علاوہ کوئی اور حرف ساکن ہو اور اس

سے پہلے پیش ہو۔

۱۲۔ راساکنہ سے پہلے کسرہ عارضی ہو۔

۱۳۔ راساکنہ سے پہلے کسرہ دوسرے کلمہ میں ہو۔

۱۴۔ راساکنہ کے بعد اسی کلمہ میں حرفِ مستعلیہ ہو۔

نوٹ: ان تمام صورتوں کی مثالیں قرآنِ مجید سے طلباء خود تلاش کریں۔

☆ گیارہ صورتوں میں را باریک ہوتی ہے۔

۱۔ خود را کے نیچے زیر اصلی ہو۔ ۲۔ خود را کے نیچے زیر عارضی ہو۔

۳۔ راساکنہ سے پہلے کسرہ اصلی، اسی کلمہ میں ہو اور را کے بعد اسی کلمہ میں حرف مستعلیہ نہ ہو

۴۔ را میں امالہ ہو رہا ہو۔ ۵۔ راموقوفہ بالاسکان سے پہلے زیر ہو۔

۶۔ راموقوفہ بالاشمام سے پہلے زیر ہو۔ ۷۔ رامرامہ کے نیچے زیر ہو۔

۸۔ راموقوفہ بالاسکان سے پہلے یائے ساکنہ ہو۔

۹۔ راموقوفہ بالاشمام سے پہلے یائے ساکنہ ہو۔

۱۰۔ راموقوفہ بالاسکان سے پہلے یائے ساکنہ کے علاوہ کوئی اور حرف ساکن ہو اور اس سے پہلے والے حرف کے نیچے زیر ہو۔

۱۱۔ راموقوفہ بالاشمام سے پہلے ساکن یا کے علاوہ کوئی اور حرف ساکن ہو اور اس سے پہلے والے حرف کے نیچے زیر ہو۔

قرآن مجید سے مثالیں طلباء خود تلاش کریں۔

☆ كُلُّ فِرْقٍ کی را میں تفخیم و ترقیق دونوں صحیح ہیں۔ شاطبیہ اور جامع القرآن میں دونوں وجوہ کی تصریح ہے۔

تفخیم

حروف مستعلیہ قاف، را کے بعد اسی کلمہ میں آ رہا ہے اس لیے قیاس کا تقاضا ہے کہ را کو پُر پڑھا جائے اور بہت سے اہلِ ادا اس پر متفق بھی ہیں۔

ترقیق

قاف کے کسرہ کی وجہ سے را میں ترقیق بھی صحیح ہے بلکہ نصوص میں ترقیق ہی متواتر ہے۔ دو وجہ سے۔

۱۔ را دو کسروں کے درمیان آگئی۔ ایک کسرہ ماقبل فا کا اور دوسرا مابعد قاف کا۔

۲۔ یاد رہے حروفِ مفخمہ کی تفخیم میں مراتب ہیں اول مفتوح مع الالف جیسے قَالَ

دوئم: مفتوح بغیر الف جیسے قَتَلَ

سوئم: مضموم جیسے قُتِلَ

چہارم: مکسور جیسے قِتَال

پس فِرْقٍ میں قاف کے مکسور ہونے کی وجہ سے قاف کی تفخیم سب سے کم درجہ میں آگئی گویا قاف جو را کی تفخیم کا سبب تھا وہ تفخیم میں خود کمزور ہوگیا اسی لیے اس را میں ترقیق صحیح ہے۔ اللہ ورسولہ اعلم

☆ را میں تفخیم اصل ہے یا ترقیق، قراء کے اس میں دو قول ہیں۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ تفخیم اصل ہے اور اعتماد و اعتبار کے لائق جمہور ہی کا مذہب ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ را تفخیم و ترقیق میں سے کسی کے ساتھ بھی بالذات متصف نہیں۔ بلکہ اس کی حرکت کے لحاظ سے اس کو تفخیم یا ترقیق عارض ہوتی ہے گویا تفخیم کے لیے بھی کوئی سبب چاہیے اور ترقیق کے لیے بھی۔ جمہور نے اپنی تائید میں بہت سی دلیلیں پیش کی ہیں۔ منجملہ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسرہ عارضی اور کسرہ منفصلہ سے را باریک نہیں ہوتی حالانکہ لام ہر طرح کے کسرہ سے باریک ہوجاتا ہے۔ کیونکہ لام میں ترقیق اصل ہے مگر را میں تفخیم اصل ہونے کی وجہ سے کسرہ منفصلہ اور کسرہ عارضی میں چونکہ یہ طاقت نہیں تھی کہ را کو اس کی اصل تفخیم سے پھیر سکے اس لیے مؤثر نہ ہوا۔

اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ را میں ظہرِ لسان (پشتِ زبان) کو بھی دخل ہے جو را کی ادا میں تالو کے قریب ہوتی ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں حروفِ اطباق کا تعلق ہے گویا اس مقام سے حروفِ اطباق خود پُر ہوتے ہیں اور اسی مقام کو را کے مخرج میں دخل ہے۔ پس را

میں تفخیم اصل ہونا قیاس کے خلاف نہیں علاوہ ازیں اور بھی بہت سی دلیلیں بیان کی گئی ہیں۔ جو بڑی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

جمہور کے مقابلہ میں دوسرے حضرات نے ان دلائل پر اعتراضات بھی کیے ہیں مگر پھر بھی جمہور کا مذہب مضبوط ہے۔ ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ الف، لام، را صفات لازمہ میں مستقلہ ہیں اور استفال کو ترقیق لازم ہے۔ صفت لازمہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ صفت جو حرف میں ہمیشہ اور ہر حال میں پائی جائے۔ پھر ان تینوں میں جب بھی تفخیم عارض ہو گئی تو استفال صفتِ لازمہ نہ رہے گی بلکہ عارضہ ہوگی کیونکہ صفتِ عارضہ حرف میں کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تفخیم عارضی ہے اور استفال کی وجہ سے ترقیق ذاتی صفت ہے۔ پس ان دونوں میں تضاد نہیں۔ جیسا کہ اوپر قدرے تفصیل گزری کہ عارضی اور فرعی وصف ذاتی سے خارج شے ہوتا ہے کہ جس سے حرف کی ذات متاثر نہیں ہوتی۔ اب رہا سوال کہ پھر را میں اصل تفخیم کیوں کہی جاتی ہے۔ حالانکہ اصلی اور ذاتی طور پر را میں ترقیق ہے تو ترقیق کہنی چاہیے جبکہ ایسا کسی نے نہیں کہا۔ اس کا جواب علماء نے یہ دیا ہے کہ تفخیم کا اصل ہونا اکثر احوال کے اعتبار سے ہے کیونکہ را اکثر اور زیادہ حالتوں میں پُر ہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ لام اکثر حالتوں میں باریک رہتا ہے۔ پس اکثر احوال کے اعتبار سے را میں تفخیم اصل اور لام میں ترقیق کو اصل کہہ دیا۔ اللہ ورسولہ اعلم

☆ جیسا کہ پہلے گزرا پُر ہونے والے حروف دس ہیں۔ سات مستعلیہ جو ہر حال میں پُر ہوتے ہیں اور تین شبہ مستعلیہ جو الف، لام، را ہیں۔ یہ خاص خاص حالتوں میں پُر ہوتے ہیں، ہر حال میں نہیں۔ پس ان ۱۰ حروف میں تفخیم کی ترتیب اس طرح ہے (لَظ صَغَظ قَغ خَرَ) یعنی لام میں سب سے زیادہ پھر طا میں، پھر صاد میں اسی طرح سب سے کم را میں گویا لام سب سے زیادہ اور را سب سے کم پُر ہوتی ہے اور باقی حروف بھی اسی ترتیب سے۔

۱	لام	۲	طا	۳	صاد
۴	ضاد	۵	ظا	۶	قاف

۷	غین	۸	خا	۹	را

رہا الف تو وہ جس مرتبے والے حرف کے بعد ہوگا اسی درجہ میں پُر ہوگا۔

☆ را ساکن کے بعد حرفِ مستعلیہ اسی کلمہ میں ہو تو را باریک نہیں ہوگی بلکہ پُر ہوگی، چاہے را ساکن سے پہلے کسرہ اصلی اسی کلمہ میں ہو، جیسے اِرْصَادًا، مِرْصَادًا اور (لَبِالْمِرْصَادِ) قِرْطَاسٍ، فِرْقَةٍ اور قرآن مجید میں یہی چار لفظ ہیں۔ یہ اُسی کلمہ کی قید اس لیے لگائی کہ اگر دوسرے کلمہ میں حرفِ مستعلیہ ہو جیسے اَنْذِرْ قَوْمَكَ، وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ، فَاصْبِرْ صَبْرًا تو پھر حرفِ استعلاء کا اعتبار نہ ہوگا۔ بلکہ را ماقبل کسرہ کی وجہ سے باریک ہی ہوگی اور ایسی مثالیں پورے قرآن میں یہی تین ہیں۔

سوالات

۱۔ صفاتِ عارضہ کتنے حرفوں میں پائی جاتی ہیں؟

۲۔ حروفِ شبہ مستعلیہ کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

۳۔ الف کب پُر اور کب باریک ہوتا ہے؟

۴۔ لام کی تفخیم اور ترقیق بیان کرو؟

۵۔ را کل کتنی حالتوں میں پُر اور کتنی حالتوں میں باریک ہوتا ہے؟

۶۔ را ممالہ کس را کو کہتے ہیں اور اس کا حکم کیا ہے؟

۷۔ را ممالہ اور مرامہ کا حکم بیان کرو؟

۸۔ امالہ کسے کہتے ہیں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

۹۔ تفخیم وترقیق کے حوالہ سے حروف کی قسمیں بیان کریں۔

۱۰۔ فِرْقٍ کی را میں خلف کی وجہ کیا ہے؟

۱۱۔ را میں تفخیم اصل ہے یا ترقیق؟

۱۲۔ را تمام مفخمہ حروف میں سب سے کم پُر ہوتی ہے تو سب سے زیادہ پُر کون سا حروف ہوتا ہے؟

۱۳۔ حروفِ مفخمہ کی تفخیم میں مراتب بیان کریں؟

نون ساکن اور تنوین

نون ساکن اور تنوین کے چار احکام ہیں۔

اظہار ادغام اقلاب اخفاء

اظہار

لفظی معنی ظاہر کر کے پڑھنا یعنی نون کے مخرج میں زبان لگا کر بغیر دیر کیے ادا کرنا اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب نون ساکن اور تنوین کے بعد حروفِ حلقی میں سے کوئی حرف ہو جیسے اَنْعَمْتَ، سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اس کو اظہار حلقی اور حقیقی بھی کہتے ہیں۔

نوٹ: اس اظہار کا سبب حروفِ حلقی بنتے ہیں اس لیے نام، اظہار حلقی رکھا اور اظہار حقیقی تو اظہار مطلق کے مقابلہ میں نام تجویز ہوا جو قِنْوَانٌ، بُنْیَانٌ وغیرہ میں ہے۔ اس کا بیان آگے آئے گا اور اظہار شفوی میم کے اظہار کو کہتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق شفتین سے ہے۔

ادغام

لفظی معنی ملانا، نون ساکن اور تنوین کے بعد حروف یَرْمَلُوْنَ میں سے کوئی حرف آ جائے تو نون کو یَرْمَلُوْنَ کے حرف میں مدغم کر دینگے یعنی ملا دینگے۔ نیز یہ ادغام یُوْمِنْ کے چار حروف میں تو غنہ کے ساتھ ہوگا جیسے مَنْ یَّقُوْلُ، مِنْ وَّالٍ، مِنْ مَّنٍ، مِنْ نَّبِیٍّ اور لَرْ کے دو حرفوں میں بغیر غنہ کے جیسے مِنْ لَّدُنْہُ مِنْ رَّبِّكَ

نوٹ: یَرْمَلُوْنَ کے ادغام میں ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ نون اور یَرْمَلُوْنَ کا حرف

الگ الگ کلموں میں ہوں۔ کیونکہ کلمہ ایک ہو تو ادغام نہیں بلکہ اظہار ہوتا ہے۔ جیسے دُنْیَا، بُنْیَانٌ، صِنْوَانٌ، قِنْوَانٌ، اسے اظہار مطلق کہتے ہیں اور اس کی مثالیں قرآن مجید میں یہی چار ہیں۔

۱۔ اور یہ اظہار اس لیے ہوتا ہے کہ ادغام کریں تو یہ کلمات مضاعف سے مخلوط ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ادغام میں نون، واو اور یا سے بدل جاتا ہے۔ جس سے ان کا عین اور لام کلمہ ایک ہی جنس کا ہوتا ہے۔ پس سننے والے کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ قِوٌّ، صِوٌّ اور دُيَّا بُيٌّ سے بنے ہیں۔ یا قِنْوٌ، صِنْوٌ، دُنْوٌ، بُنْيٌ سے۔ حالانکہ ان میں غنہ بھی موجود ہے مگر وہ خفی اور معمولی ہے اس لیے اسکا اعتبار نہیں کیا گیا۔

۲۔ مگر نون کا اپنے مماثل میں ادغام ہو گا جیسے مِنْ لَّدُنَّا کہ اصل مِنْ لَّدُنْنَا ہے اور قرآن مجید میں نون ساکن کے بعد اسی کلمہ میں یَرْمَلُوْنَ کے پانچ حرفوں میں سے صرف دو حرف یا اور واو ہی آئے ہیں۔

نوٹ: نون میں نون کا ادغام تماثل کی وجہ سے ہے اور نون کا ادغام میم میں اس لیے ہے کہ نون اور میم تمام صفاتِ لازمہ میں مشترک اور اکٹھے ہیں۔ پس اس اتحاد اور قرب کی وجہ سے ادغام کیا جاتا ہے۔ نیز لام اور را میں نون کا ادغام جمہور کے نزدیک تو شدت قرب ہی ہے۔ کہ اکثر صفاتِ لازمہ میں متحد ہیں اور فراء وغیرہ کے نزدیک ادغام کی وجہ اتحادِ مخرج ہے اور واو اور یا میں نون کے ادغام کی وجہ ایک تو ان کا جہر، استفال اور انفتاح میں متحد و مشترک ہونا ہے اور دوسری بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ غنہ اور مد ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ کیونکہ دونوں میں امتداد صوت ہے۔

اقلاب

لفظی معنی بدلنا، نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر با آجائے تو نون کو میم سے بدل کر

غنہ کے ساتھ پڑھیں گے۔ جیسے مِنْ م بَعْدِ سَمِيْعٌ م بَصِيْرٌ

اخفا

لفظی معنی چھپانا۔ یعنی زبان کے کنارے کو مسوڑوں سے نہایت ضعف کے ساتھ لگانا۔ کیونکہ اخفاء کی حالت میں نون کی آواز کا اکثر حصہ خیشوم سے ادا ہوتا ہے اور اصلی مخرج سے تعلق برائے نام رہ جاتا ہے۔ نون ساکن اور تنوین کے بعد حروفِ حلقی، حروفِ یَرْمَلُوْنَ اور با کے علاوہ باقی پندرہ حرفوں میں سے کوئی حرف آجائے تو اخفا ہوگا۔ جیسے اَنْزَلْنَا، کُنْتُمْ، عَذَابًا شَدِیْدًا

اخفاء کے پندرہ حروف یہ ہیں۔

۱	تا	۲	ثا	۳	جیم
۴	دال	۵	ذال	۶	زا
۷	سین	۸	شین	۹	صاد
۱۰	ضاد	۱۱	طا	۱۲	ظا
۱۳	فا	۱۴	قاف	۱۵	کاف

اور اس کو اخفاء حقیقی کہتے ہیں۔

نوٹ: اخفاء کی ادائیگی کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ زبان نون کے ذاتی مخرج میں نہایت ضعف کے ساتھ لگے۔ یعنی نہایت ضعیف تعلق ہو اور خیشوم سے ایک الف کی مقدار غنہ کی آواز ظاہر کی جائے۔ یاد رہے نون مخفاۃ میں مخرج اصلی کو بھی دخل ہے اور خیشوم کو بھی۔ مگر مخرج اصلی کا دخل ضعیف ہے۔

☆ اخفاء کی تعریف ہے بَیْنَ الْاِظْهَارِ وَالْاِدْغَامِ یعنی اظہار اور ادغام کی درمیانی حالت، اب اظہار میں تو نون اپنے مخرجِ اصلی سے ادا ہوتا ہے کہ زبان محکم طریقہ سے مسوڑھوں میں لگتی ہے اور ادغام میں زبان کا قطعاً اُن کوئی تعلق نہیں ہوتا، پس

اگر اخفاء کی ادائیگی میں زبان محکم طریقہ سے لگے تو اخفاء نہیں بلکہ یہ اظہار ہوگا چاہے غنہ ہو رہا ہو۔ جیسے اِنَّ (نون مشدد) میں نون تو اپنے مخرجِ اصلی سے ادا ہو رہا ہے اور اس کی صفت غنہ خیشوم سے۔

تو اسے ہم اخفاء نہیں کہہ سکتے یا جیسے اُردو میں ہم قلندر، چقندر کہیں تو زبان مسوڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے لگے گی، یہ اخفاء نہیں۔ البتہ اسے اظہار مع الغنہ کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ نون کا اپنے مخرجِ اصلی سے ادا ہونا ہی اظہار کہلاتا ہے غنہ ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح اگر زبان کا بالکل دخل نہ ہو تو بھی اخفاء نہیں۔ جیسے ہم اُردو میں رنگ، ملنگ کہیں تو زبان نون کے مخرج سے بالکل الگ رہتی ہے اور ادغام کی تعریف یہی ہے کہ زبان کا نون کی بجائے بعد والے حرف کے مخرج پر اعتماد ہو اور یہاں بھی ایسا ہی ہے۔ پس اسے اخفاء کی بجائے ادغام کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ حاصل یہ کہ وہ عمل جو اظہار یا ادغام مع الغنہ کی حالت میں ہو وہ اخفاء نہیں بلکہ اخفاء تو ان دونوں حالتوں کے بین بین ہے اور یہ کسی ماہر مشّاق استاد سے ضرور سیکھنا چاہیے۔

☆ اخفاء کی ادا میں ایک غلطی یہ بھی کی جاتی ہے کہ زبان کی نوک تالو کی طرف بالکل نہیں اٹھاتے صرف خیشوم سے ادا کرتے ہیں۔ جس سے حروفِ مدہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ کہ مِنكُمْ تو مِينْكُمْ اور كُنتُمْ كو كُونْتُمْ ہو جاتا ہے۔ یہ سراسر غلط اور اس سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

☆ تنوین کا لغوی معنیٰ آواز دینا جو نَوَّنَ الطَّائِرُ سے ہے یعنی پرندے نے آواز نکالی۔ اصطلاح میں تنوین اس نون ساکن کو کہتے ہیں جو لفظ یا حرف کے کامل ہونے کے بعد آخر میں لاحق ہوتا ہے اور علامت کے طور پر ایک کی بجائے دو حرکت لکھتے ہیں جیسے بً بٍ بٌ

نون ساکن اور نون تنوین میں چند فرق ہیں

ا۔ نون ساکن مرسوم ہوتا ہے یعنی لکھا ہوا ہوتا ہے۔ مگر تنوین غیر مرسوم جو پڑھنے میں تو

آتا ہے مگر لکھنے میں نہیں آتا۔ البتہ کَاَیِّنْ کی تنوین مرسوم ہے۔

۲۔ نون ساکن کلمہ کے درمیان اور آخر میں ہر جگہ آسکتا ہے۔ مگر تنوین صرف آخر میں آتا ہے، درمیان میں نہیں آتا۔

۳۔ نون ساکن وصل اور وقف دونوں حالتوں میں پڑھا جاتا ہے۔ مگر تنوین صرف وصل میں پڑھا جاتا ہے۔ اگر وقف ہو تو زیر اور پیش کی تنوین حذف ہو جاتی ہے۔ جیسے عَلِیْمٍ اور عَلِیْمٌ سے عَلِیْمْ اور زبر کی تنوین کو الف سے بدل دیتے ہیں۔ جیسے عَلِیْمًا سے عَلِیْمَا۔

۴۔ نون ساکن اسم، فعل اور حرف تینوں میں آتا ہے۔ مگر تنوین صرف اسم کے آخر میں آتا ہے۔ فعل اور حرف میں نہیں آتا۔

۵۔ نون ساکن اکثر اصلی حروف میں سے بھی ہوتا ہے اور کبھی زائد میں سے بھی۔ مگر تنوین صرف زائد ہی ہوتا ہے۔

۶۔ نون ساکن کبھی معنی کی تاکید کے لیے بھی آتا ہے۔ مگر تنوین تاکید کے لیے نہیں آتا۔ نون ساکن اور نون تنوین میں اتنے فرق ہونے کے باوجود دونوں کی ادائیگی میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں کی آواز بھی ایک ہے۔ جیسے بَنْ، اور بٌ اور دونوں کے احکام بھی ایک۔ جیسا کہ اوپر تفصیل گزری۔

سوالات

۱۔ نون مشدد کا کیا حکم ہے؟

۲۔ غنہ کی مقدار کیا ہے؟

۳۔ نون ساکن کسے کہتے ہیں؟

۴۔ نون تنوین کسے کہتے ہیں؟

۵۔ نون ساکن اور نون تنوین میں فرق بیان کرو؟

۶۔ نون ساکن اور تنوین میں تلفظ اور احکام کا کوئی فرق ہے؟

۷۔ ادغام یرملون کی کتنی قسمیں ہیں؟

۸۔ اقلاب اور ابدال میں کیا فرق ہے جبکہ یہ دونوں ہم معنی لفظ ہیں؟

۹۔ اخفاء کی تعریف بیان کرو؟

۱۰۔ اظہار مطلق کیا ہے؟

۱۱۔ کیا نون ساکن کہیں موصول اور تنوین کہیں مرسوم بھی آیا ہے؟

۱۲۔ غنہ آنی اور زمانی میں کیا فرق ہے؟

۱۳۔ ادغام یرملون کی کوئی شرط ہو تو بیان کریں؟

☆☆☆☆☆

میم ساکن کے احکام

میم ساکن کے تین احکام ہیں۔ اخفاء ادغام اظہار

اخفاء

میم ساکن کے بعد اگر با آجائے تو اخفاء مع الغنہ ہوگا۔ جیسے یَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ اور اس کو اخفاء شفوی کہتے ہیں۔ بعض نے اس میں اظہار بھی جائز کہا ہے۔ مگر جمہور کے ہاں اخفاء ہی اولی اور مختار ہے۔

نوٹ: اخفاء شفوی کے ادا کا طریقہ یہ ہے کہ ہونٹوں کی خشکی کے حصہ کو نرمی سے بند کر کے میم کو ادا کریں اور پھر ہونٹوں کی تری سے با کو سختی سے پڑھیں۔ میم کو نرمی سے پڑھنا ہی اخفاء ہے کیونکہ اخفاء کے معنی نرم پڑھنے کے ہی ہیں۔ اس صورت میں نون کی طرح میم کا اکثر حصہ بھی اپنے اصلی مخرج کی بجائے خیشوم سے ادا ہوتا ہے اور یہی صورت اس میم کی بھی ہوگی جو اقلاب میں نون سے بدل کر آئے۔ جیسے مِنْۢ بَعْدِ مگر اس منقلب میم میں اظہار کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

ادغام

میم ساکن کے بعد اگر میم ہی آجائے تو ادغام ہوگا یعنی پہلی میم کو دوسری میم میں ملا دیں گے۔ جیسے اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ اس کو ادغام صغیر مثلین بھی کہتے ہیں۔ اس حالت میں اس کو میم مشدد کی طرح اپنے مخرجِ اصلی یعنی ہونٹوں کی خشکی سے ادا کریں گے اور اس کی صفتِ غنہ ایک الف کے برابر خیشوم سے ادا ہوگی۔

اظہار

میم ساکن کے بعد با اور میم کے علاوہ اور کوئی حرف آئے تو اظہار ہوگا۔ یعنی میم کو غنہ

کیے بغیر مخرج اصلی سے ادا کریں گے۔ جیسے اَنْعَمْتَ کی میم۔ اس کو اظہار شفوی کہتے ہیں۔

نوٹ: یاد رہے! واو اور فا بھی با کی طرح شفوی ہیں۔ تو بعض ناواقفوں نے واو اور فا کو با پر قیاس کر کے ان دونوں سے پہلے آنے والی میم میں اخفاء پڑھا اور بعض نے ان دونوں حرفوں (واو اور فا) سے پہلے آنے والی میم میں قلقلہ کرنا شروع کر دیا جبکہ یہ دونوں صورتیں بالکل غلط ہیں اور ان دونوں سے بچنا اشد ضروری ہے۔

سوالات

۱۔ میم مشدد کا کیا حکم ہے؟
۲۔ ادغام صغیر مثلین کسے کہتے ہیں؟
۳۔ اخفاء شفوی کی تعریف کیا ہے؟
۴۔ اظہار شفوی بیان کرو؟
۵۔ بُوْفٌ کا قاعدہ کیا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے؟
۶۔ میم ساکن کے بعد یا آئے تو اظہار بھی جائز ہے مگر کس کے نزدیک؟
۷۔ میم ساکن کے احکام میں شفوی کی قید کیوں بڑھائی جاتی ہے؟
۸۔ میم ساکن کے بعد با آئے تو اظہار بھی جائز ہے مگر ایک شرط پر، وہ کیا ہے؟

☆☆☆☆☆

ادغام کا بیان

ادغام کا لفظی معنی ہے ایک چیز کا دوسری چیز میں داخل کرنا (ملا دینا) اور چھپانے ڈھانکنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اصطلاح میں ایک حرف کو دوسرے حرف میں اس طرح داخل کرنا کہ دونوں ایک حرف مشدد ہو کر ایک ہی تلفظ سے ادا ہوں اور دونوں کو ادا کرنے میں مخرج کو ایک ہی بار حرکت ہو۔ گویا پڑھنے میں ایک حرف مشدد معلوم ہو۔ پس پہلے حرف کو مدغم اور دوسرے کو مدغم فیہ کہتے ہیں۔

سکون اور حرکت کے اعتبار سے ادغام کی اقسام

سکون اور حرکت کے اعتبار سے ادغام کی دو قسمیں ہیں

ادغام صغیر ادغام کبیر

ادغام صغیر

مدغم اور مدغم فیہ دونوں حرفوں میں پہلا حرف یعنی مدغم پہلے ہی ساکن ہو اور دوسرا یعنی مدغم فیہ متحرک ہو تو پہلے ساکن حرف کو دوسرے حرف متحرک میں ملا دیں گے۔ جیسے اِذْ ذَّهَبَ

ادغام کبیر

حرف مدغم اور مدغم فیہ دونوں متحرک ہوں اور پہلے حرف کو ساکن کر کے دوسرے میں ادغام کیا جائے۔ جیسے مَكَّنِّي کہ اصل میں مَكَّنَنِي تھا۔ پس اول نون کو پہلے ساکن کیا۔ پھر دوسرے نون میں مدغم کیا۔ یاد رہے ان کو صغیر اور کبیر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اول میں عمل کم اور دوسرے میں عمل زیادہ ہوتا ہے۔ دیکھیے اِذْ ذَّهَبَ میں پہلا ذال پہلے ہی ساکن ہے۔ صرف دوسرے ذال میں ادغام کر

دیا۔ مگر مَكَّنِّي میں پہلا نون متحرک تھا تو پہلے اس کو ساکن کیا پھر دوسرے نون میں ادغام کیا۔ تو اس میں عمل زیادہ ہوا۔ اسی لیے اول کو صغیر اور ثانی کو کبیر کہتے ہیں؟

نوٹ ۱۔ ادغام کبیر کی مثالیں پورے قرآن میں صرف پانچ ہیں۔

۱۔ لَا تَأْمَنَّا کہ اصل میں لَا تَأْمَنُنَا تھا۔

۲۔ مَكَّنِّي کہ اصل میں مَكَّنَنِي تھا۔

۳۔ أَتُحَاجُّونِّي کہ أَتُحَاجُونَنِي تھا

۴۔ لَا تَأْمُرُونِّي کہ اصل میں لَا تَأْمُرُونَنِي تھا۔

۵۔ نِعِمَّا هِيَ کہ اصل میں نِعْمَ مَا هِيَ تھا۔

نوٹ ۲ لَا تَأْمَنَّا سورۃ یوسف رکوع ۲، کہ اصل میں لا تَأْمَنُنَا ہے۔ یعنی دو نون ہیں اور دونوں متحرک ہیں۔ اس میں اظہار محض تو جائز ہی نہیں کیونکہ نون صرف ایک مرسوم ہے اور ادغام محض ابو جعفر مدنی کے علاوہ کسی نے نہیں کیا۔ پھر اس کے پڑھنے کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ ادغام مع الاشمام

یعنی ادغام تام کر کے ہونٹوں سے پیش کی طرف اشارہ کرنا۔

۲۔ اظہار مع الروم

یعنی نونِ اول کی حرکت کو آہستہ آواز سے ادا کرنا۔ گویا اس صورت میں ادغام تام نہیں ہوگا۔ پس یہ دونوں صورتیں صحیح اور جائز ہیں۔ اس کی صحیح ادائیگی اپنے استاذ محترم سے سن کر کریں۔

۱ محل اور سبب کے اعتبار سے ادغام کی اقسام

اس کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ ادغام مثلین

جب ایک ہی حرف دو بار آئے۔ جیسے اِذْذَّھَبَ تو ایسے حرف مکرر کے ادغام کو مثلین کہتے ہیں۔

۲۔ ادغام متجانسین

جن دو حرفوں کا مخرج ایک ہو اور صفات میں مختلف اور جدا ہوں۔ جیسے اِذْظَّلَمُوْا کہ ذال اور ظا کا مخرج ایک ہے مگر بعض صفات میں مختلف اور الگ الگ ہیں۔ ایسے حرفوں کے ادغام کو متجانسین کہتے ہیں۔

۳۔ ادغام متقاربین

ایسے دو حروف جن کا مخرج قریب قریب ہو۔ جیسے اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ یا صفات میں قریب قریب ہوں جیسے مِن مَّالِ میں نون اور میم، یا مخرج اور صفات دونوں میں قریب قریب ہوں۔ جیسے مِنْ لَّدُنْهُ میں نون اور لام ایسے دو حرفوں کے ادغام کو متقاربین کہتے ہیں۔

کیفیت کے اعتبار سے ادغام کی اقسام

اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ادغام تام

یعنی مکمل اور پورا ادغام، حرفِ مدغم کو مدغم فیہ میں اس طرح ادغام کیا جائے کہ پہلے حرف کی کوئی صفت باقی نہ رہے۔ جیسے یَلْهَث ذّٰلِكَ اِذْ ظَّلَمُوْا مِن رَّبِّكَ وَقَالَتْ طَّآئِفَة وغیرہ۔

ادغام ناقص

یعنی نامکمل ادغام کہ حرف مدغم کی کوئی صفت باقی رکھ کر ادغام کیا جائے۔ جیسے مَنْ

يَقُوْلُ میں نون کی صفتِ غنہ اور بَسَطْتَّ میں طا کی صفتِ اطباق باقی رہتی ہے۔

حکم کے اعتبار سے ادغام کی اقسام

اس کی دو قسمیں ہیں۔ واجب ، جائز

پس مثلین کا ادغام تو بالاتفاق واجب ہے اور متجانسین کا ادغام اکثر حالات میں واجب ہوتا ہے اور متقاربین کا ادغام اکثر حالات میں جائز ہوتا ہے۔ بشرطیکہ ان تینوں میں پہلا حرف ساکن ہو۔

☆ مثلین میں صرف ادغام تام ہی ہوتا ہے۔ ادغام ناقص نہیں ہوتا مگر متجانسین اور متقاربین میں تام اور ناقص دونوں ہوتے ہیں؟

یاد رہے! ادغامِ متجانسین کے ذیل میں صرف چھ حرفوں کا ادغام پایا جاتا ہے۔

۱۔ دال کا ادغام تا میں جیسے قَدْ تَّبَيَّنَ

۲۔ تا کا ادغام دال میں جیسے اَثْقَلَتْ دَّعَوَاللّٰہَ

۳۔ ذال کا ادغام ظا میں جیسے اِذْ ظَّلَمُوْا

۴۔ تا کا ادغام طا میں جیسے وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ

۵۔ ثا کا ادغام ذال میں جیسے يَلْهَثْ ذّٰلِكَ

۶۔ طا کا ادغام تا میں جیسے بَسَطْتَّ

مگر یہ ادغام ناقص ہوتا ہے کہ طا کی صفت اطباق باقی رہتی ہے۔ قوی حرف کا ادغام ضعیف میں نہیں ہوتا اور اگر کسی وجہ سے ہو تو ناقص ہوتا ہے اور یہ صرف تین صورتوں میں ہوتا ہے۔

۱۔ طا کا ادغام تا میں جیسے بَسَطْتَّ، اَحَطْتُّ، فَرَّطْتُّ، فَرَّطْتُّمْ کہ طا کی صفت اطباق باقی رہے گی۔ پس ایسی مثالیں قرآن پاک میں صرف یہی چار ہیں۔

۲۔ قاف کا ادغام کاف میں جیسے اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ کہ صفت استعلاء باقی رہتی ہے۔ مگر

اس میں ادغام تام اولیٰ ہے گو ناقص بھی درست اور جائز ہے۔ پس یہ مثال بھی قرآن پاک میں یہی ایک ہے۔

۳۔ نون کا ادغام یا اور واو میں جیسے فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ، مِنۡ وَّالٍ کہ نون کی صفت غنہ باقی رہتی ہے اور نون کا ادغام میم میں بعض کے نزدیک کامل (تام) اور بعض کے نزدیک ناقص ہے۔

چند مواقع ایسے کہ ادغام نہیں ہوتا۔

۱۔ حروفِ حلقی کا ادغام اس کے ہم مخرج میں نہیں ہوتا ہے۔ جیسے فَاصۡفَحۡ عَنۡهُمۡ اسی طرح قریب المخرج میں جیسے فَسَبِّحۡهُ اور حلقی کا غیر حلقی میں بھی نہیں ہوتا۔ جیسے لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا وجہ یہ ہے کہ حروفِ حلقی پہلے ہی قدرے دشواری سے ادا ہوتے ہیں اور ادغام کرنے سے ثقالت دور ہونے کی بجائے اور بڑھ جاتی ہے۔

۲۔ مدہ کا ادغام غیر مدہ میں نہیں ہوتا۔ جیسے قَالُوۡا وَهُمۡ فِیۡ یَوۡمٍ اس کی وجہ تو یہ ہے کہ مد ذاتی اور طبعی ادغام کی وجہ سے فوت نہ ہو جائے۔ کیونکہ یہ ایک ایسی صفت ہے۔ جس کی بقاء کے لیے علماء نے اس کو ایک مستقل نام مد تمکین دیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قاری کے لیے ضروری ہے کہ دو واو اور دو یا کے درمیان مد ذاتی (اصلی) کو واضح کر کے پڑھے تاکہ ادغام سے بچا جائے۔

اور دوسری وجہ ادغام نہ ہونے کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مدہ کا مخرج جوفِ دہن ہے جو مقدر مخرج ہے اور غیر مدہ کا مخرج محقق ہے تو گویا دونوں میں تقابل کی صورت ہے اور ادغام کسی مناسبت اور قرب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جو یہاں نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حرفِ لین کا ادغام اپنے مثل میں ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں کا مخرج محقق ہے جیسے عَصَوۡا وَّ کَانُوۡا، لَدَیَّ وغیرہ۔

نوٹ: مدہ کا ادغام اپنے مثل غیر مدہ میں اسی وقت نہیں ہوگا جب دونوں کا کلمہ الگ

الگ ہو جیسے مثالیں گزریں اور اگر کلمہ دونوں کا ایک ہو تو پھر ادغام ہو گا (شدت قرب کی وجہ سے) جیسے یُسْرِخْجَ، عَلَی النَّبِیِّ

۳۔ لام تعریف کے علاوہ کسی لام کا ادغام نون میں نہیں ہوتا۔ جیسے قُلْنَا، جَعَلْنَا وغیرہ۔

لام تعریف

جسے لامِ اَلْ بھی کہتے ہیں اور جو اسموں کے شروع میں نکرہ کو معرفہ بنانے کے لئے آتا ہے جیسے اَلْبُرُوْجِ، اَلْقَمَر، اَلشَّمْس وغیرہ

یہ لام چودہ حرفوں میں مدغم ہوتا ہے اور چودہ میں اس کا ادغام نہیں ہوتا۔ جن چودہ حرفوں میں ادغام ہوتا ہے انکو حروفِ شمسی اور جن میں اظہار ہوتا ہے ان کو حروف قمری کہتے ہیں۔ حروفِ قمریہ کا مجموعہ ہے اِبْغِ حَجَّكَ وَخَفْ عَقِيْمَهٗ ان کے علاوہ باقی چودہ حروف شمسیہ ہیں اور رہا الف تو وہ لام کے بعد کہیں نہیں آتا۔

اظہار کی مثالیں۔

اَلْكَرِيْم، اَلْيَوْم، اَلْمَلِك، اَلْقَمَر، اَلْبَلَد وغیرہ

ادغام کی مثالیں

اَلتَّوَاب، اَلشَّمْس، اَلنَّجْم، اَلثَّاقِب، اَلرَّحْمٰن وغیرہ

نوٹ: اظہار اور ادغام کی مکمل مثالیں قرآن پاک سے طلباء خود تلاش کریں اور کاپی پر لکھ کر اپنے استادِ محترم کو دکھائیں اس سے ذہن میں وسعت پیدا ہو گی۔

☆ جن چودہ حرفوں میں لام کا اظہار ہوا، ان کو قمریہ اور جن چودہ حرفوں میں لام کا ادغام ہوا ان کو شمسیہ شاید اس لیے کہتے ہیں کہ جیسے شمس یعنی سورج کی روشنی میں ستارے چھپ جاتے ہیں نظر نہیں آتے۔ اسی طرح ان حروف سے پہلے آنے والا لام تعریف مدغم ہو جاتا ہے۔ گویا حرفِ شمسی میں چھپ جاتا ہے اور جس طرح چاند کی

چاندنی میں ستارے نظر آتے رہتے ہیں غائب نہیں ہوتے۔ اسی طرح حروف قمریہ سے پہلے آنے والا لام مدغم نہیں ہوتا بلکہ ظاہر رہتا ہے۔

فائدہ: لام تعریف کے زیادہ حرفوں میں مدغم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کثیر الوقوع ہے یعنی بار بار اور کثرت سے قرآن مجید میں آتا ہے۔

☆ روایت حفص میں حرفوں کے مدغم اور مدغم فیہ کی تفصیل

ا۔ نہ مدغم نہ مدغم فیہ

یعنی وہ حروف جو نہ خود کسی حرف میں مدغم ہوتے ہیں اور نہ کوئی حرف ان میں مدغم ہوتا ہے ایسے حروف چھ ہیں۔ الف، جیم، حا، خا، غین، ہمزہ

۲۔ مدغم بھی مدغم فیہ بھی

یعنی ایسے حروف جو خود بھی کسی نہ کسی حرف میں مدغم ہوتے ہیں اور ان میں بھی کوئی نہ کوئی حرف مدغم ہوتا ہے۔ ایسے حروف پندرہ ہیں۔

با	تا	ثا	دال	ذال	را	طا	عین
فا	لام	میم	نون	واو	ھا	یا	

اور اب ان کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

ا۔ ب

☆ اپنے مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے اِذْهَبْ بِّكِتَابِي

☆ میم میں صرف ایک جگہ مدغم ہے۔ اِرْكَبْ مَّعَنَا یہ ادغام بطریق شاطبی واجب ہے اور بطریق جزری اکثر ہے۔

۲۔ ت

☆ اپنے مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ

☆ اپنے مجانس دال اور طا میں مدغم ہے جیسے اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ، وَكَفَرَتْ

طَآئِفَةٌ

☆ دال اور طا کا مدغم فیہ بھی ہے۔ جیسے قَدْ تَّبَیَّنَ بَسَطْتَّ

☆ اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے جیسے اَلتَّوْبَةُ .وَالتِّیْنِ

۳۔ ث

☆ اپنے مجانس دال میں صرف ایک جگہ مدغم ہے۔ یَلْهَثْ ذَّالِكَ اور یہ ادغام شاطبی کے نزدیک صرف ادغام ہے اور جزری کے ہاں ادغام و اظہار دونوں درست ہیں۔

☆ اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے۔ جیسے اَلثَّوَاب وغیرہ

۴۔ د

☆ اپنے مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے۔ جیسے قَدْ دَّ خَلُوْا

☆ اپنے مجانس تا میں مدغم بھی اور مدغم فیہ بھی ہے جیسے وَجَدْتُّمْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا۔

☆ اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے۔ جیسے اَلدُّعَآءِ

۵۔ ذ

☆ اپنے مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے اِذْ ذَّهَبَ

☆ اپنے مجانس ظا میں مدغم فیہ ہے جیسے اِذْ ظَّلَمُوْا اور ثا کا مدغم فیہ ہے۔ جیسے یَلْهَثْ ذَّالِكَ

☆ اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے۔ جیسے اَلذّٰرِیٰتِ۔

۶۔ ر

☆ اپنے مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے وَاذْكُرْ رَّبَّكَ

☆ اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے۔ جیسے اَلرَّحْمٰن اسی طرح نون کا بھی مدغم

فیہ ہے جیسے مِنْ رَّبِّكَ

۷۔ ط

☆ اپنے مجانس تا کا مدغم فیہ ہے۔ جیسے وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ اور تا ہی میں مدغم ہے۔ اَحَطْتُّ

☆ اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے۔ جیسے وَالطَّارِقِ

۸۔ ع

صرف اپنے مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے۔ جیسے مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ

۹۔ ف

صرف اپنے مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ

۱۰۔ ل

☆ اپنے مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ

☆ اپنے مقارب را میں مدغم ہے جیسے قُلْ رَّبِّ۔

☆ اپنے مقارب نون میں مدغم فیہ ہے۔ جیسے مِنْ لَّدُنْهُ

☆ لام تعریف کا چودہ حروں میں کثرت دورؔ کی وجہ سے ادغام ہوتا ہے۔ جن کو حروف شمسیہ کہتے ہیں۔

۱۱۔ م

☆ اپنے مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے۔ جیسے اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ

☆ اپنے مجانس با کا مدغم ہے جیسے اِرْكَبْ مَّعَنَا

☆ اپنے مقارب نون کا مدغم فیہ ہے۔ جیسے مِنْ مَّالٍ۔

۱۲۔ ن

☆ اپنے مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے۔ جیسے مَنْ نَّشَاءُ

☆ اپنے مقارب لام، را، واو اور یا میں مدغم ہے۔

☆ اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے۔ جیسے وَالنَّجْمِ

۱۳۔ و

☆ اگر لین ہو تو اپنے مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے عَصَوْا وَّكَانُوا

☆ اپنے مقارب نون میں مدغم فیہ ہے۔ جیسے مِنْ وَّالٍ بشرطیکہ کلمہ ایک نہ ہو۔ جیسے قِنْوَان۔

۱۴۔ ہ

• صرف اپنے مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے۔ جیسے یُکْرِهْهُّنَّ

۱۵۔ ی

☆۱۔ اگر لین ہو تو اپنے مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے چاہے کلمہ ایک ہو۔ جیسے لَدَیَّ یا کلمہ الگ الگ ہو مگر قرآن میں اس کی کوئی مثال نہیں ملی۔ اگر مدہ ہو تو کلمہ ایک ہونے کی صورت میں اپنے مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے۔ جیسے عَلَى النَّبِيِّ

☆۲۔ اپنے مقارب نون کا مدغم فیہ ہے جیسے مَنْ يَّقُوْلُ بشرطیکہ کلمہ ایک نہ ہو۔ جیسے دُنْيَا

۳۔ صرف مدغم

حرفِ قاف صرف ایک جگہ اپنے مقارب کاف میں مدغم ہے۔ جیسے اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ

۴۔ صرف مدغم فیہ

ایسے حروف سات ہیں۔ جو خود تو کسی حرف میں مدغم نہیں ہوتے البتہ ان میں کوئی نہ کوئی حرف مدغم ہوتا ہے۔ حروف یہ ہیں۔

زا	سین	شین	صاد	ضاد	ظا	کاف

پس پہلے پانچ تو صرف لام تعریف کے مدغم فیہ ہیں۔

مثالیں ترتیب وار: اَلزَّکٰوۃ، اَلسَّاعَۃ، اَلشَّیْطَان، اَلصِّیَام، اَلضَّرَّآء اور

ظا اور کاف تو

ظ

☆۱۔ اپنے مجانس ذال کا مدغم فیہ ہے جیسے اِذْظَّلَمُوْٓا

☆۲۔ اپنے مقارب لام تعریف کا بھی مدغم فیہ ہے جیسے اَلظّٰلِمِیْنَ

ك

☆ اپنے مماثل میں مدغم فیہ ہے جیسے یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْت

☆ اپنے مقارب کاف کا بھی مدغم فیہ ہے جیسے اَلَمْ نَخْلُقْکُّمْ

۱ یَلْهَثْ ذّٰلِكَ سورۃ اعراف رکوع نمبر ۲۲

۲ یٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا سورۃ ھود رکوع نمبر ۴

۳ یٰسٓ وَّالْقُرْاٰن۔ سورۃ یٰس رکوع نمبر ۱

۴ نٓ وَّالْقَلَمِ، سورۃ قلم رکوع نمبر ۱

ان چاروں کلمات میں ادغام اور اظہار دونوں صحیح ہیں۔ پہلے دو کلموں میں امام شاطبی کے نزدیک صرف اظہار اور امام جزری کے نزدیک ادغام بھی جائز ہے اور دوسرے دو کلموں میں بطریق شاطبی صرف اظہار ہے اور بطریق جزری ادغام بھی جائز ہے۔ رحمتہ اللہ علیہما

☆ نون، یرملون کے چھ حرفوں میں مدغم ہوتا ہے مگر ان چھ میں سے سوائے نون کے کوئی حرف بھی نون میں مدغم نہیں ہوتا۔ گویا نون ان حروف میں مدغم تو ہے مگر ان کا مدغم فیہ نہیں ہے۔

سوالات

۱۔ ادغام کی کیا تعریف ہے؟
۲۔ کیفیت کے اعتبار سے ادغام کی کتنی قسمیں ہیں؟
۳۔ محل کے اعتبار سے ادغام کی اقسام کیا ہیں؟
۴۔ ادغام کے سبب کتنے اور کیا کیا ہیں؟
۵۔ ادغام کبیر کی کوئی مثال بیان کرو؟
۶۔ کن حروف کا ادغام کن حروف میں ناقص ہوتا ہے؟
۷۔ لفظ الم نخلقکم میں ادغام تام ہوتا ہے یا ناقص؟
۸۔ کن حروف کا ادغام کن حروف میں نہیں ہوتا؟
۹۔ لام تعریف کا قاعدہ بیان کرو؟
۱۰۔ حروف شمسیہ اور قمریہ کی وجہ تسمیہ بیان کرو؟
۱۱۔ حروف شمسیہ کتنے اور کون کون سے ہیں؟
۱۲۔ ادغام تام اور ناقص کو الگ الگ بیان کریں؟
۱۳۔ ادغام ناقص ہونے کی وجہ اور سبب بیان کریں؟

☆☆☆☆☆

مد کا بیان

اہمیت مد

حضرات ائمہ قراءت اور علماءِ تجوید سے متواتر مد کے قواعد ثابت ہیں اور نبی رحمت ﷺ سے لے کر آج تک اس پر عمل بھی ہوتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض حضرات نے اس موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کیں۔

ذیل میں احادیث مبارکہ سے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت قتادہ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے پوچھا کہ حضور ﷺ تلاوت کیسے فرماتے تھے تو آپ نے جواب میں فرمایا: کَانَ یَمُدُّ مَدًّا۔ یعنی آپ ﷺ مد کے مقامات پر مد فرمایا کرتے تھے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پڑھ کر سنائی اور لفظ اللہ کے الف اور الرحمن کے الف پر مد (اصلی) کیا اور الرحیم کی یا پر مد (عارض) فرمائی۔ اس کو بخاری نے نقل کیا ہے۔

۲۔ حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو صبح کی نماز میں سورۃ ق کی تلاوت فرماتے ہوئے سنا تو جب آپ ﷺ (لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ) پر پہنچے تو نَضِيدٌ پر مد فرمایا۔ اس کو فتح الباری میں ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔ نہایت القول المفید کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے کہا لَآ اِلٰہ الا اللہ اور لَآ پر مد کیا تو اس کے چار ہزار گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

۴۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے کہا لَآ الٰہ الا اللہ اور اپنی آواز کو دراز کیا یعنی لَآ پر مد کیا تو رب محمد جل جلالہٗ ﷺ اسے اپنے مقام عظمت میں جگہ

عطا فرمائے گا اور اس کو اپنا نورانی جلوہ نصیب فرمائے گا۔

۵۔ بابِ مد میں جو روایت حجت اور نص کا درجہ رکھتی ہے اور نہایت عمدہ ہے وہ یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے پڑھا (اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلفُقَرَاءِ) تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس طرح نہیں پڑھایا، اس نے پوچھا کہ پھر آپ کو رسول اللہ ﷺ نے کس طرح پڑھایا تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے للفقرآء پر مد کر کے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح پڑھایا ہے اور تم بھی اسی طرح یعنی مد سے پڑھا کرو۔

ان تمام روایات سے مد کی اہمیت واضح ہوئی اور اب مد کی تعریف، مد کے محل و شرائط مد کے اسباب، مد کی قسمیں اور مد کی مقدار وغیرہ کا ذکر ہوگا۔

مد کی تعریف

مد کا لفظی معنی (دراز کرنا، کھینچنا) اور اصطلاحِ قراء میں خاص حروفِ مدہ ولین کو لمبا کر کے پڑھنا۔ کیونکہ حروف مدہ ولین کے علاوہ کسی اور حرف کی آواز لمبی کی جائے تو اس پر مد کا اطلاق نہیں ہوگا۔

حروف مدہ ولین کی تعریف

جیسا کہ پہلے گزرا حروفِ مدہ تین ہیں۔

۱۔ واو ساکن ماقبل پیش

۲۔ الف ساکن ماقبل زبر۔

۳۔ یا ساکن ماقبل زیر۔

مثال نُوْحِیْهَا، اُوْتِیْنَا، بَا، بُوْ، بِیْ اور حرفِ لین دو ہیں۔

۱۔ واو ساکن ماقبل زبر ہو۔ جیسے خَوْف کی واو۔

۲۔ یا ساکن ماقبل زبر ہو۔ جیسے خَیْر کی یا۔

نوٹ: یاد رہے حروفِ مدہ اور حروفِ لین کو شرطِ مد اور محل مد بھی کہتے ہیں۔ پس حروفِ مدہ قوی محل ہے کیونکہ یہ مد میں اصل ہیں اور حروفِ لین ضعیف محل ہے جیسا کہ آگے قدرے تفصیل بیان کی جائے گی۔

مد کے اسباب

مد کے دو سبب ہیں۔ ہمزہ سکون

پھر ہمزہ یا تو اسی کلمہ میں ہوگا۔ جیسے جَآءَ یا دوسرے کلمہ میں جیسے فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ اسی طرح سکون یا تو اصلی ہوگا جیسے آلْٰٔنَ، یا عارضی جیسے عَالَمِیْنْ اور تفصیل آگے آتی ہے۔

مد کی اقسام

اولاً مد کی دو قسمیں ہیں۔ مد اصلی مد فرعی

مد اصلی

حرف مدہ کے بعد مد کوئی سبب نہ ہو۔ یعنی نہ ہمزہ ہو اور نہ سکون۔ جیسے قَالَ، قِيْلَ، قُوْلُوْا، اس کو مدِ طبعی، طبیعی اور مدِ ذاتی بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ حرفِ مدہ کی ذاتی مقدار ہوتی ہے۔ جو ایک الف کے برابر ہے۔ اس لیے کسی سبب پر موقوف نہیں اور اگر ایک الف سے کم کھینچا تو حرف مدہ کی ذات ہی باقی نہ رہے گی اور اس کو مد طبعی یا طبیعی اس لیے کہتے ہیں کہ ایک سلیم الطبع آدمی اس مقدار میں کمی بیشی کو محسوس کر لیتا ہے اور یہ کمی بیشی اس کی طبیعت پر ناگوار اور اجنبی محسوس ہوتی ہے۔

دیکھیے اگر اردو میں پھول یا عید کہیں تو اب ان کو زیادہ لمبا کریں گے تو بھی طبیعت پر ناگوار گزرے گا اور اگر کم کھینچیں گے تو بھی کھٹکے گا۔ پس یہی حال حرفِ مدہ کی ذاتی اور طبعی مقدار کا ہے کہ یہ ایک الف سے نہ کم ہے نہ زیادہ اور الف کی مقدار پہلے معلوم ہو چکی ہے کہ دو حرکت کے برابر ہوتی ہے۔ یعنی ایک حرکت کو دو بار پڑھیں۔ جیسے بَ، بَ تو جتنی دیر ان کی ادا میں لگی یہ ایک الف کی مقدار ہوئی۔ مگر صحیح ادائگی اور مقدار کا دارومدار ماہر استاذ سے سیکھنے پر

ہے۔

خلاصہ یہ کہ مد اصلی، حرفِ مدہ ہی کا دوسرا نام ہے وہ حروفِ مدہ جس کے بعد مد کا کوئی سبب نہ ہو اور یاد رہے! اسے مد اصلی اس لیے بھی کہتے ہیں کہ اصل کا معنی (جڑ) ہے اور حروفِ مدہ بھی تمام فرعی مدوں کی جڑ اور بنیاد ہیں۔

مد فرعی

حرف مدہ کے بعد مد کا کوئی سبب (ہمزہ یا سکون) ہو تو یہ مد فرعی کہلائے گی۔ یاد رہے! فرع کا معنی (شاخ) ہے پس جس طرح شاخ، جڑ سے زائد ہوتی ہے اسی طرح مد فرعی بھی مد اصلی پر زائد ہوتی ہے اور مد اصلی سے زیادہ کھینچی جاتی ہے۔ نیز جس طرح جڑ ایک ہوتی ہے اور شاخیں بہت سی، اسی طرح مد اصلی ایک ہے اور اس کی شاخیں یعنی (مد فرعی) نو ہیں۔

۱۔ مد متصل ۲۔ مد منفصل ۳۔ مد عارض وقفی ۴۔ مد لین عارض

اور پانچ قسمیں مد لازم کی ہیں۔

۵۔ مد لازم کلمی مخفف ۶۔ مد لازم کلمی مثقل ۷۔ مد لازم حرفی مخفف

۸۔ مد لازم حرفی مثقل ۹۔ مد لین لازم

مد اصلی و فرعی

۱۔ مد اصلی وہ جس کے بعد کوئی سبب نہ ہو اور مد فرعی وہ جس کے بعد مد کا کوئی سبب (ہمزہ یا سکون) ہو۔ گویا مد اصلی کسی سبب کا محتاج نہیں جبکہ مد فرعی سبب پر موقوف ہوتا ہے کہ سبب ہوگا تو مد ہوگا اور سبب نہ ہوگا تو یہ بھی نہ ہوگا۔

۲۔ مد اصلی وہ جس کی مقدار صرف ایک الف ہے نہ اس سے کم نہ زیادہ اور مد فرعی وہ جس کی مقدار اصلی سے زیادہ ہو۔

۳۔ مد اصلی وہ جس کو ادا نہ کریں تو حرفِ مدہ کی ذات ہی ختم ہو جاتی ہے۔ جیسے وَلَمْ يُوْلَدْ سے وَلَمْ يُلَدْ، اور فرعی وہ جو ادا نہ ہو تو حرف کی ذات تو ختم نہیں ہوتی صرف

حرف کی خوبصورتی اور حسن میں فرق آجاتا ہے۔ پس مد اصلی کو ادا نہ کرنا لحن جلی اور مد فرعی کا ترک لحن خفی ہے اور جس طرح جڑ نہ ہو تو شاخ کا وجود نہیں ہوتا، اسی طرح مد اصلی نہ ہو تو مد فرعی کا وجود بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ مد فرعی، مد اصلی پر زائد مقدار ہی کا نام ہے

مد فرعی کی نو قسمیں

ترتیب کے ساتھ

ا۔ مد متصل

حرف مدہ کے بعد ہمزہ اسی کلمہ میں ہو۔ جیسے جَآءُ، قُرُوْٓءٍ، سِيٓـَٔتْ اسے مد متصل اور مد واجب بھی کہتے ہیں۔

مقدار

چار الف، اڑھائی الف، دو الف

۲۔ مد منفصل

حروفِ مدہ کے بعد ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو یعنی ایک کلمہ کے آخر میں حرف مدہ ہو اور دوسرے کلمہ کے شروع میں ہمزہ ہو۔ جیسے قَالُوْٓا اٰمَنَّا، اِنَّآ اَعْطَيْنٰا، فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اس کو مد منفصل اور مد جائز بھی کہتے ہیں۔

مقدار چار الف، اڑھائی الف، دو الف، ایک الف۔

نوٹ: اگر دونوں کلموں کو ملا کر نہ پڑھا۔ بلکہ پہلے کلمہ پر وقف کر دیا تو صرف مد اصلی ہوگا۔ منفصل (مد فرعی) نہ ہوگا وجہ ظاہر ہے کہ وقف کی صورت میں مد کا سبب پڑھا نہیں جارہا۔ جیسے قَالُوْٓا پر وقف کرے اور اٰمَنَّا نہ پڑھے۔

۳۔ مد عارض وقفی

حروفِ مدہ کے بعد سکون عارضی ہو۔ یعنی وقف کی وجہ سے سکون آیا ہو۔ جیسے

يَعْلَمُوْن، تُكَذِّبَان، عَالَمِيْن اسے مد عارض اور مد وقفی بھی کہتے ہیں۔ پس عارض اس لیے کہ اس کا سبب عارضی ہے جو کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا اور وقفی اس لیے کہ اس مد کا سبب صرف وقف کی صورت میں ہی ہوتا ہے۔

مقدار: طول، توسط، قصر۔ مگر اس میں طول اولیٰ ہے۔ یعنی اس مد میں پہلا درجہ طول کا، پھر توسط کا اور پھر قصر کا۔ لیکن جائز تینوں ہی ہیں۔

نوٹ: طول کی مقدار ایک قول پر تو پانچ الف اور توسط کی مقدار تین الف ہے اور دوسرے قول پر طول تین الف اور توسط دو الف ہے قصر کی مقدار سب کے نزدیک ایک ہی الف ہے۔

۴۔ مد لین عارض

حرفِ لین کے بعد سکون عارضی ہو۔ جیسے خَوْفْ، ضَيْفْ۔ اس کو مد لین عارض اور مد لین وقفی بھی کہتے ہیں۔ وجہ وہی جو مد عارض وقفی میں مذکور ہوئی۔ یعنی سکونِ عارضی جو صرف وقف کی صورت میں ہوتا ہے۔

مقدار: طول، توسط، قصر۔ مگر اس میں قصر اولیٰ ہے۔ یعنی پہلا درجہ قصر کا پھر توسط کا اور پھر طول کا۔

نوٹ: اگر وقف روم سے کیا جائے تو مد عارض اور لین عارض میں طول اور توسط نہیں ہوگا۔ کیونکہ مد کے لیے سکونِ کامل چاہیے جو روم میں نہیں ہوتا ہے۔

مد لازم کی تعریف اور اقسام

حرفِ مدہ کے بعد سکون اصلی ہو۔ یعنی ایسا سکون جو وقف اور وصل دونوں حالتوں میں رہے اور کسی صورت بھی ختم نہ ہو۔ جیسے آٰلْـٰٔنَ

مد لازم کی پانچ قسمیں ہیں۔

۱ مد لازم کلمی مخفف ۲۔ مد لازم کلمی مثقل ۳ مد لازم حرفی مخفف

۴ مدلازم لین ۵ مدلازم حرفی مثقل

فائدہ: مدلازم اگر قرآن مجید کے کلمات میں ہو تو کلمی کہیں گے اور اگر یہی مد حروفِ مقطعات میں ہو تو اسے حرفی کہیں گے۔ اس طرح مدلازم کی دو قسمیں ہوگئیں۔ کلمی اور حرفی پھر کلمی اور حرفی کی بھی دو دو قسمیں ہیں کہ اگر حروفِ مدہ کے بعد سکون اصلی جزم ہو تو مخفف اور سکون اصلی شد ہو تو مثقل کہیں گے۔ پس لازم کلمی مخفف، کلمی مثقل اور مدلازم حرفی مخفف، حرفی مثقل۔ یہ چار قسمیں مدلازم کی ہوگئیں اور پانچویں مد لین لازم اور اب ان کی تفصیل..........

۵۔ مدلازم کلمی مخفف

کلمات میں حروفِ مدہ کے بعد سکون اصلی جزم ہو۔ جیسے آٰلْـٰٔنَ۔ دیکھئے یہ مد حروف مقطعات کی بجائے کلمے میں آرہا ہے اس لیے کلمی اور سکون اصلی جزم ہے اس لیے مخفف ہے۔

مقدار: صرف طول

نوٹ: اس مد کی مثال پورے قرآن میں صرف ایک ہی ہے۔ (آٰلْـٰٔنَ) جو سورۃ یونس میں دو جگہ آئی ہے۔ ایک رکوع نمبر ۹ میں اور دوسری رکوع نمبر ۱۳ میں۔ اس کے علاوہ اور کوئی مثال قرآن پاک میں نہیں ملی۔

۶۔ مدلازم کلمی مثقل

کلمات میں حرفِ مدہ کے بعد سکون اصلی تشدید ہو۔ جیسے دَآبَّۃ. ضَآلًّا حَآجَّكَ وغیرہ۔

مقدار: صرف طول

۷۔ مدلازم حرفی مخفف

حروف مقطعات میں حرف مدہ کے بعد سکون اصلی جزم ہو۔ جیسے حٰمٓ، قٓ، نٓ، کہ جب

ان کا تلفظ کریں گے تو میم. قاف اور نون ہوں گے۔ پس میم میں یائے مدہ کے بعد میم پر سکون اصلی ہے اور قاف میں الف مدہ کے بعد فا پر۔ اسی طرح نون میں واو مدہ کے بعد نون پر سکون اصلی ہے۔

مقدار: صرف طول

۸۔ مد لازم حرفی مثقل

حروفِ مقطعات میں حرفِ مدہ کے بعد سکون اصلی تشدید ہو۔ جیسے الٓمٓ میں لام کی مد دیکھئے جب تلفظ کیا تو لَامْ. مِیْمْ ہوئے۔ اب لام میں میم ساکن ہے اور میم میں دوسری متحرک ہے تو میم کا میم میں ادغام ہوا جس سے میم مشدد ہو گئی۔ پس لام میں الف مدہ کے بعد تشدید آرہی ہے۔ اس لیے لام کی مد تو مثقل ہے اور اس کے بعد میم کی مد مخفف۔

۹۔ مد لازم لین

حرفِ لین کے بعد سکون اصلی جزم ہو۔ جیسے کٓھٰیٰعٓصٓ، حٰمٓ عٓسٓقٓ ان دونوں میں عین کی مد، کہ عَیْن میں یا حرفِ لین ہے اور اس کے بعد نون پر سکون اصلی ہے۔

مقدار: طول اولیٰ، توسط جائز، قصر ضعیف۔

نوٹ: یاد رہے! مد لین لازم کی یہی دو مثالیں ہیں۔ یعنی عین مریم اور عین شوریٰ۔ ان کے علاوہ پورے قرآن مجید میں یہ مد کہیں نہیں آیا نہ کلمات میں اور نہ حروفِ مقطعات میں۔

حروفِ مقطعات

حروفِ مقطعات سورتوں کے شروع میں آنے والے وہ حروف ہیں جن کو ہجے (جوڑ) کیے بغیر الگ الگ پڑھا جاتا ہے۔ جیسے الٓمٓ. طٰسٓ. یٰسٓ وغیرہ

۲۹ سورتیں حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ جن سورتوں کے شروع میں حروفِ مقطعات میں سے صرف ایک ایک حرف آیا ہے انہیں اُحاد کہتے ہیں اور یہ تین سورتیں ہیں۔ صٓ، قٓ، نٓ

۲۔ جن سورتوں کے شروع میں حروف مقطعات دو، دو ہیں انہیں ثنائی کہتے ہیں اور ایسی سورتیں نو ہیں۔ طٰہٰ۔ طٰسٓ (نمل)، یٰسٓ، حٰمٓ چھ سورتوں کے شروع میں مؤمن، حٰم سجدہ، زخرف، دخان، جاثیہ، احقاف، الشوریٰ

۳۔ جن سورتوں کے شروع میں تین تین حرف آئے ہیں انہیں ثلاثی کہتے ہیں اور ایسی سورتیں تیرہ ہیں۔

۱۔ الٓمٓ چھ سورتوں کے شروع میں ہیں بقرہ، آلِ عمران، عنکبوت، روم، لقمان اور الٓمٓ سجدہ

۲۔ الٓرٰ پانچ سورتوں کے شروع میں، یونس، ھود، یوسف، ابراھیم، حجر

۳۔ طٰسٓمٓ دو سورتوں کے شروع میں شعراء، قصص

۴۔ جن سورتوں کے شروع میں چار چار حروف آئے ہیں انہیں رباعی کہتے ہیں اور وہ صرف دو ہیں۔ ۱۔ الٓمٓصٓ (اعراف) ۲۔ الٓمٓرٰ (رعد)

۵۔ اور دو سورتوں کے شروع میں پانچ پانچ حروف آئے ہیں انہیں خماسی کہتے ہیں۔

۱۔ کٓھٰیٰعٓصٓ (مریم) ۲۔ حٰمٓ عٓسٓقٓ (شوریٰ)

فائدہ ۱: حروفِ مقطعات کل چودہ ہیں جو کَمْ عَسَلٍ نَقَصَ حَیٌّ طَاھِرٌ میں جمع ہیں جن میں سے الف تیرہ بار، لام بھی تیرہ بار، میم سترہ بار، را چھ بار، حا سات بار، صاد تین بار، قاف، عین ہا، یا دو دو بار، سین پانچ بار اور کاف اور نون ایک ایک بار، طا چار بار آیا ہے۔

فائدہ ۲: حروفِ مقطعات کل چودہ میں سے ایک تو الف ہے جس میں مد کا کوئی قاعدہ نہیں

ہے۔ کیونکہ الف کے تلفظ میں حرف مدہ کوئی نہیں ہے اور پانچ حروف دو دو حرفی ہیں اور وہ ہیں حا، یا، طا، ھا، اور را ان میں حرفِ مدہ الف تو ہے مگر اس کے بعد مد کا کوئی سبب نہیں ہے۔ لہٰذا ان پانچوں میں صرف قصر ہی ہوگا۔ ان چھ کے علاوہ باقی آٹھ حروف تین تین حرفی ہیں جن کا مجموعہ نَقَصَ عَسَلُكُمْ ہے۔ پس مد لازم انہی آٹھ حرفوں میں ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کا درمیانی حرف مدہ ہے اور بعد میں مد کا سبب سکون اصلی بھی ہے۔

☆ مد لازم کو یہ نام لازم اس لیے دیا گیا کہ ایک تو اس کا سبب "سکون اصلی" لازمی اور ضروری ہے جو کسی حال میں بھی ختم نہیں ہوتا اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ مد تمام روایات و قراءت میں ہوتا ہے۔ کسی نے بھی ترک نہیں کیا اور تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اکثر کے قول پر اس کی مقدار یکساں اور برابر ہے۔

☆ حروفِ مدہ اور سکون اصلی کا کلمہ ایک ہو تو مد لازم ہوتا ہے اور اگر کلمہ الگ الگ ہو تو حرفِ مدہ اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے حذف ہو جاتا ہے جیسے اِذَا الشَّمْسُ اور وَقَالُوْا اتَّخَذَ اللهُ وغیرہ پس محل مد حذف ہو جانے کی وجہ سے مد نہ ہوگا۔ حاصل یہ کہ مد لازم کے لیے حرف مدہ اور سکونِ اصلی کا ایک کلمہ میں ہونا شرط ہے۔

☆ الٓمّٓ ۝ اللهُ وصل (یعنی ملا کر پڑھنے) کی صورت میں دو وجوہ ہیں۔
اول طول، دوئم قصر

طول

اس لیے کہ میم کا سکون اصلی ہے اور یہ حرکت فتحہ، عارضی طور پر آگئی ہے۔ پس میم کی اصلی اور سابق حالت کی بناء پر طول ہے۔

قصر

اس لیے کہ اب میم پر وہ سکون ہی نہ رہا جو مد کا سبب تھا تو بغیر سبب کے مد کیسا۔

پس قصر موجودہ حالت کے اعتبار اور سبب کے معدوم ہونے کی بناء پر ہے اور اِن دونوں وجوہ میں سے علامہ شاطبی کی رائے پر طول اور علامہ جزری کی رائے پر قصر اولیٰ ہے۔

☆ جب ایک ہی جگہ مد کے دو سبب جمع ہو جائیں جیسے یَشَآءُ ○ قُرُوْٓءٍ ○ اِنَّمَا النَّسِیٓئُ ○ کہ ہمزہ کی وجہ سے مد متصل ہے اور وقف کی وجہ سے مد عارض وقفی بھی ہے تو گویا ایک ہی جگہ مد کے دو سبب (ہمزہ اور سکون عارض وقفی) اکٹھے ہو گئے ہیں اب مد متصل کی مقدار زیادہ سے زیادہ چار الف اور مد عارض کی مقدار زیادہ طول یعنی پانچ الف ہے۔ اسی طرح متصل کی کم از کم مقدار دو الف اور مد عارض کی کم مقدار قصر یعنی ایک الف بھی ہے۔ پس مد عارض کا اعتبار کر کے طول تو کر سکتے ہیں۔ مگر مد عارض کا اعتبار کر کے قصر نہیں کر سکتے، اس لیے کہ متصل قوی ہے اور عارض ضعیف، تو طول کرنے سے تو مد متصل بھی ادا ہو جاتا ہے اس لیے جائز ہے۔ مگر قصر کرنے سے متصل بالکل ترک ہو جائے گا۔ اس لیے یہ صحیح نہیں ہے۔

قوت اور ضعف کے اعتبار سے محل مد اور اسباب مد کی درجہ بندی۔

محلِ مد

محل مد میں حروفِ مدہ قوی اور حروفِ لین ضعیف محل ہے۔

اسبابِ مد

١۔ سب سے اقوی سبب سکون اصلی۔

٢۔ پھر ہمزہ متصلہ۔ ٣۔ پھر سکون وقفی

٤۔ پھر ہمزہ منفصلہ۔

پس مد میں محل اور سبب جتنے قوی ہونگے وہ مد اتنا ہی قوی اور جتنے ضعیف ہونگے وہ مد اتنا ہی ضعیف ہوگا قوت اور ضعف کے اعتبار سے مد کے درجات اس طرح ہیں۔

۱۔ مدلازم کی چاروں قسمیں، کیونکہ ان میں محل مد بھی قوی ہے اور سبب بھی قوی ہے۔

۲۔ مد متصل : اس لیے کہ محل مد قوی ہے اور سبب مد ہمزہ متصلہ ہے۔

۳۔ مد عارض : اس میں بھی محل مد تو قوی ہے مگر سبب مد سکون عارضی۔

۴۔ مد منفصل : محل مد قوی اور سبب مد، ہمزہ منفصلہ ہے۔

۵۔ مد لین لازم : اس مد میں محل مد ہی ضعیف ہے گو سبب مد قوی ہے۔

۶۔ مد لین عارض : اس مد میں محل مد اور سبب دونوں ضعیف ہیں۔

نوٹ: بعض نے ہمزہ متصلہ کو اقوی سبب کہا ہے۔ مگر جیسا کہ اوپر مذکور ہوا سکونِ اصلی ہی سب سے اقوی سبب ہے اس کی تائید دو وجوہ سے ہوتی ہے۔

۱۔ سکون، حرف مدہ اور حرف لین دونوں کا سبب بنتا ہے مگر ہمزہ صرف حرفِ مدہ کا۔

۲۔ سکونِ اصلی و لازمی کی وجہ سے طول ہوتا ہے مگر ہمزہ متصلہ کی وجہ سے اکثر قراء کے نزدیک توسط ہوتا ہے۔ چار الف، اڑھائی الف، دو الف توسط کی مقداریں ہیں۔

فائدہ: مد متصل اور مد غالباً اس لیے ہوتا ہے کہ حرفِ مدہ تو خفی ہے اور ہمزہ قوی اور سخت۔ پس اس مد کے ذریعے ایک تو مدہ کو خوب ظاہر کر دیا تا کہ وہ ہمزہ کی قوت و سختی کی وجہ سے غائب نہ ہو جائے اور دوسرا اس مد کی وجہ سے ہمزہ کی ادائیگی آسان ہو جاتی ہے اور مد کرنے سے ہمزہ کی ادا پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ شاید اسی لیے مدِ متصل کو مد تمکین بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ ہمزہ کے ادا کرنے پر قادر کر دیتا ہے۔ اسی طرح سکون سے پہلے آنے والے حرفِ مدہ پر بھی مد کرتے ہیں تا کہ حرفِ ساکن کی ادائیگی میں آسانی ہو۔

فائدہ: لین کا مد، مدہ سے کم ہوتا ہے اور وجہ بڑی واضح ہے کہ مدہ میں محل مد قوی ہے اور لین میں محل مد ضعیف۔ چنانچہ مد لین عارض تو مد عارض سے کم اور مدِ لین لازم، مدِ لازم سے کم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مد لین عارض میں تو قصر اولیٰ ہے اور مد عارض

میں طول اولیٰ ہے۔اسی طرح مدِلازم میں صرف طول اور مدلین لازم میں طول توسط جائز اور قصر ضعیف ہے۔

فائدہ: مد کے سبب دو طرح کے ہیں۔

ا۔ لفظی

یہ ہمزہ اور سکون ہیں۔کیونکہ یہ تلفظ میں پائے جاتے ہیں۔

۲۔ معنوی

یعنی جو معنی کو خوب ظاہر کریں یہ بھی دو ہیں۔

ا۔ نفی میں مبالغہ : امام حمزہؒ بطریق طیبہ نفی جنس کے لا میں مد کرتے ہیں جیسے لَاَ رَیْبَ فَلَاَ مَرَدَّ وغیرہ۔اس سے نفی کو خوب اور پوری طرح ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔مگر یہ روایت حفص میں نہیں آیا۔اسے مدِ مبالغہ کہتے ہیں۔

۲۔ تعظیم : یعنی کسی کی شان اور عظمت میں مبالغہ کرنا کہ خوب ظاہر ہو یہ صرف لفظ اللہ میں ہوتا ہے۔فقہاء کے نزدیک غیر قرآن میں لفظ اللہ کے مد کو سات الف تک کھینچ کر پڑھنا صحیح اور درست ہے۔یہ مدِ تعظیمی کہلاتا ہے۔

فائدہ: مد لازم کو مد عدل، مد فصل اور مد حجز بھی کہتے ہیں۔عدل اس لیے کہ مد لازم کی چاروں قسموں میں تمام قراءتوں میں بالاتفاق طول علی التساوی (یعنی برابر طول) ہوتا ہے اور عدل کے معنی بھی برابری کے ہیں اور مد فصل اور حجز اس لیے کہ یہ مد ساکنین (دو ساکنوں) کے درمیان فاصل اور حاجز (یعنی مانع) ہو جاتا ہے۔دو ساکنوں میں پہلا ساکن حرفِ مدہ اور دوسرا ساکن مد کا سبب بننے والا جیسے۔قٓ (قاف)۔

سوالات

۱۔ مد کا لفظی معنی کیا ہے؟

۲۔ اصطلاح قراء میں مد کسے کہتے ہیں؟ ۳۔ مد کے محل اور سبب کیا کیا ہیں؟

۴۔ حروفِ مداور حروفِ لین میں سے کون سا محل قوی ہے؟

۵۔ سکونِ اصلی اور ہمزہ متصلہ میں سے کونسا سبب قوی ہے؟

۶۔ سکونِ عارضی اور ہمزہ منفصلہ میں کونسا سبب قوی ہے؟

۷۔ حروفِ مدہ کتنے اور کون کون سے ہیں؟

۸۔ واو، الف اور یا کی مرضی کی حرکتیں کون سی ہیں؟

۹۔ واو اور یا ساکنہ سے پہلے فتحہ آئے تو ان کو کیا کہتے ہیں؟

۱۰۔ مدِ اصلی کی تعریف کیا ہے؟ ۱۱۔ مدِ فرعی کی کل کتنی قسمیں ہیں؟

۱۲۔ مدِ متصل کو متصل اور منفصل کو منفصل کیوں کہتے ہیں؟

۱۳۔ مدِ لازم کی چاروں قسموں کو الگ الگ بیان کریں؟

۱۴۔ مدِ عارض وقفی کس مد کو کہتے ہیں؟

۱۵۔ مدِ لین لازم کی مثالیں پورے قرآن میں کل کتنی ہیں؟

۱۶۔ مدِ قوی کونسی ہے اور ضعیف کون سی؟

۱۷۔ طول، توسط اور قصر کسے کہتے ہیں اور انکی مقدار میں کتنے قول ہیں؟

۱۸۔ مدِ لین عارض میں قصر اولیٰ ہے وجہ بیان کریں؟

۱۹۔ مدِ متصل اور مد عارض وقفی اکٹھی آجائیں جیسے یشآء تو کس مد کی مقدار اختیار کریں؟

۲۰۔ ایک الف کی مقدار کا اندازہ کیسے ہوگا؟

☆☆☆☆☆

اجتماعِ ساکنین

اجتماعِ ساکنین (دو ساکنوں کا اکٹھا ہونا) اس کی دو قسمیں ہیں؟

۱۔ اجتماعِ ساکنین علیٰ حدہٖ ۲۔ اجتماعِ ساکنین علیٰ غیر حدہٖ

اجتماعِ ساکنین علیٰ حدہٖ

اجتماعِ ساکنین علیٰ حدہٖ کا معنی ہے (جو اپنے حال پر رہے) اس کی دو شرطیں ہیں۔

۱۔ پہلا ساکن حرفِ مدہ ہو۔

۲۔ اور دونوں ساکن ایک ہی کلمہ میں اکٹھے ہوں۔ جیسے آٰلْئٰنَ یہ وقف اور وصل دونوں صورتوں میں پڑھنا صحیح اور جائز ہے۔

اجتماعِ ساکنین علیٰ غیر حدہٖ

یا تو پہلا ساکن حرفِ مدہ نہ ہو اور اگر پہلا ساکن حرفِ مدہ ہو تو پھر دونوں کا کلمہ ایک نہ ہو۔ اسے علیٰ غیر حدہٖ (اپنے حال پر نہ رہنے والا) کہتے ہیں۔ یہ صرف وقف میں جائز ہے۔ جیسے اَلْقَدْرْ ۝ وَالْعَصْرْ ۝ اور وصل میں کوئی تبدیلی کیے بغیر جائز نہیں۔

وصل میں تبدیلی کی چند صورتیں

۱۔ اجتماعِ ساکنین علیٰ غیر حدہٖ میں اگر پہلا ساکن حرفِ مدہ ہو تو اس کو حذف کر دیں گے جیسے قَالُوا آلْئٰنَ. فِی الْاَرْضِ. تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ.

۲۔ اور اگر پہلا ساکن جمع کا میم یا جمع کا واو (غیر مدہ) ہو تو اس کو ضمہ یعنی پیش دینگے۔ جیسے عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ. دَعَوُا اللهَ. اٰتَوُا الزَّكٰوةَ

نوٹ: جمع کی میم میں تو اصل ہے ہی ضمہ، اس لیے ضمہ ہی دیا اور واو جمع (غیر مدہ) کو مدہ

کی طرح حذف نہیں کرتے تاکہ صیغہ واحد سے مشابہت نہ ہو جائے۔ دیکھئے اُتُوا اصل میں اُتِیُوْا تھا پھر تعلیلاً یا کو پہلے الف سے بدلا اور پھر الف کو حذف کر دیا تو اُتُوْا رہ گیا۔ پس واو کو ضمہ اس لیے دیا تاکہ اپنے ماقبل کے حذف اور اس کی حرکت پر دلیل رہے۔

۳۔ اگر پہلا ساکن مِنْ کا نون ہو (مِنْ جو حرفِ جر ہے) تو اس کو فتحہ (زبر) دیں گے۔ جیسے مِنَ اللہ، وَمِنَ النَّاس اور یہ فتحہ توالیٔ کسرتین سے بچنے کے لیے دیا گیا ہے۔ کیونکہ نون کے ماقبل میم کے نیچے بھی کسرہ ہے اور نون کو بھی کسرہ ہی دیتے تو اس کا پڑھنا ثقیل اور دشوار ہو جاتا۔ مگر اِنِ امْرُؤٌ میں ایسا نہیں کیا گیا۔ شاید اس لیے مِنْ تو کثیر الوقوع ہے اور اِنْ قلیل الوقوع۔

نوٹ: الٓمٓ اللہ، جو سورۃ آل عمران کے شروع میں ہے۔ اگر اس میم کو لفظ اللہ سے وصل کر کے یعنی ملا کر پڑھا جائے تو اس میم کو بھی فتحہ (زبر) دیں گے۔ اس کی وجہ ایک تو علامہ قاضی بیضاوی نے لکھی ہے اور وہ یہ کہ لفظ اللہ کا ہمزہ جو درمیان کلام میں آ کر حذف ہو جاتا ہے۔ اسی ہمزہ کا فتحہ میم کو دیا گیا ہے تاکہ یہ زبر ہمزہ محذوفہ پر دلالت کرے اس کو اصطلاح میں نقل حرکت کہتے ہیں۔ مگر قراء حضرات نے اس کی ایک اور وجہ بھی بیان فرمائی ہے اور کہا ہے کہ میم کو فتحہ توالیٔ کسرات سے بچنے کے لیے دیا گیا ہے۔ کیونکہ میم سے پہلے یائے مدہ ہے جو دو کسروں کے جا بجا ہے اور پھر یا سے پہلے میم بھی مکسور ہے۔ پس اگر اس میم کو بھی زیر دیا جاتا تو چار کسرات جمع ہو جاتے جن کا ادا کرنا دشوار ہو جاتا۔ اللہ و رسولہ اعلم۔

۴۔ اگر پہلا ساکن حرف مدہ بھی نہ ہو، جمع کا میم بھی نہ ہو، جمع کا واو غیر مدہ بھی نہ ہو اور مِنْ کا نون بھی نہ ہو۔ ان کے علاوہ کوئی حرف ہو تو پھر پہلے ساکن کو کسرہ ہی دیا جائے گا۔ جیسے اَمِ ارْتَابُوْا، اِنِ ارْتَبْتُمْ اور مَنِ ارْتَضٰی کہ اصل میں اَمْ اِرْتَابُوْا۔

اِنْ اِرْتَبْتُمْ اور مَنْ اِرْتَضیٰ تھا۔

نوٹ: اس قاعدہ نمبر ۴ میں نون تنوین بھی داخل ہے یعنی اگر پہلا ساکن نون تنوین ہو تو اس کو بھی کسرہ دے کر پڑھیں گے۔ جیسے مُبِیْنِ ۔ اقْتُلُوْا کہ اصل میں مُبِیْنٍ اُقْتُلُوْا تھا۔ ہمزہ وصلی درمیان کلام میں حذف ہو گیا۔ اب ایک ساکن تو تنوین کا نون ہے اور دوسرا ساکن قاف۔ پس تنوین کو کسرہ دے کر قاف سے ملا دیا یا جیسے (قُلْ ھُوَاللہُ اَحَدُنِ اللہُ الصَّمَدُ) کہ اصل میں اَحَدٌ اَللہُ ہے۔ ہمزہ وصلی حذف ہوا تو لفظ اللہ کا لام ساکن رہ گیا اور ماقبل تنوین کا نون ساکن ہے۔ پس اس نون کو زیر دے کر لفظ اللہ سے ملا دیا۔

سوالات

۱۔ اجتماع ساکنین کسے کہتے ہیں؟
۲۔ اجتماع ساکنین علیٰ حدہٖ کی تعریف کیا ہے؟
۳۔ اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہٖ کی کتنی صورتیں ہیں؟
۴۔ پہلا ساکن اگر واو لین ہو تو اس کو کیا حرکت دیں گے؟
۵۔ پہلا ساکن نون تنوین ہو تو کیا کرنا چاہیے؟
۶۔ سورۃ ال عمران میں الٓمّٓ کی میم کو لفظ اللہ سے ملا کر پڑھیں تو میم کو کیا حرکت دیں گے؟

☆☆☆☆☆

ہمزہ کا بیان

عربی پڑھے بغیر ہمزہ کے مکمل قواعد تو سمجھ میں نہیں آسکتے۔ البتہ چند ضروری قاعدے بیان کیے جاتے ہیں جن کو سمجھنا قدرے آسان بھی ہے اور ضروری بھی۔

ہمزہ کی قسمیں

ہمزہ کی دو قسمیں ہیں۔ ہمزہ قطعی ہمزہ وصلی

ہمزہ قطعی

ہمزہ قطعی وہ ہے جو ہر حال میں ثابت رہے۔ خواہ کلمہ کی ابتداء میں ہو جیسے اِنَّ الَّذِیْنَ خواہ درمیان میں ہو جیسے لِلْمَلٰٓئِکَةِ چاہے کلمہ کے آخر میں ہو جیسے قُرُوْٓءٍ۔ اسی طرح وقف اور وصل میں ثابت رہتا ہے۔

ہمزہ وصلی

ہمزہ وصلی وہ ہے جو ابتداء اور اعادہ میں پڑھا جاتا ہے۔ جیسے اَلْحَمْدُ، اِھْدِنَآ اُسْجُدُوْا مگر کلام کے درمیان آجائے تو حذف ہو جاتا ہے جیسے قُلِ الْحَمْدُ نَسْتَعِیْنُ اھْدِنَا، لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا وغیرہ۔

ہمزہ قطعی کے قاعدے

ہمزہ قطعی کے چار قاعدے ہیں۔

تحقیق تسہیل ابدال حذف

تحقیق

تحقیق خوب ظاہر کرنے اور صاف کر کے پڑھنے کو کہتے ہیں۔ جب دو ہمزہ ایسے جمع ہوں کہ دونوں قطعی ہوں اور دونوں متحرک ہوں۔ ایک ہی کلمہ میں ہوں یا دو کلموں میں ہو تو

دونوں خوب صاف اور ظاہر کرکے پڑھے جائیں گے۔ جیسے : ءَاَنْذَرْتَهُمْ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ

تسہیل

تسہیل، نرم کرنے کو کہتے ہیں۔ یعنی ہمزہ کو ہمزہ اور الف کو درمیانی حالت میں ادا کرنے کا نام تسہیل ہے۔ پس روایت حفص میں ایک جگہ تسہیل واجب اور چھ جگہ جائز ہے۔ چنانچہ سورۃ حم سجدہ کے رکوع نمبر ۵ میں لفظ : ءَاَعْجَمِيٌّ کے دوسرے ہمزہ کو نرم کرکے پڑھنا واجب ہے۔ کیونکہ روایتاً ثابت ہے اور : آلذَّكَرَيْنِ دو جگہ سورۃ انعام میں اور آلْئٰنَ سورۃ یونس میں دو جگہ۔ اور : آللّٰهُ دو جگہ ایک سورۃ یونس میں اور دوسرا سورۃ نمل میں۔ ان چھ کلمات میں تسہیل جائز ہے اور ابدال اولیٰ ہے اور قدرے تفصیل آگے آتی ہے۔

ابدال

جب دو ہمزہ جمع ہوں تو پہلا متحرک اور دوسرا ساکن تو ساکن ہمزہ کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے مطابق حرفِ مدہ سے بدل دیتے ہیں۔ یعنی پہلے ہمزہ پر زبر ہو تو دوسرے ہمزہ کو الف سے بدلا جاتا ہے اور اگر پہلے ہمزہ کے نیچے زیر ہو تو دوسرے ہمزہ کو یا سے اور اگر پہلے ہمزہ پر پیش ہو تو دوسرے ہمزہ کو واو سے بدلا جائے گا۔ جیسے اٰمَنُوْا، اِيْمَانًا اُوْتُمِنَ اصل میں ءَاْمَنُوْا، اِءْمَانًا اور اُءْتُمِنَ تھے۔

حذف

ایسے دو ہمزہ جمع ہوں کہ پہلا قطعی ہمزہ مفتوح ہو اور دوسرا وصلی مکسور تو دوسرا ہمزہ جو وصلی ہے حذف ہو جائے گا۔ اور ایسا قرآن مجید میں صرف پانچ جگہ آیا ہے۔

۱۔ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ سورۃ بقرہ رکوع نمبر ۹، یہ اصل میں : ءَاِتَّخَذْتُمْ تھا۔

۲۔ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ۔ سورۃ مریم رکوع نمبر ۵۔ یہ اصل میں : ءَاِطَّلَعَ الْغَيْبَ تھا۔

۳۔ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ، سورۃ سبا رکوع نمبر ۱ یہ اصل میں : ءَاِفْتَرٰى تھا۔

۴۔ أَسۡتَكۡبَرۡتَ سورۃ ص رکوع نمبر ۵۔ یہ اصل میں ءَ اِسۡتَكۡبَرۡتَ تھا۔

۵۔ أَسۡتَغۡفَرۡتَ سورۃ منافقون رکوع نمبر ۱۔ یہ اصل میں ءَ اِسۡتَغۡفَرۡتَ تھا۔

نوٹ: جیسا کہ مذکور ہوا ہمزہ وصلی درمیان کلام میں حذف ہو جاتا ہے اور باقی رکھنا صحیح نہیں مگر چھ جگہ اس کو حذف نہیں کیا گیا۔ آٰلذَّكَرَيۡنِ دو جگہ سورۃ انعام میں کہ اصل میں ءَ الذَّكَرَيۡنِ ہے۔ آٰلۡـَٔـٰنَ سورۃ یونس میں دو جگہ۔ کہ اصل میں ءَ اَلۡـَٔـٰنَ ہے اور آٰللّٰهُ ایک جگہ سورۃ یونس میں اور ایک جگہ سورۃ نمل میں کہ اصل میں ءَ اَللّٰهُ ہے۔ ان چھ کلمات میں دوسرا ہمزہ حذف نہیں کیا گیا۔ اس لیے کہ اول ہمزہ جو قطعی ہے وہ بھی مفتوح اور ثانی ہمزہ جو وصلی ہے وہ بھی مفتوح ہے۔ پس وصلی کو حذف کر دینے سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ پہلا حذف کیا یا دوسرا۔ اس شبہ سے نکلنے کے لیے حذف تو نہیں کیا۔ مگر وصلی ہمزہ کو درمیان میں باقی رکھنا بھی صحیح نہیں۔ اس میں کوئی تبدیلی ضروری تھی۔ چنانچہ اس میں تسہیل اور ابدال دونوں جائز اور صحیح ہیں۔ مگر ابدال اس لیے اولیٰ اور زیادہ بہتر ہے کہ اس میں تبدیلی اور تعبیر تام ہے۔

ہمزہ وصلی کی حرکت

ہمزہ وصلی کی حرکت کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں۔

مفتوح   مکسور   مضموم

۱۔ مفتوح

ہمزہ وصلی لام تعریف سے پہلے آئے یعنی اَل کا ہمزہ ہو تو مفتوح پڑھا جائے گا۔ جیسے اَلۡحَمۡدُ، اَلۡقَارِعَةُ، اَلرَّحۡمٰنُ وغیرہ۔

۲۔ مکسور

اگر ہمزہ کسی اسم کا ہو تو مکسور ہو گا اور ایسے اسماء جو قرآن مجید میں مستعمل ہیں وہ سات ہیں۔

۱۔ اِسْمٌ جیسے بِغُلَامٍ اسْمُهٗ

۲۔ اِبْنٌ جیسے عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ

۳۔ اِبْنَتٌ جیسے مَرْیَمَ بْنَتَ عِمْرَانَ

۴۔ اِمْرُءٌ جیسے اِنِ امْرُءٌ هَلَكَ

۵۔ اِمْرَاَةٌ جیسے اِذْ قَالَتِ امْرَاَةُ عِمْرَانَ

۶۔ اِثْنَیْنِ جیسے ثَانِیَ اثْنَیْنِ

۷۔ اِثْنَتَیْنِ جیسے كَانَتَا اثْنَتَیْنِ

۳۔ مضموم

ہمزہ اگر فعل کا ہو تو ہمزہ سمیت تیسرا حرف دیکھیں اگر تیسرے حرف پر ضمہ اصلی ہو تو ہمزہ کو بھی پیش ہی دیں گے جیسے اُقْتُلُوْا، اُدْخُلُوْا اور تیسرے پر پیش تو ہے مگر اصلی نہیں جیسے اِمْشُوْا کہ اصل میں اِمْشِیُوْا تھا۔ یا تیسرے حرف پر فتحہ اور کسرہ ہو تو ان تینوں صورتوں میں ہمزہ وصلی کو زیر دیا جائے گا۔ اِمْشُوْا، اِتَّقُوْا، اِرْجِعِیْ، اِذْهَبْ وغیرہ۔

☆ خلاصہ کے طور پر ہمزہ وصلی کی حرکت کا ایک ایسا قاعدہ کلیہ جو قرآن مجید کے تمام کلمات کے لیے کافی ہے۔ پس ہمزہ وصلی کی چار صورتیں ہیں۔

۱۔ لام تعریف یعنی ال کا ہمزہ ہو تو اس پر ہمیشہ فتحہ آتا ہے جیسے اَلْحَمْدُ، اَلْبُرُوْج اَلْبَلَد وغیرہ

۲۔ وہ ہمزہ وصلی جس کے بعد تشدید والا حرف ہو۔ یہ ہر جگہ مکسور ہوگا جیسے اِتَّقُوْا، اِتَّقٰی، اِتَّقَیْتُنَّ۔

۳۔ وہ ہمزہ وصلی جس کے بعد ساکن حرف ہو اور تیسرے حرف پر ضمہ ہو اس پر ہمیشہ ضمہ آتا ہے جیسے اُدْخُلُوْهَا، اُوْتُمِنَ، مگر چھ کلمات میں کسرہ ہے اِبْنٌ، اِسْمٌ، اِسْمُهٗ،

اِمۡرُءٌ، اِمۡشُوۡا، اِیۡتُوۡا، اِقۡضُوۡا۔

۴۔ وہ ہمزہ وصلی جس کے بعد ساکن حرف ہو اور تیسرے حرف پر فتحہ یا کسرہ ہو۔ اس پر ہمیشہ کسرہ آتا ہے۔ جیسے اِھۡدِنَا، اِبۡتَدَعُوۡھَا۔

(ماخوذ العطایا الوھبیہ)

سوالات

۱۔ ہمزہ قطعی کی تعریف کیا ہے؟

۲۔ ہمزہ وصلی کی تعریف بیان کرو؟

۳۔ ہمزہ قطعی کے کتنے قاعدے ہیں؟

۴۔ روایت حفص میں تسہیل کتنی جگہ واجب ہے؟

۵۔ روایت حفص میں تسہیل کتنی جگہ جائز ہے؟

۶۔ ہمزہ وصلی کو حرکت فتحہ کب دیتے ہیں؟

۷۔ اگر فعل کے تیسرے حرف پر ضمہ اصلی نہ ہو تو ہمزہ وصلی کو حرکت کیا دیں گے؟

۸۔ اسم کے وہ سات کلمات جن کے ہمزہ کو کسرہ دیتے ہیں کون سے ہیں؟

۹۔ دو ہمزہ جمع ہوں پہلا قطعی اور دوسرا وصلی مفتوح تو وصلی ہمزہ کو وسط کلام میں حذف کیوں نہیں کرتے؟

ہائے ضمیر

ھا کی اولاً دو قسمیں ہیں۔

۱۔ اصلی

وہ ھا جو حروف اصلیہ یعنی فا، عین لام میں سے کسی کے مقابل ہو جیسے فَوَاكِهُ، نَفَقَةُ اسے نفس کلمہ کی ھا یا اصلی کہتے ہیں۔

۲۔ زائدہ

وہ ھا جو حرف اصلیہ یعنی فا، عین، لام سے زائدہ ہو جیسے وَاٰتَيْتُمُوْهُ

پھر زائد کی تین قسمیں ہیں۔

ھائے ضمیر ھائے سکتہ ھائے تانیث

۱۔ ھائے ضمیر

(اشارہ والی ھا) جس طرح واحد مذکر حاضر کے لیے کاف ضمیر ہے۔ جیسے مَالُكَ (تیرا مال) اسی طرح واحد مذکر غائب کے لیے ضمیر ھا آتی ہے۔ جیسے مَالُه، (اس کا مال) اور یہ ھا ہمیشہ کلمہ کے آخر میں آتی ہے۔ جیسے فِيْهِ، عَنْهُ، مَالُهُ وغیرہ۔

۱۔ ھا ضمیر کے بارے دو باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

۲۔ ھا ضمیر کو صلہ کب دیا جائے گا۔

حرکت

ھا ضمیر کی دو حرکتیں ہیں۔ کسرہ ضمہ

۱۔ کسرہ

ھاضمیر سے پہلے یائے ساکنہ، یا زیر ہو تو ھا کو زیر ہی دیں گے۔ جیسے بِهٖ، فِيْهِ مگر قرآن میں دو جگہ تو جزم دی گئی ہے۔

۱۔ اَرْجِهْ جو سورۃ شعراء رکوع نمبر ۳ میں اور سورۃ اعراف رکوع نمبر ۱۴ میں ہے۔

۲۔ فَاَلْقِهْ جو سورۃ نمل رکوع نمبر ۲ میں ہے۔

کیونکہ یہ اصل میں اَرْجِيْهِ اور فَاَلْقِيْهِ تھے۔ یا حذف ہو گئی اور اس کا جزم ھا کو دے دیا۔

اور دو جگہ ھا مضموم پڑھی جاتی ہے۔

۱۔ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ جو سورۃ کہف میں ہے۔

۲۔ عَلَيْهُ اللّٰه جو سورۃ فتح میں ہے۔

ان دو کلمات میں ھا کو خلاف قاعدہ اس کی اصلی حرکت ضمہ دی گئی ہے۔

۲۔ ضمہ

ھاضمیر کا ماقبل نہ کسرہ ہو اور نہ یائے ساکنہ تو ھا کو پیش دیں گے۔ جیسے اَرْسَلَهٗ، نَزَّلَه، مگر وَيَتَّقْهِ سورۃ نور رکوع نمبر ۷ کی ھا مکسور ہو گی۔ اس لیے یہ لفظ اصل میں وَيَتَّقِيْهِ ہے۔ یا حذف ہوئی تو یا کا جزم قاف کو دیا گیا۔ پس اصل کے اعتبار سے ھا مکسور ہوئی ہے۔

☆ صلہ یا اشباع

ھاضمیر ماقبل بھی متحرک ہو اور مابعد بھی متحرک تو ھا کو اشباع سے یعنی لمبا کر کے پڑھا جاتا ہے۔ پس ھا پر ضمہ ہو تو واو اور ھا مکسور ہو تو یا مدہ زائد کیا جاتا ہے۔ اس کو (صلہ یا اشباع) کہتے ہیں۔ جیسے وَاَمْرُهٗ اِلَى اللّٰه، مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مگر يَرْضَهُ لَكُمْ سورۃ زمر رکوع نمبر ۱ کی ھا میں اشباع نہیں ہو گا اور وجہ یہ کہ

اصل میں یَرْضَاہُ ہے۔اس لیے صلہ نہیں دیا۔

☆ عدم صلہ

ھاضمیر کے ماقبل حرف ساکن ہو یا بعد ساکن ہو تو ھا کو صلہ نہیں دیا جاتا۔ جیسے مِنْہُ، وَیُعَلِّمُہُ الْکِتَابَ مگر ایک جگہ قرآن مجید میں فِیْہٖ مُھَانًا سورۃ فرقان رکوع نمبر ۶ کی ھا میں صلہ ہوگا۔

فائدہ: ھاضمیر کا مابعد ساکن ہو تو اس میں تمام ائمہ قراءت کا اتفاق ہے کہ صلہ نہیں دیتے کیونکہ اس حالت میں اشباع کرنے سے اجتماع ساکنین علیٰ حدہٖ لازم آتا ہے۔ جو ناجائز اور غلط ہے اور اگر ھا کا ماقبل ساکن ہو تو صرف امام ابن کثیر صلہ دے کر پڑھتے ہیں اور باقی حضرات اشباع نہیں کرتے۔امام حفصؒ نے یہ ایک لفظ فِیْہٖ مُھَانًا امام ابن کثیر کی قراءت سے اپنی روایت میں شامل فرمایا ہے۔

نوٹ: حرکت کا اتنا دراز کرنا کہ حرف مدہ پیدا ہو جائے اس کو اشباع کہتے ہیں اور یہی درازی اگر ھاضمیر کی حرکت میں ہو تو اس کا نام صلہ ہے۔ چنانچہ اشباع عام اور صلہ خاص ہے۔یعنی کسی بھی حرف کی حرکت کو کھینچنے کو اشباع کہتے ہیں۔جس میں ھاضمیر بھی شامل ہے۔مگر صلہ صرف ھا کے کھینچنے کا نام ہے۔ جیسے ابدال کا معنی بھی بدلنا اور اقلاب کا معنی بھی بدلنا مگر ابدال کسی بھی حرف کی تبدیلی کو کہتے ہیں اور اقلاب صرف اس وقت کہتے ہیں جب نون میم سے بدلے۔اس لیے کہ ابدال عام ہے اور اقلاب خاص۔

نوٹ: ضمیر کا صلہ وصل میں تو پڑھا جاتا ہے مگر وقف میں یہ صلہ حذف ہو جاتا ہے۔ جیسے خَلَقَہٗ سے خَلَقَہْ، فَأُمُّہٗ سے فَأُمُّہْ

ھائے سکتہ

یہ ھا کلمہ کے آخر میں اس کے آخری حرف کی حرکت کو ظاہر کرنے کے لیے لائی جاتی ہے اور وقف ہو یا وصل ساکن ہی پڑھی جاتی ہے۔ نیز اس کا کوئی معنی نہیں ہوتا ہے اور پورے قرآن میں اس کا وقوع حسب ذیل نو جگہ پر ہے۔

نمبر شمار	ھا سکتہ کا وقوع	سورۃ کا نام	رکوع نمبر
۱	لَمْ يَتَسَنَّهْ	بقرہ	۳۵
۲	فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ	انعام	۱۰
۳	كِتَابِيَهْ	الحاقہ	۱
۴	كِتَابِيَهْ	الحاقہ	۱
۵	حِسَابِيَهْ	الحاقہ	۱
۶	حِسَابِيَهْ	الحاقہ	۱
۷	مَالِيَهْ	الحاقہ	۱
۸	سُلْطٰنِيَهْ	الحاقہ	۱
۹	مَاهِيَهْ	القارعۃ	۱

ھائے تانیث

یہ ھا اسم واحد مؤنث کے آخر میں تانیث کی علامت کے طور پر لاحق ہوتی ہے اور یہ ھا وصل میں تو تا پڑھی جاتی ہے اور وقف میں ھا سے بدل جاتی ہے۔ جیسے اَلصَّلٰوةُ سے اَلصَّلٰوۃْ اور رَحْمَةٌ سے رَحْمَہْ اس کو تاء مدوّرہ اور گول تا بھی کہتے ہیں۔

فائدہ: درج ذیل کلمات کی ھا، ھا ضمیر نہیں ہے بلکہ نفس کلمہ کی ھا ہے۔ اس لیے صلہ نہیں دیا گیا۔

نمبر شمار	کلمات	نام سورۃ
۱	نَفْقَهُ كَثِيْرًا	سورۃ ھود
۲	فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ	سورۃ مؤمنون اور سورۃ صفّت
۳	لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ	سورۃ مریم اور سورۃ شعراء
۴	لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ	سورۃ علق
۵	غَيْرَ مُتَشَابِهٍ	سورۃ انعام
۶	وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ	سورۃ لقمان
۷	لفظ اَللّٰهُ	جہاں کہیں بھی آئے

ان تمام کلمات میں آنے والی ھا نفس کلمہ کی ھا ہے۔

سوالات

۱۔ ھائے ضمیر اور ھائے سکتہ کی الگ الگ تعریف کرو؟
۲۔ ھائے ضمیر مکسور کب ہوتی ہے؟
۳۔ اَنْسٰنِیْهُ اور عَلَیْهُ اللّٰهَ میں کسرہ کی بجائے ضمہ کیوں دیا؟
۴۔ اَرْجِهْ اور فَاَلْقِهْ میں کسرہ کی بجائے جزم کیوں دیا؟
۵۔ ھائے ضمیر مضموم کب ہوتی ہے؟
۶۔ وَیَتَّقْهِ میں ضمہ کی بجائے کسرہ کیوں دیا؟
۷۔ صلہ کسے کہتے ہیں اور ھا کو صلہ کب دیا جاتا ہے؟
۸۔ صلہ اور اشباع میں فرق بیان کرو؟
۹۔ یَرْضَهُ لَكُمْ کی ھا کو صلہ کیوں نہیں دیا گیا؟
۱۰۔ فِیْهٖ مُهَانًا میں صلہ کیوں دیا؟
۱۱۔ ھا سکتہ کی وضاحت کرو؟
۱۲۔ قرآن پاک میں کل کتنے مقامات پر ھائے سکتہ آئی ہے؟
۱۳۔ ھائے ضمیر پر وقف کریں تو صلہ کا حکم کیا ہے؟

اوجۂ مد

اوجہ جمع ہے وجہ کی اور وجہ مدوں کی مقرر کردہ مقداروں کا نام ہے۔ مثلاً طول، توسط، قصر وغیرہ اور مقدار معلوم کرنے کا آلہ الف ہے۔ اسی لیے جب مد کی مقدار بتانا مقصود ہو تو کہتے ہیں فلاں مد کی مقدار اتنے الف ہے۔ اب کبھی تو ایک ہی طرح کی مد کئی بار آجاتی ہے اور کبھی مختلف مدیں یکے بعد دیگرے آتی ہیں تو ان کی مقداروں کو کنٹرول کرنے کے لیے جو قواعد مرتب کیے گئے ہیں اور مدود کے جمع ہونے کی صورت میں جو عقلی وجہیں وجود میں آسکتی ہیں۔ اوجہ مد میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کل مدیں دس ہیں اور اب ہم ان تمام مدوں کا تجزیہ کر کے ان کی وجوہ اور مقداریں بیان کریں گے۔ مگر یہاں تین باتیں ذہن میں رکھنے کی ہیں۔ پہلے ان کو بار بار پڑھیں اور خوب یاد کر لیں تاکہ وجہ صحیح اور غیر صحیح کی پہچان آسان ہو جائے۔

۱۔ اگر مد ایک ہی طرح کی دو یا زیادہ جمع ہو جائیں تو مساوات یعنی برابری والی وجہیں جائز ہونگی اور جن میں مساوات اور برابری نہ ہوگی وہ وجہیں غیر جائز اور غیر صحیح ہونگی اور تفصیل ابھی آگے آتی ہے۔

۲۔ اگر مدیں مختلف اکٹھی آجائیں تو ترجیح کا خیال رکھیں۔ یعنی جو مد قوی ہو اس پر ضعیف کو ترجیح نہ ہونے پائے۔ برابر مد ہو تو بھی صحیح اور قوی میں مد زیادہ ہو اور ضعیف میں کم تو بھی ٹھیک۔ مگر قوی مد میں مقدار کم ہو اور ضعیف میں زیادہ تو یہ وجہ غیر جائز ہوگی۔

۳۔ اقوالِ مختلفہ میں خلط نہ ہو چنانچہ طول اور توسط کی مقدار میں دو قول ہیں۔

پہلا قول:

طول کی مقدار پانچ الف اور توسط کی مقدار تین الف۔

دوسرا قول:

طول کی مقدار تین اور توسط کی مقدار دو الف۔

پس ایسا نہ ہو کہ کبھی طول پانچ الفی اختیار کرے اور کبھی تین الفی جو قول پہلے مد میں اختیار کیا۔ باقی میں بھی اسی قول پر عمل کرے۔

وجوہاتِ مد

ا۔ مد اصلی

اس کی مقدار صرف ایک الف ہے۔ عقلی ضربی وجہیں اس میں کوئی نہیں بنتیں۔ کیونکہ ہر جگہ ایک ہی الف مقدار رہے گی۔

۲۔ مد متصل

مد متصل کی مقدار چار الف، اڑھائی الف، دو الف ہے چنانچہ مد متصل دو اکٹھی آ جائیں مثلاً وَالسَّمَآءَ بِنَآءً تو عقلی ضربی وجہیں نو بنتی ہیں وہ اس طرح کہ وَالسَّمَآءَ کی تین مقداروں کو بِنَآءً کی تین مقداروں سے ضرب دی تو وجہیں نو ہوئیں۔

ذیل کے نقشہ سے مزید سمجھیں۔

نمبر شمار	وَالسَّمَآءَ	بِنَآءً	جائز یا غیر جائز
۱	چار الف	چار الف	جائز
۲	چار الف	اڑھائی الف	غیر جائز
۳	چار الف	دو الف	غیر جائز
۴	اڑھائی الف	چار الف	غیر جائز
۵	اڑھائی الف	اڑھائی الف	جائز

۶	اڑھائی الف	دو الف	غیر جائز
۷	دو الف	چار الف	غیر جائز
۸	دو الف	اڑھائی الف	غیر جائز
۹	دو الف	دو الف	جائز

مذکورہ نو وجوہ میں صرف تین جائز اور چھ وجہیں غیر جائز ہیں۔ جیسا کہ نقشہ میں آپ نے دیکھا۔ وجہ یہ ہے کہ ایک ہی طرح کی مد، دو بار آ رہی ہے۔ پس اس میں مساوات والی تین وجہیں تو جائز ہیں اور باقی چھ عدم مساوات کی وجہ سے غیر صحیح (غیر اولیٰ) ہیں۔

۳۔ مد منفصل

مد منفصل کی مقدار چار الف، اڑھائی الف، دو الف اور ایک الف۔ گویا متصل کی مقداریں تین ہیں اور منفصل کی چار۔ اگر مد منفصل دو اکٹھی آ جائیں۔ مثلاً بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ تو عقلی ضربی وجہیں سولہ ہونگی کیونکہ چار کو چار سے ضرب دیں تو وجہیں سولہ ہی بنتی ہیں۔

ذیل کے نقشہ سے مزید دیکھیں۔ ان سولہ وجوہ میں بھی مساوات والی چار وجہیں صحیح اور باقی بارہ عدم مساوات کی وجہ سے غیر صحیح ہیں۔

نمبر شمار	بِمَآ اُنْزِلَ	وَمَآ اُنْزِلَ	جائز غیر جائز
۱	چار الف	چار الف	جائز
۲	چار الف	اڑھائی الف	غیر جائز
۳	چار الف	دو الف	غیر جائز
۴	چار الف	ایک الف	غیر جائز

۵	اڑھائی الف	چار الف	غیر جائز
۶	اڑھائی الف	اڑھائی الف	جائز
۷	اڑھائی الف	دو الف	غیر جائز
۸	اڑھائی الف	ایک الف	غیر جائز
۹	دو الف	چار الف	غیر جائز
۱۰	دو الف	اڑھائی الف	غیر جائز
۱۱	دو الف	دو الف	جائز
۱۲	دو الف	ایک الف	غیر جائز
۱۳	ایک الف	چار الف	غیر جائز
۱۴	ایک الف	اڑھائی الف	غیر جائز
۱۵	ایک الف	دو الف	غیر جائز
۱۶	ایک الف	ایک الف	جائز

فائدہ: اگر مد متصل اور منفصل اکٹھی آجائیں جیسے لِلْمَلٰٓئِكَةِ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ، تو عقلی ضربی وجہیں بارہ نکلتی ہیں جن میں نو صحیح اور تین غیر صحیح ہیں۔ پس تین تو مساوات کی اور چھ وجہیں وہ صحیح ہیں جن میں متصل کو منفصل پر ترجیح ہے کیونکہ متصل قوی ہے منفصل سے اور وہ تین وجہیں جن میں منفصل کو متصل پر ترجیح ہے وہ غیر صحیح ہیں۔ یہ نقشہ دیکھئے۔

نمبر شمار	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ	جائز یا غیر جائز
۱	چار الف	چار الف	جائز
۲	چار الف	اڑھائی الف	جائز
۳	چار الف	دو الف	جائز

۴	چار الف	ایک الف	جائز
۵	اڑھائی الف	چار الف	غیر جائز
۶	اڑھائی الف	اڑھائی الف	جائز
۷	اڑھائی الف	دو الف	جائز
۸	اڑھائی الف	ایک الف	جائز
۹	دو الف	چار الف	غیر جائز
۱۰	دو الف	اڑھائی الف	غیر جائز
۱۱	دو الف	دو الف	جائز
۱۲	دو الف	ایک الف	جائز

۴۔ مد عارض

مد عارض کی مقدار طول، توسط، قصر ہے۔

۵۔ مد لین عارض

مد لین عارض کی مقدار قصر، توسط، طول ہے۔ مد عارض اور لین عارض کا تعلق وقف سے ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ہوتی ہی وقف میں ہیں۔ اسی لیے ان کو وقفی بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ وقف میں حرف موقوف علیہ کبھی تو مفتوح ہوتا ہے۔ کبھی مکسور اور کبھی مضموم۔ پس مد عارض اور لین عارض کا موقوف علیہ اگر مفتوح ہو یعنی آخری حرف پر زبر ہو تو وقف صرف اسکان سے ہوگا۔ اس لیے مد کی وجہیں تین ہوں گی یعنی طول مع الاسکان، توسط مع الاسکان، قصر مع الاسکان اور یہ تینوں وجوہ جائز ہیں۔ یاد رہے! زبر میں روم اور اشمام نہیں ہوتا۔

یہ نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔

نقشہ مدعارض

نمبر	يُوْقِنُوْنَ ۝	جائز یا ناجائز
۱	طول مع الاسکان	جائز
۲	توسط مع الاسکان	جائز
۳	قصر مع الاسکان	جائز

نقشہ مدلین عارض

نمبر	وَالطَّيْرَ ۝	جائز یا ناجائز
۱	طول مع الاسکان	جائز
۲	توسط مع الاسکان	جائز
۳	قصر مع الاسکان	جائز

اگر مدعارض اور لین عارض کا موقوف علیہ مکسور ہو یعنی آخری حرف کے نیچے زیر ہو تو وقف دو طرح ہوتا ہے یعنی وقف بالاسکان اور وقف بالروم۔ تو مد کی عقلی ضربی وجہیں چھ ہوں گی۔ یعنی تین اسکان میں اور تین روم میں، مگر روم کی حالت میں حرف کی حرکت آہستہ آواز سے ادا کی جاتی ہے اور مد کے لیے سکون ضروری ہے۔ جو روم میں نہیں پایا جاتا۔ پس روم کی حالت میں طول اور توسط تو صحیح نہیں ہوگا۔ البتہ قصر مع الروم صحیح ہے۔ لہٰذا آخری حرف مکسور ہونے کی صورت میں چار وجہیں جائز اور دو وجہیں سبب مد نہ ہونے کی وجہ سے غیر جائز ہیں۔

یہ نقشہ بھی دیکھیں۔

نقشہ مدعارض

نمبر	فَاتَّقُوْنِ ۝	جائز یا غیر جائز
۱	طول مع الاسکان	جائز
۲	توسط مع الاسکان	جائز
۳	قصر مع الاسکان	جائز
۴	قصر مع الروم	جائز
۵	توسط مع الروم	غیر جائز
۶	طول مع الروم	غیر جائز

نقشہ مدلین عارض

نمبر	وَالصَّيْفِ ۝	جائز یا غیر جائز
۱	قصر مع الاسکان	جائز
۲	توسط مع الاسکان	جائز
۳	طول مع الاسکان	جائز
۴	قصر مع الروم	جائز
۵	توسط مع الروم	غیر جائز
۶	طول مع الروم	غیر جائز

مدعارض اور لین کا موقوف علیہ اگر مضموم ہو یعنی آخری حرف پر پیش ہو تو وقف تین طرح ہو سکتا ہے یعنی وقف بالاسکان، وقف بالروم اور وقف بالاشمام تو عقلی ضربی وجہیں نو بنتی ہیں۔

یہ نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔

نقشہ مدعارض

نمبر	نَسْتَعِيْنُ	جائز یا ناجائز
۱	طول مع الاسکان	جائز
۲	توسط مع الاسکان	جائز
۳	قصر مع الاسکان	جائز
۴	طول مع الاشمام	جائز
۵	توسط مع الاشمام	جائز
۶	قصر مع الاشمام	جائز
۷	قصر مع الروم	جائز
۸	توسط مع الروم	غیر جائز
۹	طول مع الروم	غیر جائز

نقشہ مدلین عارض

نمبر	وَالطَّيْرُ	جائز یا ناجائز
۱	طول مع الاسکان	جائز
۲	توسط مع الاسکان	جائز
۳	قصر مع الاسکان	جائز
۴	طول مع الاشمام	جائز
۵	توسط مع الاشمام	جائز
۶	قصر مع الاشمام	جائز
۷	قصر مع الروم	جائز
۸	توسط مع الروم	غیر جائز
۹	طول مع الروم	غیر جائز

استعاذہ اور بسملہ کی چار صورتوں کی وجوہ مد

نمبر	وصل وفصل کی صورتیں	اَعُوْذُ بِاللّٰهِ. بِسْمِ اللّٰهِ. اَلْعٰلَمِيْنَ	تعداد وجوہ

۱	فصلِ کل	یعنی سب کو جدا جدا رجیم پر وقف رحیم پر وقف العلمین پر وقف	اڑتالیس وجوہ
۲	فصلِ اول، وصل ثانی	اعوذ کو ملانا رحیم پر وقف العلمین پر وقف	بارہ وجوہ
۳	وصل اول، فصلِ ثانی	اعوذ کو جدا کرنا بسم اللہ کو ملانا العلمین پر وقف	بارہ وجوہ
۴	وصل کل	سب کو ملانا صرف العلمین پر وقف	تین وجوہ

نوٹ: ان تمام وجوہ کو بیان ترتیب وار ملاحظہ کریں۔

۱۔ فصل کل کی وجوہ کا بیان

فصلِ کل میں پہلا وقف رجیم پر ہوگا اور یہاں میم کے نیچے زیر ہے تو وقف دو طرح ہو سکتا ہے۔ وقف بالاسکان وقف بالروم۔

پس رجیم پر وقف کریں تو چار وجوہ جائز ہیں۔طول مع الاسکان، توسط مع الاسکان، قصر مع الاسکان اور قصر مع الروم۔ اسی طرح دوسرا وقف رحیم پر ہوگا۔ یہاں وہی چار وجوہ بنیں گی جو رجیم میں بنیں تو اس طرح رجیم کی چار وجوہ کو رحیم کی چار وجوہ سے ضرب دی تو کل وجوہ سولہ ہوگئیں اور تیسرا وقف عالمین پر ہوگا اور عالمین کے نون پر زبر ہے تو وقف صرف اسکان سے ہوگا اور مدکی وجوہ تین یعنی طول مع الاسکان، توسط مع الاسکان، قصر مع الاسکان۔اس طرح رجیم رحیم میں بننے والی سولہ وجوہ کو عالمین کے اوجہ ثلاثہ میں ضرب دینے سے کل اڑتالیس وجہیں ہوگئیں۔

اس نقشہ کو بغور پڑھیں

نمبر	اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم	بسم اللہ الرحمن الرحیم	الحمد للہ رب العالمین	جائز یا ناجائز

۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	جائز
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر جائز
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر جائز
۴	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	غیر جائز
۵	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر جائز
۶	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر جائز
۷	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر جائز
۸	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	غیر جائز
۹	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر جائز
۱۰	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر جائز
۱۱	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر جائز
۱۲	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	غیر جائز
۱۳	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر جائز
۱۴	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر جائز
۱۵	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر جائز
۱۶	قصر مع الروم	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	غیر جائز
۱۷	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۱۸	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۱۹	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۲۰	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	غیر جائز

۲۱	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۲۲	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز
۲۳	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۲۴	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۲۵	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۲۶	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۲۷	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۲۸	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۲۹	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۳۰	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۳۱	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۳۲	قصر مع الروم	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۳۳	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۳۴	طول مع الابکان	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۳۵	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۳۶	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۳۷	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۳۸	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۳۹	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۴۰	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	غیر جائز۔

۴۱	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۴۲	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۴۳	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز
۴۴	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	جائز
۴۵	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۴۶	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۴۷	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز
۴۸	قصر مع الروم	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	جائز

ان اڑتالیس وجوہ میں سے نمبر ۱، نمبر ۲۲، نمبر ۴۳، نمبر ۴۸ تو بالاتفاق جائز ہیں اور ان کے جائز ہونے میں کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا اور نمبر ۴۴، نمبر ۴۷ کے ناجائز ہونے کی کوئی خاص وجہ نظر نہیں آتی۔ شیخ المجودین قاری محمد یوسف سیالوی نے لمعات شمسیہ میں اس پر بہت خوبصورت تبصرہ فرمایا ہے۔ شیخ العرب والعجم قاری عبدالرحمٰن مکی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب فوائد مکیہ میں اس طرح تحریر فرمایا...... اور بعض نے (رحیم۔رحیم) کے قصر مع الروم کی حالت میں (العلمین) میں طول و توسط کو جائز رکھا ہے تو اس طرح یہ دو وجہیں مختلف فیہ ہوئیں۔ اس پر تبصرہ صاحب لمعات شمسیہ نے فرمایا وہ بہت اعلیٰ ہے۔

ملاحظہ ہو...... روم کی مجبوری کو اسکان پر مسلط نہ کیا جائے۔ یہی اصح ہے...... دیکھئے صفحہ نمبر ۱۱۱ پر۔ اس سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ وقف کی مجبوری ہو تو عدم مساوات غیر جائز نہیں۔ پس یہ بات اگر تسلیم ہو جائے جو کہ ہونی چاہیے تو پھر دو وجہیں اور بھی اسی ضمن میں درست قرار پائیں گی اور وہ ہیں نمبر ۴ اور نمبر ۲۴ کہ عدم مساوات تو ہے مگر وقف کی مجبوری سے جائز ہی ماننا ہوں گی تو اس طرح کل اڑتالیس وجوہ میں سے دس وجہیں صحیح اور ۳۸ وجہیں غیر صحیح ہوں گی۔

۴۔ فصل اول، وصل ثانی کی وجوہ کا بیان

فصل اول، وصل ثانی کی صورت میں پہلا وقف رجیم پر ہوگا اور چار وجوہ طول مع الاسکان، توسط مع الاسکان، قصر مع الاسکان اور قصر مع الروم جائز ہوں گی اور دوسرا وقف (العلمین) پر ہوگا۔ یہاں وجوہ تین بنتی ہیں یعنی طول، توسط، قصر مع الاسکان تو اس طرح رجیم کی چار وجوہ کو العلمین کے مدود ثلاثہ سے ضرب دیں تو بارہ وجہیں بن جائیں گی۔

اس نقشہ کو دیکھیں۔

نمبر	اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم	بسم اللہ الرحمن الرجیم	الحمد للہ رب العلمین	جائز یا ناجائز
۱	طول مع الاسکان	وصل	طول مع الاسکان	جائز
۲	توسط مع الاسکان	وصل	طول مع الاسکان	غیر جائز
۳	قصر مع الاسکان	وصل	طول مع الاسکان	غیر جائز
۴	قصر مع الروم	وصل	طول مع الاسکان	مختلف فیہ
۵	طول مع الاسکان	وصل	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۶	توسط مع الاسکان	وصل	توسط مع الاسکان	جائز
۷	قصر مع الاسکان	وصل	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۸	قصر مع الروم	وصل	توسط مع الاسکان	مختلف فیہ
۹	طول مع الاسکان	وصل	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۱۰	توسط مع الاسکان	وصل	قصر مع الاسکان	غیر جائز

۱۱	قصر مع الاسکان	وصل	قصر مع الاسکان	جائز
۱۲	قصر مع الروم	وصل	قصر مع الاسکان	جائز

ان بارہ وجوہ میں سے نمبر۱، نمبر۶، نمبر۱۱، نمبر۱۲، بالا تفاق جائز ہیں اور دو وجہیں نمبر۴، نمبر۸ مختلف فیہ اور باقی چھ غیر جائز ہیں اور وجہ عدم مساوات ہے۔

۵۔ وصل اول فصلِ ثانی کی وجوہ کا بیان

یہاں بھی بعینہ وہی بارہ وجوہ بنتی ہیں۔ جو فصلِ اول، وصل ثانی میں ابھی گزریں۔ فرق یہ ہے کہ وہاں پہلا وقف رجیم پر ہوتا ہے اور یہاں پہلا وقف رحیم پر ہوگا۔ چنانچہ رجیم کی طرح رحیم میں بھی چار وجوہ جائز ہیں جن کو العلمین کے مدود ثلاثہ سے ضرب دیں گے۔

اس نقشہ کو دیکھیں۔

نمبر	اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم	بسم اللہ الرحمن الرحیم	الحمدللہ رب العلمین	جائز یا ناجائز
۱	وصل	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	جائز
۲	وصل	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۳	وصل	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۴	وصل	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	مختلف فیہ
۵	وصل	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۶	وصل	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز
۷	وصل	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز

۸	وصل	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	مختلف فیہ
۹	وصل	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	ناجائز
۱۰	وصل	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان،	ناجائز
۱۱	وصل	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز
۱۲	وصل	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	جائز

فصل اول، وصل ثانی کی طرح یہاں بھی نمبر ۱، نمبر ۶، نمبر ۱۱، نمبر ۱۲ بالا تفاق جائز اور نمبر ۴، نمبر ۸ مختلف فیہ ہیں۔ باقی چھ وجوہ بالا تفاق ناجائز (غیر اولی) ہیں۔

۶۔ وصل کل

وصل کل کی صورت میں وقف صرف عالمین پر ہوگا۔ اس لیے صرف تین وجوہ بنتی ہیں۔ یہ نقشہ دیکھیں۔

نمبر	اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم	بسم اللہ الرحمن الرحیم	الحمد للہ رب العلمین	جائز یا ناجائز
۱	وصل	وصل	طول مع الاسکان	جائز
۲	وصل	وصل	توسط مع الاسکان	جائز
۳	وصل	وصل	قصر مع الاسکان	جائز

یہ تینوں وجوہ جن کو مدود ثلاثہ اور اوجہ ثلاثہ بھی کہتے ہیں جائز ہیں۔

نوٹ: اوجہ مد کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قاری مدوں کی مقداروں کا ماہر ہو جائے اور مقدار مد میں غلطی نہ کرے۔ کیونکہ ایک ماہر فن کے واسطے یہ مناسب نہیں کہ وہ شتر بے مہار کی طرح جدھر جی آئے چلدے۔ جس مد کو جتنا چاہے دراز کر دے کسی

قاعدے اور قانون کی پرواہ کیے بغیر ایک ہی طرح کی مدوں میں عدم مساوات یا ضعیف مد کو قوی پر ترجیح یا اقوالِ مختلفہ میں خلط کرتا چلا جائے بلکہ ماہر وہ کہلائے گا جو قواعد کی طرح مقدار مد میں بھی مہارت رکھتا ہو۔

یہ بھی صحیح ہے کہ جائز اور غیر جائز جو بھی لکھا گیا ہے یہ شرعی جائز اور ناجائز کے حکم میں نہیں ہے بلکہ یہ مجودین کے ہاں اولیٰ اور غیر اولیٰ ہے مگر ایک ماہر کے واسطے ضرور معیوب ہے۔ اس لیے قاری کو چاہیے کہ وہ ان کو خوب غور سے پڑھے اور توجہ سے عمل پیرا ہو۔ مد عارض اور لین عارض کے بعد اب باقی مدیں جن کی مقداریں ابھی ذکر نہیں ہوئیں اُن کو پڑھیے۔

مد نمبر ۶،۵،۸،۹ مدِ لازم

مدِ لازم کی مقدار بھی مد اصلی کی طرح صرف ایک ہے اور وہ ہے طول۔ کہ چاروں قسموں میں صرف طول ہی ہوتا ہے لہٰذا اس کی مقدار کو بھی ضرب نہیں دی جا سکتی۔

مد نمبر ۱ مد لین لازم

جیسا کہ پہلے مذکور ہوا مد لین لازم پورے قرآن پاک میں صرف دو ہی ہیں۔ ایک عین مریم میں اور دوسرا عین شوریٰ میں۔

پس اس مد میں بھی ضرب نہیں ہو سکتی۔

نوٹ: تو گویا مد نمبر ۱ یعنی مد اصلی نمبر ۶، ۷، ۸، ۹ یعنی مد لازم کی چاروں قسموں اور مد نمبر ۱۰ یعنی مد لین لازم ان چھ مدوں میں تو ضرب آ نہیں سکتی اور باقی چار میں متصل، منفصل، عارض اور لین عارض میں جتنی عقلی ضربی وجہیں بنتی ہیں ان کا ذکر ہو چکا۔

سوالات

۱۔ مد اصلی کی مقدار کیا ہے؟

۲۔ مد فرعی کی نو قسموں کی الگ الگ مقداریں بیان کرو؟

۳۔ اگر ایک ہی قسم کی مدات جمع ہوں تو کس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے؟

۴۔ اگر مد متصل اکٹھی آجائیں تو عقلی ضربی وجہیں کتنی بنتی ہیں اور جائز کتنی ہیں؟

۵۔ اگر مد منفصل اکٹھی آجائیں تو سولہ وجوہ میں سے کتنی جائز ہیں؟

۶۔ اگر مختلف مدات جمع ہوں تو پھر کس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے؟

۷۔ اگر متصل اور منفصل اکٹھی آجائیں تو کل بارہ وجوہ میں سے تین کیوں ناجائز ہیں؟

۸۔ مد عارض کو وقفی کیوں کہتے ہیں؟

۹۔ اگر مد عارض اور لین عارض کا موقوف علیہ مفتوح ہو تو مد کی وجہیں کتنی ہونگی؟

۱۰۔ مد عارض اور لین عارض کا موقوف علیہ مکسور یا مضموم ہو تو روم کی حالت میں طول اور توسط جائز کیوں نہیں؟

۱۱۔ وصل کل کی صورت میں تو وجہیں تین بنتی ہیں مگر فصل کل میں کتنی وجوہ ہونگی؟

۱۲۔ اقوال مختلفہ سے کیا مراد ہے؟

۱۳۔ وجہ صحیح نکالنے کا طریقہ بیان کریں؟

۱۴۔ اوجہ کا بنیادی فائدہ کیا ہے؟

☆☆☆☆☆

معرفت الوقف

تلاوت کرتے وقت انسان کو سانس لینے کی حاجت بھی ضرور ہوتی ہے تو قاری کو چاہیے کہ جہاں اس نے حروف صحیح کرنے کے لیے مخارج وصفات لازمہ اور عارضہ کو یکھا وہاں اس کو یہ بھی جاننا چاہیے کہ سانس کہاں اور کیسے توڑے کہ نہ تو قرآن کا کوئی کلمہ غلط اور نہ معنی میں کوئی خلل واقع ہو۔ اسی طرح ابتداء اور اعادہ کو بھی سمجھے کہ کہاں سے صحیح اور کہاں سے غلط ہے اس باب میں چند چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔

وقف ابتداء اعادہ سکتہ سکوت

۱۔ وقف

وقف کے لفظی معنی ٹھہرنے اور رکنے کے ہیں اور اصطلاح قراء میں کلمہ کے آخری حرف کو ساکن کر کے آواز اور سانس کا توڑنا۔

وقف کی شرطیں چار ہیں۔

۱۔ کسی کلمے کا آخری حرف ہو۔ ۲۔ آخری حرف کو ساکن کرنا

۳۔ آواز کا توڑنا۔ ۴۔ سانس کا توڑنا۔

پس اس سے یہ بھی نکل آیا۔

۱۔ کہ کلمہ کے درمیان ٹھہرنا بالکل غلط ہے۔

۲۔ اور یہ کہ حرکت پر بھی وقف صحیح نہیں۔

۳۔ آواز توڑے بغیر وقف کرنا بھی خلاف قاعدہ ہے۔

۴۔ اور سانس توڑے بغیر ٹھہرنا سکتہ تو ہو سکتا ہے وقف نہیں

علم وقف میں تین باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

محلِ وقف

محل اور مقام کے اعتبار سے وقف کی چھ قسمیں ہیں۔

وقف تام	وقف کافی	وقف صحیح	وقف حسن	وقف قبیح	وقف اقبح

وقف تام

جس کلمہ پر وقف کیا اس کا تعلق بعد والے کلمہ سے نہ لفظی ہو اور نہ معنوی۔ بلکہ دونوں تعلق مکمل ہو جائیں۔ جیسے مُفۡلِحُوۡنَ کہ اس کا تعلق اِنَّ الَّذِیۡنَ سے نہ تو لفظی ہے اور نہ معنوی۔

وقف کافی

جس کلمہ پر وقف کیا اس کا تعلق بعد والے کلمہ سے لفظی تو نہ ہو مگر معنوی تعلق موجود ہو۔ جیسے یُوۡقِنُوۡنَ کہ اس کا تعلق اُولٰٓئِکَ سے لفظی تو نہیں مگر معنوی تعلق موجود ہے۔ چنانچہ وہی مضمون کہ متقیوں کی شرطیں بیان ہو رہی ہیں اور یہ مضمون مُفۡلِحُوۡنَ پر مکمل ہوتا ہے۔ پس اس سے پہلے جتنی آیتیں اور وقف آئیں گے ان کا تعلق مابعد سے لفظی ہو نہ ہو معنوی ضرور ہے جیسے مُتَّقِیۡنَ۝ یُنۡفِقُوۡنَ۝ اور یُوۡقِنُوۡنَ۝ یہ وقف کافی ہی ہیں۔

وقف صحیح

گول آیات پر وقف کرنا وقفِ صحیح کہلاتا ہے۔

وقفِ حسن

جس کلمہ پر وقف کیا اس کا تعلق مابعد سے لفظی اور معنوی دونوں موجود ہوں مگر عبارت اتنی پڑھی جائے کہ بات سمجھ آسکے۔ جیسے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ (تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں) یہ وقفِ حسن ہے۔

وقف قبیح

(غلط وقف) جس کلمہ پر وقف کیا اس کا تعلق مابعد سے لفظی بھی موجود ہو اور معنوی بھی مگر عبارت اتنی پڑھی کہ بات سمجھ نہ آسکے۔ جیسے اَلْحَمْدُ (تمام تعریفیں)

وقف اقبح

(بہت ہی غلط وقف) جہاں وقف کرنے سے معنی منشاءِ الٰہی کے خلاف ہو جائیں جیسے وَاللهُ لَا يَهْدِي (اللہ ہدایت دیتا ہی نہیں) پر ٹھہرنا یا يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ (اے ایمان والو نماز کے قریب نہ جانا) پر وقف کرنا وغیرہ۔

۲۔ کیفیت وقف

کیفیت اور حالت کے اعتبار سے وقف کی پانچ صورتیں ہیں۔

وقف بالسکون	وقف بالاسکان	وقف بالروم	وقف بالاشمام	وقف بالابدال

وقف بالسکون

آخری حرف اگر پہلے ہی ساکن ہو وہاں آواز اور سانس کا توڑنا جیسے وَانْحَرْ

وقف بالاسکان

آخری حرف کو صرف ساکن کر کے آواز اور سانس توڑنا جیسے عَالَمِيْنَ ○ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ نَسْتَعِيْنُ ○ یہ وقف تینوں حرکتوں پر جائز ہے۔

وقف بالروم

آخری حرف کی حرکت کو آہستہ اور خفی آواز سے ادا کرنا کہ صرف قریب والا سن سکے۔ یہ کسرہ اور ضمہ میں ہوتا ہے۔ فتحہ میں نہیں ہوتا۔

وقف بالاشمام

آخری حرف کو ساکن کر کے ہونٹوں سے پیش کی طرف اشارہ کرنا۔ جیسے نَسْتَعِیْنُ پڑھیں اور آخری نون کی آواز ختم ہوتے ہی فوراً دونوں ہونٹ گول کر دیں۔ اس کو آنکھ والا تو دیکھ سکے مگر کان کو سنائی نہ دے۔ یہی اشمام ہے اور یہ صرف پیش میں ہوتا ہے۔ زبر اور زیر میں نہیں ہوتا۔

وقف بالابدال

زبر کی تنوین کو الف سے اور گول تا کو ھا سے بدل دینا جیسے سِرًّا اجًا سے سِرَّا اجَا۔ رَحْمَةٌ سے رَحْمَهْ

۳۔ ضرورتِ وقف

ضرورت کے اعتبار سے وقف کی چار قسمیں ہیں۔

وقف اختیاری	وقف اضطراری	وقف اختباری	وقف انتظاری

وقف اختیاری

اپنی مرضی اور ارادے سے ٹھہرنا۔

وقف اضطراری

کسی مجبوری سے وقف کرنا۔ مثلاً کھانسی آگئی، بھول گیا یا سانس ٹوٹ گیا وغیرہ۔

وقف اختباری

سیکھنے سکھانے کے لیے وقف کرنا۔ پس استاذ شاگرد کو بتانے کے لیے اور شاگرد استاذ کو سنانے اور سمجھنے کے لیے وقف کرے اختبار بمعنی آزمائش و امتحان ہے۔

وقف انتظاری

ایک روایت پڑھ کر دوسری پڑھنے کے انتظار میں وقف کرنا۔

فوائد ضروریہ

☆ وقف تام، وقف کافی اور وقف صحیح کے بعد آگے ابتداء کی جاتی ہے۔ ماقبل سے دہرایا نہیں جاتا مگر وقف حسن، وقف قبیح اور وقف اقبح جو اضطرار (مجبوری) سے ہوتے ہیں۔ ان کے بعد آگے ابتداء نہیں کی جاتی بلکہ اس کلمہ سے یا اس سے پہلے والے کلمہ سے اعادہ (دہرا کر) پڑھتے ہیں۔ پس یہی صحیح تر ہے۔

☆ کسی بھی کلمہ کے درمیان میں وقف کرنا کسی بھی حالت میں جائز اور صحیح نہیں بلکہ کلمہ کے آخری حرف پر ٹھہرنا چاہیے۔ مثلاً قُرْاٰن کی را پر، اَلْحَمْدُ کے میم پر اور تَقْوِیْم کے قاف پر وقف کرنا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اس سے ایک کلمہ کے حروف آپس میں کٹ جاتے ہیں۔ پس وقف اضطراری کرنا ہی پڑے تو قُرْاٰن کے نون پر، اَلْحَمْدُ کے دال پر اور تَقْوِیْم کے میم پر کرے۔

بعض لوگ آواز اور سانس تو توڑ دیتے ہیں مگر آخری حرف کو ساکن نہیں کرتے یہ سراسر غلط اور فن تجوید کے بالکل خلاف ہے۔ چنانچہ علامہ جزری علیہ الرحمہ مقدمہ جزریہ میں فرماتے ہیں......

وَحَاذِرِ الْوَقْفَ بِكُلِّ الْحَرَكَةِ

ترجمہ: اور تو پوری حرکت کے ساتھ وقف کرنے سے پرہیز کر۔

اِلَّا اِذَا رُمْتَ فَبَعْضُ الْحَرَكَةِ

ترجمہ: لیکن جب تو روم کرے گا تو پھر حرکت کا بعض (یعنی تہائی حصہ) پڑھا جائے گا۔

اسی طرح گول ۃ پر وقف ت کے ساتھ اور زبر کی تنوین پر دو زبروں کے ساتھ بھی غلط ہے۔ پس وقف میں شرائطِ وقف محل وقف اور کیفیت وقف کا لحاظ رکھنا نہایت ہی ضروری ہے۔

☆ بعض قراء اور اکثر حفاظ کی یہ عادت بن گئی ہے کہ آخری حرف کو ساکن کرکے بغیر

سانس توڑے آگے پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ بالخصوص حدر اور روانی سے تلاوت کرتے وقت اس کا اظہار زیادہ ہوتا ہے اور یہ فن تجوید اور اصطلاحِ قراء میں وقف نہیں ہے۔اس سے بچنا بھی نہایت ضروری ہے البتہ حضرات مجودین نے اس کا حل بیان فرمایا ہے اور وہ یہ کہ ہر آیت کے اختتام پر آواز توڑ کر سکتہ کرے اور پھر بغیر سانس توڑے آگے پڑھنا شروع کر دے۔گویا ہر آیت پر جو قاری سانس نہیں توڑنا چاہتا وہ یا تو آخری حرف کی حرکت پڑھے یعنی اس کو ساکن نہ کرے یا پھر سکتہ کرے یعنی آواز کو تھوڑی دیر کے لیے توڑ دے کہ یہ بھی اصطلاح وقف میں داخل ہے۔ پس آخری حرف کو ساکن کرنا اور سانس کو توڑنا، دونوں باتیں ہی وقف میں ضروری ہیں اور اس کا عکس یعنی آخری حرف کو ساکن کرے اور سانس نہ توڑے یا سانس توڑے مگر آخری حرف کو ساکن نہ کرے دونوں طرح پڑھنا غلط ہے۔

☆ وقف ہمیشہ رسم کے تابع ہوتا ہے یعنی جو کلمہ جس طرح لکھا ہوا ہو۔اس کو اسی طرح پڑھنا چاہیے۔وصل اور اصل کے مواقف وقف نہ کریں گے۔مثلاً وَلَا تَقْفُ کہ اس میں وَلَا تَقْفُوْ ہے اور فَاتَّقُوْنِ کہ اصل میں فَاتَّقُوْنِیْ ہے اور اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ کہ اصل میں اَیُّهَا ہے تو اول میں اصل کے اعتبار سے واو، دوم میں یا اور تیسرے کلمہ میں الف ہے۔لیکن مرسوم ∴ ∴ ∴ (لکھے ہوئے) نہیں ہیں۔اس لیے وقف میں بھی نہیں پڑھے جاتے۔اسی طرح فِی الْاَرْضِ کہ وصل میں فِیْ کی یا نہیں پڑھی جاتی۔لیکن فِیْ پر وقف کیا تو پھر یا پڑھی جائے گی۔ کیونکہ وقف تو رسم (لکھے ہوئے) کے تابع ہے۔ چنانچہ وقف اختیاری ہو یا اضطراری ہر حال میں رسم کی اتباع ضروری ہے۔

☆ چھ مواقع ایسے ہیں جہاں روم اور اشمام نہیں ہوتا۔

ا۔ حرکت عارضی پر جیسے اَنْذِرِ النَّاسَ اور وجہ یہ کہ اصل کی رو سے یہاں حرکت نہیں بلکہ سکون ہے۔حرکت تو اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے عارض ہوئی ہے۔

۲۔ جمع کی میم پر جیسے عَلَيۡهِمُ الۡقِتَالُ اور وجہ وہی کہ اصل کی رو سے یہ میم بھی ساکن ہی ہوتی ہے اور یہ حرکت تو اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے عارض ہوئی ہے۔

۳۔ گول تا پر جیسے رَحۡمَةٌ اور وجہ یہ کہ وقف میں یہ۔ۃ۔ھا سے بدل جاتی ہے اور ساکن پڑھی جاتی ہے۔

۴۔ سکون اصلی پر جیسے وَانۡحَرۡ اور وجہ بہت واضح ہے کہ روم اور اشمام کے لیے کسی حرکت کا ہونا ضروری ہے جو یہاں نہیں ہے۔

۵۔ آخری حرف پر زبر ہو۔ کیونکہ فتحہ حرکت ہونے کی بناء پر حصوں میں تقسیم نہیں ہو سکتی۔

۶۔ ھائے سکتہ پر ہو جیسے لَمۡ يَتَسَنَّهۡ اور یہ آخری حرف کی حرکت کو ظاہر کرنے کے لیے آخر میں صرف ساکن آتی ہے۔ پس حرکت نہ ہونے کی وجہ سے روم اور اشمام نہیں ہوتا۔ اللہ و رسولہ اعلم

جو حضرات عربی اور تفسیر کے ماہر نہیں ہیں وہ محل وقف کی صحیح طور پر پہچان نہیں کر سکتے۔ اس لیے ان کو چاہیے وقفوں کی علامات جو علماء نے بڑی محنت سے مقرر فرمائی ہیں۔ انہی علامات پر وقف کریں۔ مثلاً گول آیت ○ م۔ ط۔ ج۔ ز۔ ص۔ ق۔ ك۔ قف۔ صل۔ صلے۔ لا۔ قلا وقفه۔ وقف النبی ﷺ۔ وقف منزل۔ وقف غفران۔ وقف کفران وغیرہ اور اب ان کی قدرے وضاحت۔

۱۔ گول آیت ○

سنت سمجھ کر گول آیات ○ پر ٹھہرنا مستحب ہے کیونکہ یہ آیت پوری ہونے کی علامت ہے اسی لیے اس علامت کو ہی آیت کہتے ہیں۔ یہ آیت خالی ہو یا اس پر کوئی علامت ہو جیسے۔ ہر صورت ٹھہرنا جائز ہے جیسے: ○ ۞ ۞

۲۔ میم۔م

اس نشان پر ٹھہر جانا ہی مناسب ہے تاکہ وصل کرنے سے کسی قسم کی قباحت لازم نہ آئے۔ اسی لیے اس کو وقف لازم کہتے ہیں کیونکہ یہاں کلام پورا ہو جاتا ہے۔

۳۔ ط

یہ وقفِ مطلق کی علامت ہے یہاں بھی کلام پورا ہونے کی وجہ سے وقف تام ہوگا اور وقف تام پر ٹھہرنا ہی صحیح ہوتا ہے۔

۴۔ ج

تلاوت کی خوبصورتی اور تفہیم معنی کے لیے اس علامت پر ٹھہرنا جائز بلکہ مستحسن ہے۔ کیونکہ یہ نشان وقفِ جائز ہی کی علامت ہے۔

۵۔ ز

یہ وقفِ مجوز کی علامت ہے۔ جب اوپر کی علامتیں جو اس علامت سے قوی ہیں اگر دور ہوں اور سانس وہاں تک نہ جاسکے تو علامتِ زا پر ٹھہرنا جائز ہے۔

۶۔ ص

پہلے سے ٹھہرنے کا ارادہ نہ تھا بلکہ کسی ضرورت کے تحت اضطراری یا اتفاقی طور پر ٹھہر گیا یہ وقف مرخص کی علامت ہے۔ یہاں عند الضرورت ٹھہرنے کی اجازت ہے مگر یہ وقفِ ضعیف ہے۔

۷۔ ق

یہ قِيْلَ عَلَيْهِ الْوَقْفُ کی علامت ہے کہ اس پر ٹھہر جائے تو کوئی حرج تو نہیں مگر یہ وقف ضعیف ہے۔

۸۔ ک

∴ ∴

یہ علامت كَذٰلِكَ کی ہے۔

۹۔ قف

قَدْ يُوْقَفُ کا مخفف ہے۔ مناسب یہ ہے کہ یہاں وقف نہ کریں کیونکہ یہ صیغۂ امر نہیں ہے۔ البتہ وقف ہوجائے تو کوئی حرج نہیں۔

۱۰۔ صل

قَدْ يُوْصَلُ کا مخفف ہے یہ امر کا صیغہ نہیں۔ یہاں وقف کی بجائے وصل کو زیادہ

پسند کیا گیا ہے۔

۱۱۔ صلے

اَلْوَصْلُ اَوْلٰی کا مخفف ہے۔ لفظی تعلق کی وجہ سے یہاں وصل کرنا چاہیے اگر وقف اضطراری ہو جائے تو اعادہ ضروری ہے۔

۱۲۔ لا

یہ لَا وَقْفَ عَلَیْہِ کا مخفف ہے۔ یہاں ٹھہرنا نہ چاہیے اگر وقف اضطراری ہو جائے تو فوراً اعادہ کرے اور ابتدا کرنا صحیح نہیں۔

۱۳۔ قلا

قِیْلَ لَا وَقْفَ عَلَیْہِ کا مخفف ہے۔ یہاں وقف نہ کرنا بہتر ہے۔

۱۴۔

یہ وقف معانقہ کی علامت ہے۔ یہ تین نقطے قرآن میں جہاں بھی آتے ہیں۔ دو جگہ قریب قریب آتے ہیں۔ پس قاری کو چاہیے کہ وہ ان میں سے ایک جگہ ٹھہر لے، چاہے پہلی جگہ اور چاہے دوسری جگہ۔

☆ مندرجہ بالا علامات میں سے پہلی پانچ علامات معتبرہ کہلاتی ہیں۔ چنانچہ ان پانچ میں سے کسی پر ٹھہر جائے تو اعادہ کیے بغیر پڑھنا بالکل صحیح ہے۔ البتہ جس طرح ان علامتوں کے لکھنے کی ترتیب ہے بالکل اسی طرح ان پانچ علامتوں کی درجہ بندی بھی ہے۔ یعنی پہلا درجہ گول آیت کا، دوسرا درجہ میم، تیسرا طا، چوتھا جیم اور پانچواں زا کا ہے پس بڑے درجے کا نشان چھوڑ کر چھوٹے پر ٹھہرنا درست نہیں ہے چنانچہ گول آیت چھوڑ کر میم پر یا میم چھوڑ کر طا پر یا جیم پر وقف کرنا نامناسب ہے لہٰذا پڑھتے ہوئے ترتیب کا خیال رکھے کہ اولیٰ پر غیر اولیٰ کو ترجیح نہ ہو۔

☆ وقف کی علامتوں میں سے ایک علامت حرفِ لا ہے جو کبھی تو گول آیات پر اور کبھی درمیان میں لکھا ہوا ہوتا ہے بہت سے حضرات اس علامت پر ٹھہرنے کو سختی سے منع کرتے ہیں اور اس سے آگے یا اس سے پیچھے کسی کلمہ پر ٹھہرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

چنانچہ ایسے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ مثلاً قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ پڑھیں تو مَعَكُمْ پر نہیں بلکہ مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا پر ٹھہرتے ہیں اور پھر اِنَّمَا سے اعادہ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت خوبصورت انداز اپنایا ہے۔ حالانکہ جہاں لا علامت ہوتی ہے وہاں اضطرار (مجبوری) کی حالات میں اکثر وقف حسن ہوتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر جہاں مجبوراً وقف کرنا پڑے تو پھر آگے ابتدا نہ کریں بلکہ ماقبل سے اعادہ ضروری ہے۔ لہٰذا اس علامت سے آگے یا پیچھے کسی کلمہ پر وقف نہ کریں۔ کیونکہ وہاں اکثر وقف قبیح ہوتا ہے۔ پس اگر تو علامت لا کسی گول آیت پر ہو تو بلا خوف اس آیت پر وقف کریں اور آگے ابتداء کریں (دھرائے بغیر) اور یہ علامت آیت کے درمیان ہو تو وہاں رک تو سکتے ہیں۔ مگر ماقبل سے دھرا کر پڑھنا ہوگا۔ اللہ و رسولہ اعلم

☆ قرآن مجید میں کوئی وقف ایسا جو شرعاً واجب ہو یا شرعاً حرام ہو۔ علامہ جزری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وَلَيْسَ فِي الْقُرْاٰنِ مِنْ وَّقْفٍ وَجَبْ وَلَا حَرَامٌ غَيْرُ مَالَهٗ سَبَبْ یعنی قرآن مجید میں کوئی بھی وقف ایسا نہیں جو واجب ہو یا حرام ہو سوائے کسی سبب کے۔

یاد رہے کہیں وقف کرنے یا نہ کرنے سے قاری گنہگار یا کافر نہیں ہوتا کیونکہ وقف یا وصل بذات خود کسی معنی پر دلالت نہیں کرتے، معنی تو سیاق و سباق سے متعین ہوتے ہیں۔ پھر یہ کہنا کہ یہاں وقف لازم ہے اگر نہ ٹھہرے گا تو گناہ ہوگا یا فلاں کلمہ پر بالکل نہ ٹھہرنا چاہیے کہ اگر ٹھہر گئے تو کفر ہو جائے گا اور بعض قرآنوں کے صفحات پر ایسے کلمات کی فہرستیں بھی آگئیں کہ فلاں فلاں جگہ ٹھہرنے سے کفر لازم ہو جاتا ہے۔ یہ بات تو اپنی جگہ صحیح اور درست ہے کہ وقف ابتداء یا اعادہ کا محل اور موقع مناسب ہونا چاہیے تا کہ غلط جگہ وقف ابتداء یا اعادہ کرنے سے معنی میں تغیر فاحش کا وہم نہ ہو مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اگر کوئی غفلت یا معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کرے تو وہ گناہ یا کفر کا مرتکب ہو جائے۔ دراصل کفر یا گناہ کا سبب تو یہ ہوگا کہ اگر کوئی قصداً

جان بوجھ کر بطور استہزاء ۔ تغیر فاحش کی نیت کرے ۔ جیسے لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ (نماز کے قریب نہ جانا) پر وقف بطور مذاق کرے ۔ " یا مَامِنْ اِلٰہٍ " (کوئی معبود نہیں) پر قصداً وقف کرے اور ظاہر ہے کہ کون سا مسلمان ہوگا جو جان بوجھ کر قرآن کے معنی میں تحریف کا مرتکب ہو ۔

☆ روم کی تعریف بعض کتابوں میں "حرکت کا تہائی حصہ ادا کرنا" لکھا ہے ۔ یاد رہے اس سے مراد اس کی آواز کا تہائی حصہ ہے نہ کہ خود حرکت کا ۔ یعنی ایسی آواز سے حرکت کو پڑھنا کہ قریب والا سن سکے ۔ چنانچہ علامہ شاطبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ وَرَوْمُكَ اِسْمَاعُ الْمُحَرَّكِ وَاقِفًا ۔ بِصَوْتٍ خَفِيٍّ كُلَّ دَانٍ تَنَوَّلَا ۔ اور فوائد مکیہ کی عبارت اس طرح ہے "اور روم کے معنی ہیں حرکت کو خفی صوت سے ادا کرنا" گویا حرکت تو پوری پڑھی جاتی ہے ۔ مگر آواز کی خفت کی وجہ سے پوری معلوم نہیں ہوتی ۔

☆ روم اور اشمام کا اصل فائدہ یہ ہے کہ سننے اور دیکھنے والے کو آخری حرف کی حرکت کا پتہ چل جاتا ہے ۔ اس لیے اگر تنہائی میں تلاوت کرے تو اسکان ہی بہتر ہے کیونکہ اس صورۃ میں روم اور اشمام کا اصل فائدہ ظاہر نہیں ہوتا ۔ البتہ مشق کی غرض سے کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ۔

☆ اسکان، روم اور اشمام تینوں میں وقف باالاسکان اصل ہے کیونکہ اس میں حرکت کا نہ کوئی حصہ ادا ہوتا ہے اور نہ حرکت کی طرف کوئی اشارہ کرنا پڑتا ہے ۔ بلکہ صرف سکون ہی ہے اور یہی وقف کا منشاء ہے ۔ کیونکہ وقف راحت اور سکون کے لیے کیا جاتا ہے اور وہ حرکت کے بغیر ہی ہے ۔ نیز یہ تینوں حرکتوں میں جاری ہے اور نقلاً بھی تمام قراء سے ثابت ہے ۔

☆ روم کسرہ اور ضمہ میں ہوتا ہے فتحہ میں نہیں ہوتا کیونکہ فتحہ کو حصوں میں تقسیم نہیں کر سکتے ۔ اس لیے کہ یہ ہلکی حرکت ہے اور کسرہ ضمہ ثقل کی وجہ سے تقسیم ہو سکتے ہیں ۔

ابتداء

جیسا کہ پہلے گزرا، ابتدا وقف کے بعد آگے پڑھنے کو کہتے ہیں۔ نیز جس طرح وقف کبھی تام، کافی، حسن اور قبیح ہوتا ہے اسی طرح ابتداء بھی تام، کافی، حسن اور قبیح ہوتی ہے۔ پس جیسے وقف قبیح اور اقبح نہ ہونا چاہیے اسی طرح ابتداء بھی قبیح اور اقبح نہ ہو۔ وقف تام کے بعد سے ابتداء بھی تام ہی ہوگی۔ جیسے مُفْلِحُوْن پر وقف تام ہے اور اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے ابتداء تام ہے۔ اسی طرح وقف کافی کے بعد سے ابتداء بھی ابتداء کافی کہلائے گی۔ جیسے یُوْقِنُوْن پر وقف کافی ہے اور اُوْلٰٓئِكَ سے ابتداء کافی ہے۔ پس ابتداء قبیح اور اقبح کو بھی اسی طرح سمجھو۔ یاد رہے! ابتداء صرف اختیاری ہو سکتی ہے۔ وقف کی طرح اضطراری نہیں کیونکہ وقف میں تو سانس کی تنگی کی وجہ یا اور کوئی مجبوری ہو سکتی ہے مگر ابتداء میں ایسی کوئی مجبوری یا اضطرار پیش نہیں آتا اور ابتداء کی ایک قسم اختباری بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے سیکھنے اور سکھانے کے لیے کسی جگہ سے ابتداء کی جائے اور امتحاناً پوچھا یا بتلایا جائے۔

☆☆☆☆☆

اعادہ

اعادہ کا لفظی معنی (لوٹانا یا دہرانا) اور اصطلاح میں جس کلمہ پر وقف کیا اس سے یا اس سے پہلے والے کلمہ سے دوبارہ پڑھنا۔ اگر وقف ایسی جگہ کیا ہے جہاں وقف کی کوئی معتبر علامت ہو جیسے گول ο ایت نم۔ ط۔ ج۔ ز تو اعادہ کی ضرورت نہیں، آگے ابتداء کرے اور اگر وقف ایسی جگہ کیا جہاں وقف کی کوئی علامت ہی نہ ہو یا ہو تو وصل کی علامت ہو جیسے لا، صلے وغیرہ تو پھر اعادہ چاہیے۔ پس اعادہ ایسی جگہ سے کرے جہاں سے معنی غلط نہ ہو۔ نیز کسی کلمہ کے درمیان سے اعادہ کرنا اسی طرح غلط ہے جس طرح وقف کرنا۔

☆☆☆☆☆

سکتہ

سکتہ کا لفظی معنی (رُکنا) اصطلاح قراء میں تھوڑی دیر کے لیے آواز روکنا اور سانس توڑے بغیر آگے پڑھنا شروع کر دینا۔ سکتہ کی بھی وہی شرطیں ہیں جو وقف کی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ وقف میں سانس توڑنا ضروری ہے۔ جبکہ سکتہ میں سانس جاری رکھا جاتا ہے کلمہ کا آخری حرف ہو۔ آخری حرف کو ساکن کیا جائے۔ آواز توڑ دی جائے یہ تین شرطیں وقف کی بھی ہیں اور سکتہ کی بھی۔ فرق صرف سانس کا ہے۔ پس سکتہ میں سانس توڑے بغیر ٹھہرا جاتا ہے مگر اس ٹھہرنے کا زمانہ وقف کی نسبت تھوڑا اور قلیل ہوتا ہے۔

سکتہ کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ واجب ۲۔ جائز

واجب سکتے

روایت حفص میں چار جگہ سکتہ کرنا ضروری ہے۔

نمبر ۱۔ عِوَجًا ٥ سکتہ قَيِّمًا سورۃ کہف رکوع اول میں

نمبر ۲۔ مِنْ مَّرْقَدِنَا سکتہ هٰذَا سورۃ یٰسین رکوع چہارم میں

نمبر ۳۔ مَنْ سکتہ رَاقٍ سورۃ قیامۃ رکوع اول میں

نمبر ۴۔ كَلَّا بَلْ سکتہ رَانَ سورۃ مطففین رکوع اول میں

نوٹ: مذکورہ سکتے بطریق شاطبیہ واجب اور ضروری ہیں اور بطریق جزری سکتہ اور ترک سکتہ دونوں صحیح ہیں۔ البتہ جمہور کا عمل سکتہ پر ہی ہے۔

جائز سکتے

نمبر ۱۔ گول ایتوں پر وقف کرنا مقصود نہ ہو بلکہ قاری آگے پڑھنا چاہتا ہو اور آخری حرف کی حرکت معلوم نہ ہو تو آیات پر مطلقاً سکتہ جائز ہے کہ تھوڑی دیر رُکے اور سانس توڑے بغیر آگے بڑھ جائے۔

نمبر ۲۔ اس کے علاوہ چار مواقع ایسے ہیں کہ ان میں تمام قراء کے لیے سکتہ جائز اور اولیٰ ہے۔

۱۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتہ وَاِنْ لَّمْ سورۃ اعراف رکوع دوم میں

۲۔ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا سکتہ مَا بِصَاحِبِهِمْ سورۃ اعراف رکوع ۲۳ میں

۳۔ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا سکتہ وَاسْتَغْفِرِيْ سورۃ یوسف رکوع دوم میں

۴۔ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ سکتہ وَاَبُوْنَا سورۃ قصص رکوع سوم میں

پس ان چار مقامات پر سکتہ صرف جائز اولیٰ اور اختیاری ہے۔ ضروری اور واجب نہیں۔ کیونکہ سکتہ وہ طریق ادا ہے جس کے لیے روایت سے ثبوت ضروری ہے اور یہاں روایات ونقل کے ذریعے ائمہ سے ثابت نہیں بلکہ جس طرح علماء نے اعراب ونقطے خود لگائے اور رموز اوقاف خود مقرر فرمائے۔ اسی طرح ان مواقع میں بھی علماء نے معنی کی رعایت سے سکتے مقرر کیے۔ چنانچہ یہاں سکتے روایت ونقل کے ثبوت کا اعتقاد کیے بغیر ادا کرنے ہی درست ہیں۔ اللہ و رسولہ اعلم

نمبر ۳۔ وہ ہمزہ جو ساکن حرف کے بعد واقع ہو۔ اس کو خوب اور ظاہر کرنے کے لیے ساکن حرف پر سکتہ کرتے ہیں اور یہ روایت حفص میں بطریق جزری کیا جاتا ہے۔ جیسے وَيَنْئَوْنَ کے پہلے نون پر۔ مگر یاد رہے اس میں وقف کے احکام جاری نہ ہونگے جس طرح دوسرے سکتات میں ہوتے ہیں۔ مثلاً مَرِيْضًا اَوْ میں سکتہ کیا جائے گا تو تنوین کو الف سے نہیں بدلیں گے بلکہ جس طرح وصل میں پڑھا جاتا ہے اسی طرح پڑھا جائے گا۔

☆☆☆☆☆

سکتاتِ فاتحہ

بعض جاہلوں میں یہ مشہور ہے کہ سورۃ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ کرنا نہایت ضروری ہے اوا گر یہ سکتے نہ کیے گئے تو شیطان کے نام بن جائیں گے۔ وہ سات جگہ یہ ہیں۔ دُلِلْ، ھِرَب، کِیَو، کَنَغ، کَنَس، تَعَل، بِعَل ان کی کوئی اصل نہیں بلکہ نہایت جاہلانہ سوچ ہے۔ اگر ایسا ہی کسی کلمہ کا اول اور کسی کلمہ کا آخر ملا کر کلمات بنائے جائیں تو پھر تو قرآن میں ان گنت اور بے شمار سکتے کرنے پڑیں گے۔

لطیفہ

مجھے یاد ہے جب بچپن میں درجہ حفظ کے طالب علم تھے تو کچھ ساتھیوں نے کہا کہ قرآن میں تماشہ تلاش کرو۔ یہ لفظ پہلے تو بڑا عجیب سا لگا کہ تماشا قرآن میں۔ مگر پھر ہمارے گروپ نے یہ لفظ بہت جلد تلاش کر لیا اور بتایا کہ قُلْتَ مَاشَآءَ اللہ ہے۔ پس قُلْتَ کی تَ اور مَاشَآءَ اللہ سے مَاشَا لے کر یہ لفظ بنایا گیا ہے اور اب سوال کرنے کی باری ہماری تھی چنانچہ میں نے ساتھیوں کے مشورہ سے ایک لفظ بنایا۔ کِزبِل اور کہا تلاش کرو اور پھر کئی روز تک وہ تلاش کرتے رہے حتیٰ کہ ایک ایک سطر پر انگلی پھیری گئی مگر یہ لفظ نہ ملا اور ملتا ہی کیسے یہ تو سورۃ قٓ کی آخری آیت فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ سے بنایا گیا تھا فَذَكِّرْ کی کِرْ اور بِالْقُرْاٰن سے بِلْ لے کر جوڑا اور اپنے آپ کو فاتح ثابت کر دیا۔ تو اسی طرح سورۃ فاتحہ میں مذکورہ سات جگہوں پر کیا گیا ہے کہ اَلْحَمْدُ کی دُ اور لِلّٰهِ سے لِلْ ملایا۔ پس دُلِلْ ہو گیا یہ سکتے قطعاً غلط اور بے اصل ہیں۔ اہل فن نے جگہ جگہ انکی تردید فرمائی ہے۔

☆☆☆☆☆

قطع

قطع کا لفظی معنی کاٹنا۔ الگ کرنا۔ الگ ہونا اور اصطلاحِ قراء میں قطع اس وقف اور ٹھہرنے کا نام ہے جس کے بعد آگے تلاوت جاری رکھنے کا ارادہ نہ ہو۔ اگر پہلے سے ذہن میں ہو کہ یہاں تلاوت ختم کروں گا تو اسے قطع حقیقی کہتے ہیں اور وقتی ارادہ بن جائے یا کوئی مجبوری ہوگئی یا کوئی کام یاد آیا تلاوت ختم کردی تو اس ختم تلاوت کو قطع اتفاقی کہتے ہیں۔

قطع میں تین باتوں کا خیال رکھیں۔

نمبر ۱۔ قطع آیت کے آخری حرف پر ہو۔ آیت کے درمیان قطع تلاوت جائز نہیں۔ چنانچہ علامہ جزری حضرت عبداللہ بن ابی الہذیل رحمتہ اللہ جو بہت بڑے تابعی ہیں سے سند کے ساتھ نقل فرماتے ہیں کہ جب کوئی ایک آیت پڑھنا شروع کرو تو جب تک وہ پوری نہ ہو جائے قطع نہ کرو۔ کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یہ بات نہ پسند تھی کہ آیت کا کچھ حصہ پڑھیں اور کچھ چھوڑ دیں۔

نمبر ۲ قطع کے بعد، صَدَقَ اللهُ الْعَظِيْمُ کہنا مستحب تو ہے مگر یہ کہہ لینا ہی چاہیے تاکہ کوئی سننے والے ہوں انکو انتظار کی زحمت نہ ہو۔

نمبر ۳ قطع ہو جانے کے بعد پھر سے تلاوت کرنی چاہے تو استعاذہ ضروری ہے۔

☆☆☆☆☆

سکوت

سکوت کا لفظی معنی (چپ ہونا) خاموش ہونا اور اصطلاحِ قراء میں سکوت وہ وقف ہے جس کے بعد آگے پڑھنے اور تلاوت جاری رکھنے کا ارادہ ہو مگر قرآن کے متعلق ہی کوئی ایسی ضرورت پیش آئی جس کی وجہ سے تلاوت جاری رکھنے میں دیر ہوگئی۔ مثلاً!

نمبر ا۔ مشق کرتے کراتے وقت، سننے سنانے کی وجہ سے دیر ہوگئی۔

نمبر ۲۔ یا قاری وقف کرنے کے بعد قراءت کے کسی مسئلہ کی طرف متوجہ ہوگیا یا کسی آیت کی تفسیر بیان کرنے لگا۔ بشرطیکہ وعظ کا ارادہ نہ ہو۔

نمبر ۳۔ پڑھتے پڑھتے دیر تک کھانسی آتی رہی یا بھولنے پر قرآن مجید دیکھنے کے لیے دوسری جگہ جانا پڑا۔ بشرطیکہ ذہن دوسری طرف منتقل نہ ہو۔

نمبر ۴۔ کسی طالب علم کو پڑھنے کے لیے تنبیہ کی۔ بشرطیکہ زبان سے کوئی فحش کلام نہ نکلا ہو۔

یہ تمام صورتیں سکوت کی ہیں۔ پس سکوت کے بعد استعاذہ کیے بغیر تلاوت جاری رکھنا جائز اور صحیح ہے۔

فائدہ نمبر ا

ا۔ سکوت کے بعد آگے ابتداء ہی نہ کی۔ ۲۔ یا ذہن کسی دوسری طرف منتشر ہوگیا۔

۳۔ یا تلاوت جاری رکھنے کا ارادہ ہی بدل لیا۔

۴۔ یا کوئی کلام اجنبی ہوگیا چاہے کسی کو سلام کا جواب ہی دیا ہو۔

۵۔ یا اتنی دیر خاموش رہا جتنی دیر میں درمیانی رفتار سے آدمی دو رکعتیں پڑھ لیتا ہے۔

ان تمام صورتوں میں سکوت ختم ہو جائے گا اور مزید تلاوت کے لیے استعاذہ کرنا ضروری ہوگا۔

فائدہ نمبر ۲

سکوت ہمیشہ آیت کے اختتام پر ہی کرنا چاہیے۔ کیونکہ علامتِ وقف ط۔ ج وغیرہ پر بہتر نہیں ہے اور آیت کے درمیان جہاں علامت وقف نہ ہو تو سکوت کرنا جائز ہی نہیں۔

سوالات

۱۔ وقف کا لفظی اور اصطلاحی معنی بیان کریں؟
۲۔ وقف کی شرطیں کتنی اور کیا کیا ہیں؟
۳۔ وقف کی باعتبار محل کتنی قسمیں ہیں؟
۴۔ وقف کی باعتبار کیفیت کتنی قسمیں ہیں؟
۵۔ وقف باعتبار ضرورت کتنی طرح کا ہے؟
۶۔ وقفِ تام اور وقفِ کافی کی تعریف کریں۔
۷۔ وقف حسن اور وقف قبیح کو الگ الگ بیان کریں۔
۸۔ وقفِ انتظاری کی تعریف کیا ہے؟
۹۔ کیا سانس توڑے بغیر وقف صحیح ہوگا؟
۱۰۔ وقف اور سکتہ میں کیا فرق ہے؟ ۱۱۔ سکتہ اور قطع میں فرق بیان کرو۔
۱۲۔ قطع اور سکوت کو الگ الگ بیان کرو۔
۱۳۔ روایت حفص میں کل کتنے سکتے واجب ہیں؟
۱۴۔ سورۃ فاتحہ میں سکتوں کی حقیقت کیا ہے؟
۱۵۔ اعادہ کے کیا معنی ہیں اور اس کی ضرورت کب ہوتی ہے؟
۱۶۔ ابتداء کسے کہتے ہیں؟
۱۷۔ جائز سکتے کتنے ہیں اور کیا یہ سکتے روایت ونقل سے ثابت ہیں؟
۱۸۔ گول آیات پر سکتہ کرنا کیسا ہے؟
۱۹۔ سکوت اور قطع کا فرق واضح کریں۔
۲۰۔ کیا سکوت گول آیات کے علاوہ دیگر معتبر علامات وقف پر بھی جائز ہے؟
۱۲۔ کیا سکوت کے بعد استعاذہ دہرانا ضروری ہے؟

☆☆☆☆☆

رسم خطِ عثمانی کا بیان

قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے خود اپنے ذمۂ کرم پر لیا ہے۔ ارشاد ہے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝ چنانچہ صدیاں بیت گئیں آج تک اس کا ایک ایک حرف اسی طرح محفوظ ہے۔ جس طرح آقائے دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا تھا۔ اور جس طرح ہر حرف مع اپنی حرکت وسکون کے محفوظ ہے اسی طرح وہ رسم الخط بھی محفوظ ہے جس کی املاء خود رسول کریم ﷺ کے حکم سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کی۔ یہ رسم الخط عام خطوں کی طرح نہیں ہے کہ جس طرح مرضی آئے لکھتا چلا جائے بلکہ قرآن مجید کو رسم خطِ عثمانی کے مطابق لکھنا واجب ہے۔

رسم خطِ عثمانی اسی املاء کا دوسرا نام ہے جو کاتبانِ وحی نے حضور ﷺ کے روبرو لکھی کیونکہ جب بھی قرآن پاک کی کوئی آیت یا آیات نازل ہوتیں تو حضور ﷺ اپنے کاتب صحابہ کو بلاتے اور انہیں لکھنے کا حکم فرماتے اور یہ بھی کہ ان آیات کو فلاں سورۃ میں، فلاں آیت کے بعد اور فلاں سے پہلے لکھو۔ گویا یہ لکھنا یا لکھانا اور کتابت سرکار ﷺ کے سامنے ہوتی اور آپ ﷺ کے حکم سے ہوتی تھی۔ پس آپ ﷺ کے مقدس دور میں لکھنے والوں کو جو چیز میسر آتی اسی پر لکھ لیا کرتے، کاغذ، کپڑا، کھجور کے پتے، پتھر، لکڑی وغیرہ جو ملا لکھ ڈالا۔ چنانچہ کسی کے پاس چند سورتیں، کسی کے پاس چند آیتیں اور کسی کے پاس پورا قرآن پاک لکھا ہوا بھی تھا۔ مگر غیر مرتب اور منتشر تھا۔

چنانچہ پہلی بار عہد صدیقی میں تو ایک جگہ جمع کیا گیا اور پھر دوسری بار عہد عثمانی میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی معیت میں قرآن پاک لکھنے کا حکم فرمایا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے لکھا کرتے تھے اور حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے جو آخری

دور فرمایا حضرت زید اس کے عینی شاہد ہیں اور حضرت زید کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے پورا قرآن پاک نبی کریم ﷺ کو سنایا تھا۔

پس انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم سے موجودہ ترتیب کے ساتھ قرآن پاک کے کئی نسخے لکھے۔ اسی وجہ سے اس خط اور رسم کی نسبت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف کر کے رسم خط عثمانی کہہ دیتے ہیں اور اب اسی رسم کے مطابق لکھنا ضروری اور واجب ہے۔ چنانچہ امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ اسی کتابت کی پیروی ضروری ہے جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ حضرت دانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ علماء اُمت میں سے کسی نے بھی اس رسم کے خلاف نہیں کہا۔ ابوشامہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مقصد یہ تھا کہ قرآن پاک بالکل اسی طرح لکھا جائے جس طرح نبی کریم ﷺ کی حضوری میں لکھا گیا تھا۔ پس جس طرح قرآن پاک تمام کلاموں اور کتابوں سے نرالا ہے اسی طرح اس کا رسم خط بھی انوکھا اور نرالا ہے اور جس طرح قرآن پاک سماعی اور توقیفی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ سے سن کر حاصل کیا گیا اسی طرح یہ رسم خط بھی سماعی ہے اور جس طرح قرآن مجید نے بڑے بڑے عقل مندوں کو عاجز کر دیا اسی طرح یہ رسم خط بھی عقل میں نہیں آتا۔ کیونکہ کہیں تو کوئی حرف پڑھا جا رہا ہے مگر لکھا نہیں جاتا جیسے نون تنوین اور الرحمٰن میں میم کے بعد کا الف وغیرہ اور کہیں کوئی حرف لکھا ہوا تو ہے مگر وہ پڑھا نہیں جا رہا ہے۔ جیسے لَاْ اَذْبَحَنَّہٗ کے لام کے بعد الف پڑھا نہیں جاتا ہے مگر مرسوم ہے یعنی لکھا ہوا ہے تو عقل دنگ و حیران ہے کہ آخر ماجرہ کیا ہے۔

بعض اہل نظر نے مکاشفہ سے یہ معلوم کیا کہ اس رسم خاص میں بڑے بڑے راز پوشیدہ ہیں۔ پس جس طرح حروف مقطعات اور آیات متشابہات کا صحیح مفہوم صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں اسی طرح اس رسم کے اسرار و رموز بھی وہی جانتے ہیں۔ اللہ و رسول اعلم۔

اس رسم خط پر مکمل عبور حاصل کرنے کے لیے تو رسم خط پر لکھی جانے والی کتابوں اور شروحات کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ اس چھوٹی سی کتاب میں پورے علم کا احاطہ ناممکن ہے صرف بعض چیزوں جو عام فہم اور آسانی سے ذہن نشین ہونے والی ہیں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

نمبر ا۔

قرآن پاک میں پانچ کلمات ایسے ہیں کہ لکھا ہوا تو ہے لا مگر پڑھا جاتا ہے لَ یعنی بظاہر لام الف لکھا ہوا ہے جو دیکھنے میں لا نافیہ معلوم ہوتا ہے حالانکہ یہ لا نافیہ نہیں بلکہ لام تاکید کا ہے جو کسی بھی حالت میں کھینچ کر نہیں پڑھا جاتا۔ چنانچہ ان پانچ مقامات پر اگر ظاہر کا اعتبار کر کے الف پڑھ لیا جائے تو معنی فاسد ہو جائیں گے۔

وہ پانچ کلمات یہ ہیں۔

نمبر	کلمات	پارہ نمبر	سورۃ	رکوع
۱	لَاْ اِلَی اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَ	۴	ال عمران	۱۷
۲	وَلَاْ اَوْضَعُوْا	۱۰	توبہ	۷
۳	اَوْلَاْ اَذْبَحَنَّہٗ	۱۹	نمل	۲
۴	لَاْ اِلَی الْجَحِیْمِ	۲۳	صٰفّت	۲
۵	لَاْ اَنْتُمْ	۲۸	حشر	۲

قرآن پاک میں ایسے لا° پر چھوٹا سا دائرہ بنا دیتے ہیں جو الف کو نہ پڑھنے کی علامت ہے۔ درج بالا پانچ کلمات کو ذہن نشین کر لینا چاہیے اور پڑھتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ کہیں الف پڑھا نہ جائے۔

نمبر ۲

ذیل کے نقشہ میں دیئے گئے چھ کلمات ایسے ہیں کہ ان کا الف وقف کریں تو پڑھا

جائے گا اور اگر ملا کر پڑھیں تو پھر الف نہیں پڑھا جاتا۔ کلمات کا نقشہ دیکھیں۔

نمبر	کلمات	پارہ نمبر	سورۃ	رکوع
۱	لٰكِنَّا	۱۵	کہف	۵
۲	اَلظُّنُوْنَا	۲۱	احزاب	۲
۳	اَلرَّسُوْلَا	۲۲	احزاب	۸
۴	اَلسَّبِيْلَا	۲۲	احزاب	۸
۵	قَوَارِيْرَا (پہلا)	۲۹	دھر	۱
۶	اَنَا (ضمیر مرفوع منفصل)		جہاں کہیں بھی آئے	

نوٹ: کلمہ سَلٰسِلَا پارہ نمبر ۲۹ سورۃ دھر رکوع نمبر ۱۔ میں ہے اس کا دوسرا الف وصل میں تو بالکل نہیں پڑھا جاتا اور اگر وقف کریں تو الف پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں طرح جائز ہے۔ یعنی وقف میں سَلٰسِلَا اور سَلٰسِلْ دونوں طرح صحیح ہے۔

نمبر ۳

قرآن کریم چار کلمات ایسے ہیں کہ ان کو لکھتے تو صاد سے ہیں مگر اوپر چھوٹا سا سین بھی لکھ دیتے ہیں۔ وہ کلمات یہ ہیں۔

نمبر	کلمات	پارہ نمبر	سورۃ	رکوع	کیسے پڑھے
۱	يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ	۲	بقرہ	۲۳	صرف سین پڑھے
۲	فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ	۸	اعراف	۹	صرف سین پڑھے
۳	اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ	۲۸	طور	۲	سین اور صاد دونوں جائز

۴	عَلَیۡهِمۡ بِمُصَیۡطِرٍ	۳۵	غاشیہ	۱	صرف صاد پڑھے

پہلے دو لفظوں میں سین اور تیسرے میں سین و صاد دنوں جائز اور چوتھے میں صرف صاد پڑھنا چاہیے۔

نمبر ۴

درج ذیل سترہ کلمات کا تلفظ الف کے ساتھ ہے۔ یعنی ان میں الف لکھا ہوا تو ہے مگر یہ الف کسی حال میں بھی نہیں پڑھا جاتا نہ وصل میں اور نہ وقف میں۔

کلمات کا نقشہ یہ ہے۔

نمبر	کلمات	پارہ نمبر	سورۃ	رکوع
۱	اَوۡ یَعۡفُوۡا	۴	آل عمران	۱۷
۲	اَفَا۟ئِنۡ مَّاتَ	۴	آل عمران	۱۵
۳	اَنۡ تَبُوۡٓءَا۟	۶	مائدہ	۳
۴	مِنۡ نَّبَا۟ئِ	۷	انعام	۴
۵	لَنۡ نَّدۡعُوَا۟	۱۵	کہف	۲
۶	لِشَا۟یۡءٍ	۱۵	کہف	۴
۷	وَاَنۡ اَتۡلُوَا۟	۲۵	نمل	۷
۸	لِیَرۡبُوَا۟	۲۱	روم	۴
۹	لِیَبۡلُوَا۟	۲۶	محمد	۱
۱۰	وَنَبۡلُوَا۟	۲۶	محمد	۴
۱۱	مِا۟ئَةٍ، مِا۟ئَتَیۡنِ		جہاں بھی ہو	
۱۲	(دوسرا) قَوَارِیۡرَا۟	۲۹	دھر	۱

۱۳	وَمَلَاْئِهِمْ	۱۱	یونس	۱
۱۴	وَمَلَاْئِهٖ(چھ جگہ)		اعراف	۱۳
=	=		یونس	۹
=	=		ھود	۹
=	=		مومنون	۳
=	=		قصص	۴
=	=		زخرف	۵
۱۵	لِتَتْلُوَاْ	۱۳	رعد	۴
۱۶	اَفَاْئِنْ مِّتَّ	۱۷	انبیاء	۳
۱۷	ثَمُوْدَاْ (چار جگہ)		ھود	۴
=	=		فرقان	۴
=	=		عنکبوت	۴
=	=		نجم	۳

نمبر ۵

مقطوع اس کلمہ کو کہتے ہیں جو مابعد کلمہ سے جدا اور الگ لکھا ہوا ہو جیسے فی ،ما کہ فی الگ ہے اور ما الگ۔ اور موصول اس کلمہ کو کہتے ہیں جو مابعد کلمہ سے ملا کر لکھا ہو جیسے فیما کہ فی اور ما کو الگ الگ نہیں لکھا بلکہ ملا کر ایک ہی کلمہ کر دیا۔ پس کلمہ موصول ہو تو وقف اضطراری یا اختیاری صرف دوسرے پر صحیح ہوگا اور کلمہ مقطوع ہو تو دونوں پر وقف درست ہے۔

مثلاً فِيمَا موصول ہو تو صرف مَا پر اور مقطوع ہو تو فِيْ اور مَا دونوں پر وقف صحیح ہے۔

یہی قاعدہ ہر مقطوع اور ہر موصول کا ہے۔ مقطوع اور موصول کی تفصیل مقدمہ جزریہ میں ملاحظہ کریں۔

فائدہ: رسم خط کا جاننا دو وجہ سے ضروری ہے۔

۱۔ ایک تو اس لیے کہ وقف ہمیشہ رسم کے تابع ہوتا ہے۔ مثلاً تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ کہ تَحْتِهَا کا الف وصل میں تو نہیں پڑھا جاتا حذف ہو جاتا ہے مگر وقف میں پڑھا جائے گا۔ کیونکہ الف ہی کلمہ کا آخری حرف ہے اور وقف رسم کے تابع ہے۔

۲۔ اور دوسرا اس لیے بھی رسم خط کا جاننا ضروری ہے کہ بعض کلمات لکھنے میں تلفظ کے مطابق نہیں ہوتے۔ جیسا کہ نقشہ جات میں اوپر گزرا۔ پس ایسے کلمات کو رسم کے مطابق پڑھیں گے تو معنی میں فساد آئے گا۔ لہٰذا رسم خط عثمانی سے واقف ہونا نہایت ضروری ٹھہرا۔

سوالات

۱۔ رسم الخط کسے کہتے ہیں؟ ۲۔ رسم الخط کا جاننا کیوں ضروری ہے؟

۳۔ ایسے کلمات کتنے ہیں کہ لکھا ہوا تو ہے لا مگر لام کے بعد کا الف پڑھا نہیں جاتا؟

۴۔ وقف کریں تو الف پڑھا جائے اور ملا کر پڑھیں تو الف نہیں پڑھا جاتا۔ ایسے کلمات کی تعداد کتنی ہے؟

۵۔ لفظ سلاسلا کے دوسرے الف کا کیا حکم ہے؟

۶۔ چار کلمات صاد سے لکھے جاتے ہیں مگر اوپر چھوٹا سا سین بھی لکھتے ہیں۔ ان کا حکم بیان کرو۔

۷۔ وہ کلمات جن کا الف لکھا تو جاتا ہے مگر پڑھا کسی حال میں بھی نہیں جاتا نہ وقف میں نہ وصل میں، یہ کل کتنے ہیں؟

۸۔ مقطوع اور موصول کی تعریف کرو۔

☆☆☆☆☆

سجدہ تلاوت

مذہب حنفی کے مطابق پورے قرآن میں کل چودہ سجدے ہیں اور یہ سارے ہی واجب ہیں۔ آیت سجدہ اگر کوئی نماز میں تلاوت کرے تو نماز میں ہی فوراً سجدہ ادا کرے اور اگر نماز کے علاوہ تلاوت کرے تو اوقاتِ مکروہہ نہ ہونے کی صورت میں فوراً سجدہ کرے۔ لیکن مکروہ وقت ہو جیسے طلوع و غروب آفتاب اور نصف النہار شرعی تو پھر ان اوقات کے بعد جتنی جلد ہو سکے ادا کرے۔

تفصیل ان چودہ سجدوں کی یہ ہے۔

۱۔ سورۃ اعراف رکوع نمبر ۲۴، اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ تا ختم آیت يَسْجُدُوْنَ ہے۔

۲۔ سورۃ رعد رکوع نمبر ۲، وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ تا ختم آیت وَالْاٰصَالِ ہے۔

۳۔ سورۃ نحل رکوع نمبر ۶، يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ تا ختم آیت مَا يُؤْمَرُوْنَ ہے۔

۴۔ سورۃ بنی اسرائیل رکوع نمبر ۱۲، وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ تا ختم آیت خُشُوْعًا ہے۔

۵۔ سورۃ مریم رکوع نمبر ۴، خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا ہے۔

۶۔ سورۃ حج رکوع نمبر ۲، اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ تا ختم آیت مَا يَشَآءُ ہے۔

نوٹ: امام شافعی و امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے ہاں سورۃ حج کے آخری رکوع میں الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا تا ختم آیت تُفْلِحُوْنَ پر بھی سجدہ واجب ہے۔ حنفی حضرات کو چاہیے کہ احتیاطاً وہ بھی خارج نماز یہاں سجدہ کر لیا کریں۔

۷۔ سورۃ فرقان رکوع نمبر ۵۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا تا ختم آیت نُفُوْرًا ہے۔

۸۔ سورۃ نمل رکوع نمبر ۶۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ تا ختم آیت الْعَظِيْمِ ہے۔

۹۔ سورۃ الم سجدہ رکوع نمبر ۲۔ اِنَّمَا یُؤْمِنُ تا ختم آیت وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ہے۔

۱۰۔ سورۃ صٓ رکوع نمبر ۲۔ وَظَنَّ دَاوٗدُ تا خَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ہے۔

۱۱۔ سورۃ حٰمٓ سجدہ رکوع نمبر ۵۔ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ تا وَهُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ ہے۔

۱۲۔ سورۃ النجم رکوع نمبر ۳۔ آخر سورۃ وَاعْبُدُوْا ہے۔

۱۳۔ سورۃ انشقاق رکوع نمبر ۱۔ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ ہے۔

۱۴۔ سورۃ علق رکوع نمبر ۱۔ آخر سورۃ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ہے۔

فائدہ نمبر ۱

ایک ہی جگہ بیٹھ کر ایک ہی آیت سجدہ کئی بار پڑھی جیسے حفظ کرنے والے طلباء پڑھتے ہیں تو سجدہ ایک ہی واجب ہوگا مگر مختلف آیاتِ سجدہ پڑھیں تو جتنی آیات سجدہ پڑھے گا اتنے ہی سجدے واجب ہونگے۔

فائدہ نمبر ۲

اگر آیت سجدہ بار بار پڑھی اور ہر بار پڑھنے کی جگہ اور مقام بدلتا رہا تو جتنی بار مجلس بدلی اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے۔

فائدہ نمبر ۳

سجدہ کی آیت خود پڑھے یا کسی سے سنے دونوں حالتوں میں سجدہ واجب ہو جاتا ہے سننے والا قصداً سنے یا بلا قصد وارادہ۔ بعینہٖ آیت سجدہ سنے یا آیت ترجمہ کسی اور زبان میں، سامع آیت سجدہ کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، نمازی سے سنے یا غیر نمازی سے تمام حالتوں میں سجدہ واجب ہوگا اور مزید تفصیل کے لیے کتبِ فقہ کا مطالعہ فرمائیں۔

التکبیرات

قرآن پاک کی آخری بائیس سورتیں یعنی سورۃ والضحیٰ سے والناس تک ہر سورۃ کے آخر میں تکبیر کہنا مسنون ہے اور تکبیر کے ساتھ تہلیل و تحمید بھی روایت کیا گیا ہے۔

تکبیر: اَللّٰہُ اَکْبَرُ

تہلیل: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور

تحمید: وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کو کہتے ہیں

۱۔ ہر سورۃ کے بعد صرف تکبیر (اَللّٰہُ اَکْبَرُ) کہنا بھی صحیح ہے۔

۲۔ تکبیر اور تہلیل دونوں کا پڑھنا یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا بھی صحیح ہے۔

۳۔ تکبیر، تہلیل اور تحمید تینوں کا ملا کر پڑھنا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ بھی جائز ہے۔

۴۔ تکبیر اور تحمید ملا کر پڑھنا بغیر تہلیل کے صحیح نہیں جیسے اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ سورۃ کی آخری آیت، تکبیر، بسملہ اور اگلی سورۃ کا شروع۔

وصل و فصل کے اعتبار سے کل آٹھ وجوہ بنتی ہیں۔ جن میں سات جائز اور ایک ناجائز ہے۔ وصل و فصل کی آٹھ وجوہ کا نقشہ حسب ذیل ہے۔

نمبر	آٹھ وجوہ	سورۃ کی آخری آیت اور تکبیر و بسملہ اور دوسری سورۃ کا شروع	وجوہ
۱	وصل کل یعنی ملا کر پڑھنا	فَحَدِّثْ اللّٰہُ اَکْبَرُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَمْ نَشْرَحْ	جائز
۲۔	فصل کل یعنی جدا کر کے پڑھنا	فَحَدِّثْ ٥ اللّٰہُ اَکْبَرُ ٥ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ اَلَمْ نَشْرَحْ	جائز

۳	وصل اول و دوم فصل سوئم	فَحَدِّثِ اللّٰهُ اَكْبَرْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلَمْ نَشْرَحْ	ناجائز
۴	فصل اول و دوئم وصل سوئم	فَحَدِّثْ ○ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَمْ نَشْرَحْ	جائز
۵	وصل اول فصل دوم وسوئم	فَحَدِّثِ اللّٰهُ اَكْبَرُ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلَمْ نَشْرَحْ	جائز
۶	فصل اول وصل دوئم	فَحَدِّثْ ○ اَللّٰهُ اَكْبَرُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَمْ نَشْرَحْ	جائز
۷	وصل اول فصل دوم وصل سوئم	فَحَدِّثِ اللّٰهُ اَكْبَرُ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَمْ نَشْرَحْ	جائز
۸	فصل اول وصل دوم فصل سوئم	فَحَدِّثْ ○ اَللّٰهُ اَكْبَرُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلَمْ نَشْرَحْ	

تکبیر کی سورتیں والضحیٰ سے والناس تک بائیس ہیں۔ اگر ان کو تکبیر سے ملا کر پڑھیں تو سورۃ کے آخری حرف کی مختلف حالتوں اور حرکتوں کی وجہ سے ان کے مختلف احکام ہیں۔

نمبر		نمبر	سورتوں کا آخر اور تکبیر کا وصل
۱	تین سورتوں کا آخری حرف ساکن ہے اور اللہ اکبر میں اللہ کا ہمزہ وصلی جو وصل کی صورت میں حذف ہو جائے گا۔ اب ایک تو اللہ کا لام ساکن ہے اور ایک سورۃ کا آخری حرف ساکن تو اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہٖ کی وجہ سے پہلا ساکن یعنی سورۃ کے آخری حرف کو زیر دیکر پڑھیں گے اور اللہ کے لام کو باریک کریں گے۔	۱	فَحَدِّثِ اللّٰهُ اَكْبَرُ
		۲	فَارْغَبِ اللّٰهُ اَكْبَرُ
		۳	وَاقْتَرِبِ اللّٰهُ اَكْبَرُ
۲	آٹھ سورتوں کے آخر میں تنوین ہے ان کو اگر تکبیر سے ملا کر پڑھیں تو اجتماع ساکنین کی وجہ سے تنوین کو بھی کسرہ دیں گے۔	۱	حَامِيَةُ نِ اللّٰهُ اَكْبَرُ
		۲	خَبِيْرُ نِ اللّٰهُ اَكْبَرُ
		۳	مُمَدَّدَةِ نِ اللّٰهُ اَكْبَرُ
		۴	مَأْكُوْلِ نِ اللّٰهُ اَكْبَرُ
		۵	مِنْ خَوْفِ نِ اللّٰهُ اَكْبَرُ
		۶	تَوَّابًا نِ اللّٰهُ اَكْبَرُ
		۷	مِنْ مَّسَدِ نِ اللّٰهُ اَكْبَرُ
		۸	اَحَدُ نِ اللّٰهُ اَكْبَرُ
نمبر	سورۃ کا آخر تکبیر سے وصل		

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹	بِأَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ اللّٰهُ أَكْبَرُ مَطْلَعِ الْفَجْرِ اللّٰهُ أَكْبَرُ عَنِ النَّعِيْمِ اللّٰهُ أَكْبَرُ بِالصَّبْرِ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ اللّٰهُ أَكْبَرُ هُوَ الْأَبْتَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِيَ دِيْنِ اللّٰهُ أَكْبَرُ إِذَا حَسَدَ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَالنَّاسِ اللّٰهُ أَكْبَرُ	۳	تین سورتوں کے آخری حرف پر فتحہ ہے۔ایک سورۃ کے آخری حرف پر ضمہ اور پانچ سورتوں کے آخری حرف کے نیچے کسرہ ہے ان سورتوں کو اگر تکبیر سے ملا کر پڑھیں تو اللہ کا ہمزہ وصلی گرا کر آخری متحرک حرف کو لام سے ملا کر پڑھیں گے اور اللہ کا لام ماقبل حرف کی حرکت زبر اور پیش کی حالت میں پُر اور زیر کی حالت میں باریک پڑھا جائے گا۔
۱ ۲	لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ اللّٰهُ أَكْبَرُ شَرًّا يَّرَهٗ اللّٰهُ أَكْبَرُ	۴	دو سورتوں کے آخر میں ھا ضمیر ہے ان کو تکبیر سے ملا کر پڑھنے کی حالت میں اجتماع ساکنین کی وجہ سے ھا ضمیر کو صلہ کے بغیر اسی حرکت کے ساتھ لام اللہ سے ملا دیں گے اور ھا پر پیش ہونے کی بناء پر اسم جلالہ پُر ہوگا۔

☆☆☆☆☆

قرآن خوش آواز سے پڑھنا

کتب معتبرہ سے ہم دو الفاظ لکھے ہوئے پاتے ہیں۔ الحان، انغام

الحان

اس خوش آوازی کو کہتے ہیں جو طبعی اور جبلی ہو یعنی وہ طبعی لہجہ اور طرز جس میں قواعد موسیقیہ کو ذرہ بھر بھی دخل نہ ہو۔

انغام

وہ خوش آوازی ہے جس میں قواعد موسیقیہ کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے۔ پس انغام ان راگنیوں کو کہتے ہیں جو قواعدِ موسیقیہ کے تابع ہوں کہ کہیں تو آواز گھٹانا اور کہیں بڑھانا، کہیں آواز پست کرنا اور کہیں بلند، کہیں آواز باریک نکالنا اور کہیں بھاری۔ اس طرح ان راگنیوں کے اوقات بھی مقرر ہوتے ہیں کہ صبح کا راگ رات کو اور رات کا راگ دوپہر کو اچھا نہیں لگتا۔ لیکن الحان ان تمام چیزوں سے آزاد اس خوش الحانی کو کہتے ہیں جو کبھی کبھی انسان ذوق میں آ کر خوبصورت آواز نکالتا ہے۔

اب خلاصہ اس گفتگو کا یہ ہے کہ انغام سے قرآن پڑھنا تو سراسر غلط اور ناجائز ہے اور الحان سے قرآن پڑھنا جائز بلکہ قواعد تجوید کا پورا پورا خیال کر کے پڑھے تو اجر عظیم کا مستحق بھی ہو گا۔ کیونکہ احادیث مبارکہ میں اس کی تعریف اور تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشادِ محبوب ﷺ ہے زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ کہ قرآن کو اپنی آوازوں سے خوبصورت کرو۔ وغیرہ ذالک۔ پس وہ خوش آوازی جو تجوید کے تابع ہو اور موسیقی سے قطعاً الگ مستحب و مستحسن ہے اور وہ خوش آوازی جو موسیقی کے تابع ہو اور تجوید سے بے پرواہ، ناجائز و معیوب ہے۔

☆☆☆☆☆
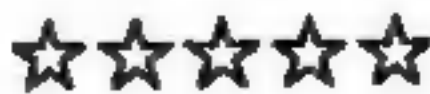
الحال المرتحل

حضرت عبداللہ ابن کثیر مکی رحمتہ اللہ علیہ سے بطریق درباس رحمتہ اللہ علیہ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور وہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم رؤف رحیم ﷺ جب سورۃ الناس پڑھ کر قرآن ختم فرماتے تو پھر فاتحہ اور سورۃ بقرہ سے مُفْلِحُوْن تک افتتاحاً پڑھتے اور پھر دعا مانگ کر کھڑے ہو جاتے۔

کسی شخص نے اللہ کے محبوب ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل محبوب ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حال مرتحل۔ روایت کیا گیا ان عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کون سا عمل افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا لازم ہے تجھ پہ حال مرتحل اس شخص نے عرض کی حال مرتحل کیا ہے۔ تو دل کے چین آقا ﷺ نے فرمایا کہ قرآن پاک پڑھنے والا جب ایک قرآن ختم کر دے تو اسی وقت دوسرا قرآن شروع کرے اس کی مثال اس مسافر کی سی ہے جس نے اپنے سفر کو ختم کرنے اور اپنی جائے قیام پہ اترنے اور اپنے پہنچنے کے بعد ہی دوسرے سفر کی تیاری کی اور روانہ ہو گیا۔ (غیث النفع فی القراءت السبع)

پس قرآن کے قاری کو چاہیے کہ قرآن مجید ختم کرنے کے فوراً بعد اسی جگہ میں قراءت قطع کیے بغیر دوسرا قرآن شروع کر دے یعنی سورۃ فاتحہ اور بقرہ کی ابتدائی آیات مُفلحون تک پڑھ لینی چاہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حال مرتحل اسی کو کہتے ہیں اور اسی کو احب الاعمال وافضل الاعمال کہا گیا ہے مگر یاد رہے یہ عمل واجب نہیں بلکہ مستحب، افضل اور بہتر ہے۔ اللہ ورسولہ اعلم

☆☆☆☆☆